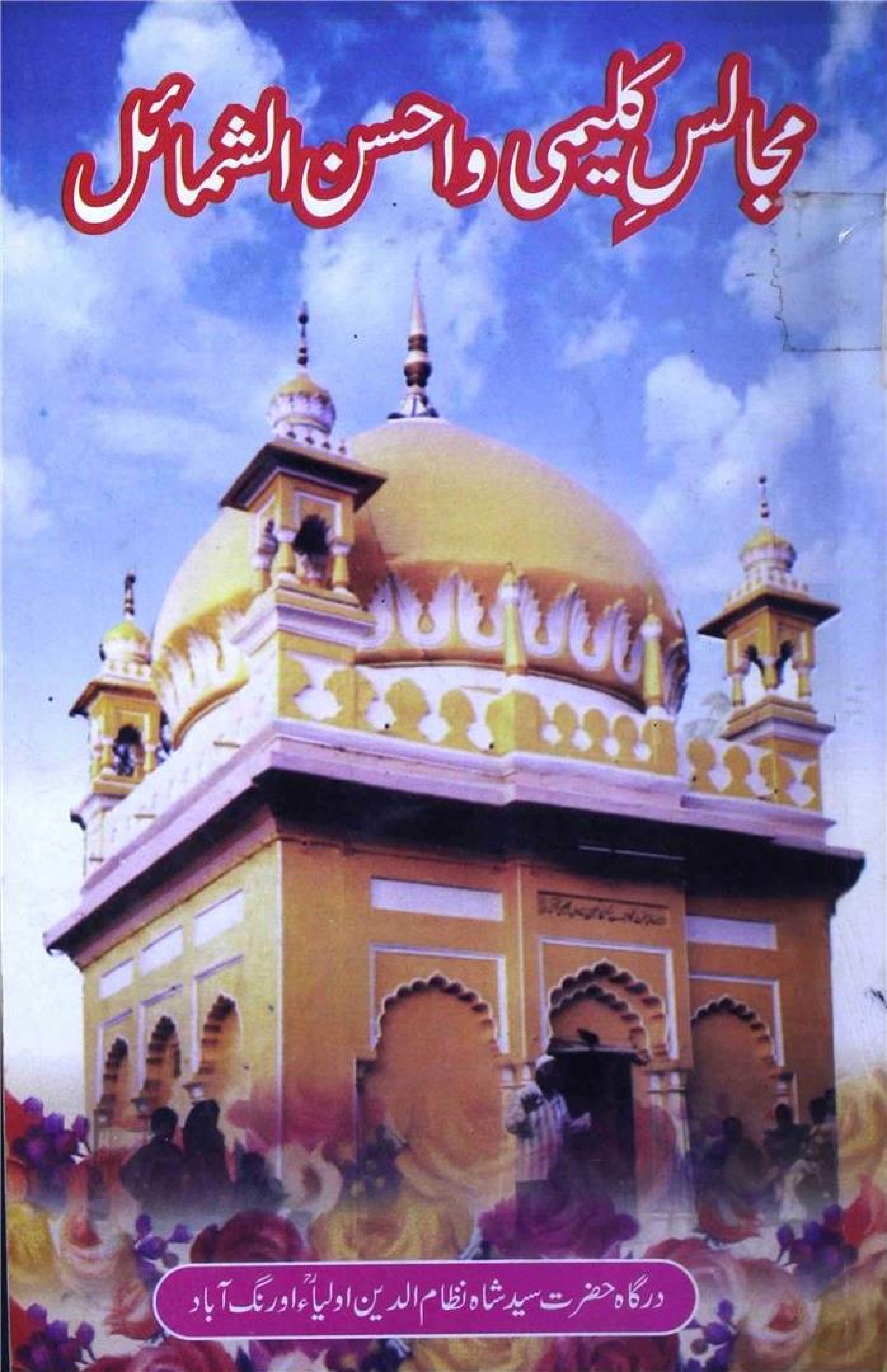
مجالسِ کلیمی واحسن الشمائل



درگاہ حضرت سید شاہ نظام الدین اولیاؒ اورنگ آباد

”مجالسِ کلیمی“

و

”احسن الشمائل“

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : ''مجالسِ کلیمی'' و ''احسن الشمائل''

مصنف : حضرت خواجہ کامگار خان حسینیؒ ،حضرت خواجہ نورالدین حسینیؒ

پتہ : درگاہ حضرت سید شاہ نظام الدین اولیاءؒ،اورنگ آباد

ناشر : سید معین الدین عرف محمدؐ میاں فخری نظامی چشتی

مترجم : قاضی غوث محی الدین احمد صدیقی (جے پی سعید) ایم اے بی ایڈ

تعداد : ۱۰۰۰ر

سنِ اشاعت : مارچ ۲۰۰۳ء

کمپوزنگ : ''نقش کمپیوٹرس'' موتی کارنجہ،اورنگ آباد۔

(سید شارق نقشبندی) فون: 2357797 ,2336102

پرنٹنگ : سویرا آفسیٹ پرنٹرس، بھڑکل گیٹ،اورنگ آباد

فون :0240-2402008

ملنے کا پتہ : درگاہ نظام الدین اولیاء،اورنگ آباد مہاراشٹر۔

❖❖❖❖❖❖❖❖



سید شاہ غلام معین الدین عرف قیصر الدین فخری نظامی چشتیؒ

(حضرت سید شاہ نظام الدین اولیاء کلیمیؒ کی چھٹی پشت کے بزرگ)

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضرت کامگار خاں رحمتہ اللہ کے کلک کے گو ہر بار سے جو رشحات صفحہ قرطاس پر مزین ہوئے تھے ان کا اُردو ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ یہاں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کے بارے میں مختصراً کچھ بیان کر دیا جائے آپ حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی کے عزیز ترین مرید اور خلیفہ ہیں۔ تکمیل ہدایت کے بعد مرشد کے حکم پر دکن چلے آئے اُنھوں نے برہانپور شولاپور اورنگ آباد میں قیام فرمایا آخر میں انھوں نے اورنگ آباد کو اپنا وطن قرار دیا اور نظامیہ سلسلے کی ایک شاندار خانقاہ قائم کی ۔ حضرت سید محمد حسینی بندہ نواز گیسودراز گلبرگہ شریف کے بعد چشتیہ نظامیہ سلسلے کے وہ سب سے بڑے جلیل القدر بزرگ ہیں۔ احسن الشمائل کے مصنف کہتے ہیں ''جیسا فیض حضرت شاہ صاحب مدظلہ کی ذات بابرکات سے عالم کو پہنچا اور پہنچ رہا ہے شاید بزرگان سلف میں کسی سے پہنچا ہو اس وقت تو فیض چشمہ انہی کی ذات ہے۔''

حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی کا سلسلہ نسب حضرت شیخ شہاب الدین سہروری کے واسطے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہنچا ہے۔ وہ

حضرت شاہ کلیم اللہ کی خدمت میں علوم ظاہری کی تکمیل کے لئے گئے تھے لیکن چوں کہ شاہ صاحب علوم ظاہری کے علاوہ علوم باطنی میں بھی یگانہ عصر تھے اور روحانی اصلاح وتربیت بھی بڑی محنت وتوجہ سے کرتے تھے اس لئے حضرت نظام الدین کی طبیعت بھی علوم باطنی کی تحصیل کی طرف راغب ہوگئی۔

حضرت نظام الدین نے جو خانقاہ تعمیر کروائی تھی اس کے دس دروازے تھے۔آپ ضرورت مندوں کو اپنے سجع کی مہر دے دیتے اور وہ شخص اس افسر یا عہدیدار کے پاس پہنچ جاتا اور اسکی مراد پوری ہو جاتی۔اس لئے کہ ہر امیر حضرت کے حکم کی تعمیل کو اپنے لئے سعادت دارین سمجھتا تھا۔

حضرت کی صحبت میں ایک مقناطیسی کشش تھی جو شخص ان سے ملتا وہ ان کا گرویدہ ہو جاتا اور آخر بیعت کی درخواست کرتا ان کے تقریباً ایک لاکھ مرید تھے۔ابتداء میں وہ کسی کو مرید بنانے میں احتیاط سے کام لیتے تھے لیکن مرشد کے حکم پر عوام کو بھی حلقہ ارادت میں شامل کرنے لگے حضرت کامگار خاں نے حضرت شاہ نظام الدین کے اخلاق حسنہ کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔ان کا بیان ہے کہ وہ ہر شخص کے لئے کھڑے ہو جاتے اور اس کی تعظیم بجالاتے۔انتہا یہ ہے کہ چار سال کے بچے کے ساتھ بھی ان کا وہی طریقہ تھا جو ستر سال کے بوڑھے کے ساتھ ہوتا تھا۔

انکے خلفاء میں خواجہ نورالدین حسینی (جن کی آخری آرام گاہ اورنگ

آباد کے صدر ٹپہ خانہ کے روبرو ہے) اور خواجہ کامگار حسینی (جن کی آخری آرام گاہ حضرت نظام الدین کی درگاہ کے قریب ہے) خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ یہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور نقشبندی سلسلے کے مشہور بزرگ خواجہ خاوند محمود لاہوریؒ کے پوتے حضرت خواجہ برہان الدین کے بیٹے تھے ۔ یہ دونوں بھائی اورنگ آباد میں حضرت شاہ نظام الدین کے دامن تربیت سے وابستہ ہوگئے تھے ۔ علمی مرتبے کی بلندی مرشد سے گہری عقیدت اور سلسلے کی تعلیم کی گہری دلچسپی کی وجہ سے خانقاہ نظامیہ میں وہ خاص عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ۔

شاہ کلیم اللہ صاحب خواجہ نور الدینؒ کی صلاحیتوں سے خاص طور سے معترف تھے اور اپنے خطوط میں حضرت شاہ نظام الدین کو ان کی طرف خاص توجہ دینے کی ہدایت فرماتے تھے ۔ انھوں نے ایک خط میں حضرت شاہ نظام الدین کو لکھا ہے کہ خواجہ نور الدین فنافی الشیخ ہیں اور آپ کے تمام خلفاء پر ان کو فوقیت حاصل ہے اس لئے ان کی تربیت پر خاص توجہ کیجئے انھوں نے ایک بار خواجہ نور الدین کے لئے نیم آستین بھی روانہ کی تھی ۔ مرشد کے حکم کے مطابق حضرت شاہ نظام الدین انکی طرف خصوصی التفات فرماتے تھے اور اکثر ان سے کتابیں پڑھوا کر سنتے تھے ان کا وصال مرشد کی حیات میں ہی ۲۷ ربیع الاول ۱۱۳۲ھ کو ہوا ۔

دوسرے بھائی خواجہ کامگار حسینی کے ذریعے صرف حضرت نظام الدین کی تعلیم ہی محفوظ نہیں ہوئی بلکہ شاہ کلیم اللہ دہلوی کی مجلسوں کی آب وتاب اور ان کے انداز تبلیغ واشاعت کی بہت سی تفصیلات منظر عام پر آگئیں ۔انھوں نے ''احسن الشمائل'' میں اپنے مرشد کے حالات دلکش انداز میں لکھے ہیں اور لکھا ہے کہ وہ یہ کتاب اس لئے لکھ رہے کہ عام لوگ اس سے فیض یاب ہوں۔

دونوں بھائی اپنے مرشد کے مرشد حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی کی ملاقات کے لئے بے قرار تھے ۔ایک بار حسین علی خاں کے ساتھ دہلی جانے کا موقع آیا دونوں نے اپنے مرشد سے اجازت طلب کی لیکن حضرت نظام الدین نے صرف کامگار حسینی کو اجازت دی ادھر کامگار خاں حسینی دہلی پہنچے اور ادھر اورنگ آباد میں خواجہ نورالدین کا انتقال ہوگیا ان کو دہلی میں اپنے بھائی کے انتقال کی خبر مل چکی تھی ۔ انھوں نے سوچا کہ حضرت شاہ کلیم اللہ کی مجالس کا حال لکھ کر اپنے مرحوم بھائی کی روح کو خوش کریں۔

''مجالس کلیمی'' اور'' احسن الشمائل'' کے مطالعے سے حضرت خواجہ کامگار حسینی کے شجر علمی اور اپنے مرشد سے انتہائی عقیدت کا اظہار ہوتا ہے ادبی اعتبار سے بھی ان کتابوں کا مرتبہ بلند ہے حضرت خواجہ نظام الدین خواجہ کامگار حسینی سے بڑی محبت رکھتے تھے ۔ان کے اعتماد کا اندازہ اس بات سے

بھی ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے بڑے بیٹے محمد اسماعیل کو ان کا مرید بنایا تھا۔

سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ نظام الدین اولیاء اورنگ آباد جناب سید معین الدین عرف محمد میاں کی توجہ و دلچسپی اور عقیدت کی بناء پر ان کتابوں کا اُردو ترجمہ ممکن ہوسکا اُنھوں نے اُردو داں عوام کو فیض پہنچانے کیلئے ان کتابوں کا ترجمہ کروایا۔ ان کی کوشش یہی ہے کہ حضرت کی تعلیمات کو عام کیا جائے تا کہ عام لوگ ان سے استفادہ کرتے ہوئے ایک اچھے مسلمان اور بہترین انسان بن سکیں۔

میں جناب سید یعقوب علی صاحب قیصری کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے بڑی صحت کے ساتھ اس ترجمے کا املا کیا اور وقتاً فوقتاً اپنے مشوروں سے مجھے نوازا۔ میں پروفیسر سید حسن صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کے ترجمے کے سلسلے میں کافی دلچسپی لی۔

حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی، حضرت خواجہ نورالدین حسینی اور حضرت کامگار حسینی کے حالات قلمبند کرنے کیلئے پروفیسر خلیق احمد نظامی کی کتاب تاریخ مشائخ چشت کی جلد پنجم سے استفادہ کیا گیا ہے جسکے لئے ادارہ ادبیات دہلی اور جناب خلیق احمد نظامی کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے امید ہے کہ اس کتاب کو مقبولیت حاصل ہوگی اور عامتہ الناس بالعموم اور بالخصوص مریدان سلسلہ نظامیہ اس سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی زندگی کو اسلام کی صحیح روشنی

میں گذار ینگے اور دنیا اور آخرت میں سرخروئی حاصل کرینگے والسلام

احقر العباد

قاضی غوث محی الدین احمد صدیقی، ایم۔اے، بی۔ایڈ

(جے۔پی۔سعید)

شجرۂ نسبی

از

سید شاہ نظام الدین اولیاء کلیمی چشتی ؒ

سید شاہ مولانا سید محمد فخر الدین محبّ النبی المعروف مولانا فخر نظامی ؒ

سید شاہ سید محمد قطب الدین فخری نظامی چشتی ؒ

سید شاہ محمد نصیر الدین عرف کالے میاں فخری نظامی چشتی ؒ

سید شاہ کمال الدین فخری نظامی چشتی ؒ

سید شاہ محمد اصلح الدین فخری نظامی چشتی ؒ

سید شاہ غلام معین الدین عرف قیصر الدین قیصر میاں فخری نظامی چشتی ؒ

سیدہ نیرّ جہاں بیگم فخری نظامی چشتی زوجہ سید معین الدین
عرف محمد میاں فخری نظامی چشتی (متولیہ درگاہ نظام الدین اولیاءؒ)

سیدہ گیسودراز جہاں بیگم (عرف مہ جبیں بیگم)	سیدہ قیصر جہاں بیگم (عرف مہ ناز بیگم)	سیدہ محمدی بیگم (عرف مہ نور بیگم)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

"مجالسِ کلیمی"

رب یسیر بسم اللہ الرحمن الرحیم تمم بالخیر

اللہ تعالی کا لاکھ لاکھ شکر اور بے انتہا تعریف جس نے اپنی قوت تخلیق سے ہستی کی بنیاد نیستی پر رکھی ہے اور نیستی کو ھستی کی صورت میں ظاہر کیا۔ سبحان اللہ ھستی عین نیستی ہے اور نیستی ھستی کا سرمایہ ہے۔

تا تو بینی ہستی خود اے پسر
نیستی و نیستی را خود نگر
چونکہ گشتی نیست ہستی رو نمود
اصل ہستی نیستی شد تو نبود
این معما فارغ از تقریر ہاست
این عبارت خارج از تحریر ہاست
فہم عالی عاجز ست از درک این
عاقلاں معقول کے کردند ازیں

اے بیٹے اگر تو اپنی ہستی پر غور کریگا تو تجھے معلوم ہوگا کہ تو نہیں ہے تو نہیں ہے۔ تیرے نہ ہونے کی وجہ سے زندگی نے اپنا چہرہ دکھایا اور نیستی کو ہستی کی شکل دی جبکہ تو موجود نہیں تھا۔ یہ نہایت مشکل مسئلہ ہے جسکو الفاظ میں ادا نہیں کیا جاسکتا اور نہ اسکی عبارت تحریر میں لائی جاسکتی ہے۔ نہایت عقلمند لوگ بھی

اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور عاقل بھی اسکو ثابت کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

بے انتہا درود و سلام رسول اکرم ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنھم اجمعین پر جو راہ ہدایت کے ہادی اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو راستہ دکھانے والے ہیں۔ اللہ تعالی تابعین اور تبع تابعین پر بے انتہا رحمت فرمائے جو انکے جانشین تھے اور ان کی پیروی کرتے تھے اس کے بعد یہ گنہہ گار سراپا تقصیر خاکسار محمد کامگار اور میرے بھائی محمد نور الدین نقشبندی الحسینی الحصاری جو درگاہ آسمان جاہ حضرت غریب نواز یعنی نظام الملک والدین کے مرید ہیں اور شہر فاخرہ خجستہ بنیاد میں جو دکن کا ایک مشہور شہر ہے سکونت رکھتے ہیں یہی ہمارا وطن اور مقام پیدائش ہے ہم دونوں بھائی آنحضرت مدظلہہ العالی کے قدموں میں رہے اور دونوں جہاں کی سعادت حاصل کی اور معشوق اللہ حضرت شاہ کلیم اللہ سلمتہ اللہ تعالی جو ہمارے پیر کے پیر اور اس حقیر کے دستگیر ہیں شہر دہلی میں جو ہندوستان کے بادشاہوں کا صدر مقام ہے تشریف رکھتے ہیں۔ ان سے ملاقات کی خواہش اور ان کی قدمبوسی تمنا میر دل میں تھی۔ میرے بھائی محمد نور الدین جن کا ذکر ہو چکا ہے اکثر اوقات محبت کی زیادتی اور شوق کی انتہا کی وجہہ سے دہلی آنے کا ارادہ کرتے تھے لیکن چونکہ حضرت غریب نواز کے نظارۂ جمال باکمال کا دل پر قوی اثر تھا اور ان کی جدائی شاق گزرتی تھی اس لئے ہم خجستہ بنیاد سے نکلنے کیلئے اس بات کا انتظار کرتے

رہے کہ جب بھی حضرت غریب نواز کسی سلسلہ میں دہلی تشریف لے جائیں تو ان کے ہمراہ ہم چلے جائینگے اور حضرت ولایت مرتبت کے قدم بوس ہونگے یہ خاکسار اپنی ملازمت اور ذمہ داریوں کی وجہ سے اس تمنا سے محروم رہا اور اس سلسلے میں کبھی کوئی گفتگو نہیں کی۔ تقدیر کی خوبی سے اچانک سلطان فرخ سیر کے زمانے میں بخشی الممالک امیر الامراء حسین علی خان صاحب بہادر سپہ سالار اور اورنگ آباد (خجستہ بنیاد) کے صوبیدار تھے دہلی جانے والے تھے۔ اور شہر کے تمام افسران کے ساتھ جانیوالے تھے۔ میرے بھائی نے خواہش ظاہر کی کہ اگر چہ یہ کام مشکل ہے لیکن اگر آپ کی مرضی اور مصلحت ہو تو میں نواب صاحب کے قافلے میں جو آرام و آسائش کے ساتھ دہلی جارہا ہے چلا جاتا ہوں اور حضرت ولایت مآب کی قدمبوسی کر کے چند روز میں واپس آجاتا ہوں چونکہ مجھے اپنے مرحوم بھائی سے بے انتہا دلی محبت تھی اس لئے میں انکو کسی قسم کی تکلیف دینا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے ان کو دلاسہ دیا کہ جب ہم نواب صاحب کی منتخب لوگوں کے ساتھ جارہے ہیں تو ایسی صورت میں آپ کا سفر کرنا تکلیف دہ ثابت ہوگا۔ آخر طے پایا کہ یہ مسئلہ حضرت غریب نواز کی خدمت میں پیش کیا جائے اور اس معاملے میں ان کا حکم حاصل کرنے کے بعد اس سلسلے میں مشورہ کیا جائے اور جو کچھ بھی وہ ہادی طریقت اور پیر حقیقت حکم دے اسکے مطابق عمل کیا جائے۔ برادر مرحوم نے انتہائی شوق کے

ساتھ حضرت غریب نواز (حضرت خواجہ نظام الدین) کی جنابِ اقدس میں التماس پیش کیا حال اور مستقبل کے حالات جاننے والے اور دور دراز کی حالت کے جاننے والے حضرت نے فرمایا کہ آپ کا بھائی آپ کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کیلئے کس طرح تیار ہوگا اور اس وقت جو آرام و آسائش ان کو میسر ہے ان کو چھوڑ کر اور اپنی خدمات کا نائب بنا کر خود چلا جائیگا۔ اس لئے اس مرتبہ بھی اس طرح کا عمل کیا جائے۔ حضرت غریب نواز مدظلہ کے حکم کے مطابق بھائی صاحب مرحوم نے جانے کے ارادے کو اس احقر پر چھوڑ دیا اور کہا کہ جو بھی حکم ہوا ہے میں اس کے خلاف عمل نہیں کرسکتا۔ خاکسار نے حضرت غریب نواز سے اجازت لیکر نواب نامدار کے ہمراہ ۳ رمحرم ۱۱۳۲ھ کو اورنگ آباد سے نکل کر برہان پور پہنچا وہاں قیام کیئے بغیر بہر حال دہلی جانے کا اتفاق ہوا۔ حضرت معشوق اللہ شاہ کلیم اللہ کی قدمبوسی سے استعفادہ کیا۔ ایک مدت سے دل میں یہ اشتیاق اور تمنا تھی وہ پوری ہوئی۔ گردش دوراں اور نیرنگئی زمانہ کے سبب سے ۲۷ رماہ ربیع الاول ۱۱۳۲ھ کو وہ واقعہ جانکاہ ہوا جسکی وجہ سے میری دنیا میں اندھیرا ہوگیا۔ بھائی محمد نورالدین دنیا سے رخصت ہوگئے میرا دل اس غم سے داغ داغ ہوگیا اور میں غمگین اور اداس رہنے لگا۔

قلم تا سر کند ایں داستان را

بہ آب تیغ می شوید زبان را

(اگر قلم اس داستان کو بیان کرنا چاہے تو اسکو چاہیکہ پہلے تلوار کے پانی سے اپنی زبان دھولے) اس پرزور سوز و گداز حادثے کے سننے کے بعد میری ایسی حالت ہوئی جس کو تحریر میں نہیں لایا جا سکتا لیکن چونکہ اس کا کوئی علاج نہیں ہے مجبوراً صبر کیا۔ واپسی سے پہلے میرا خیال تھا کہ بھائی صاحب مرحوم کے لئے اس سفر کا اس سے بہتر کوئی تحفہ نہیں ہے کہ میں جو کچھ حضرت ولایت مرتبت شاہ کلیم اللہ کی زبان کرامت ترجمان سے سنوں اس کو تحریر کا جامہ پہنادوں اور ان کی مبارک مجلسوں کو جن میں میں حاضر تھا ملاقات کے بعد اپنے عزیز بھائی کی نذر کروں چنانچہ اسی ارادے کے تحت میں نے یہ رسالہ تالیف کیا اور اس کا نام ''مجالس کلیمی'' رکھا ہے اسی حالت میں بھائی علیہ الرحمہ کے انتقال کی اطلاع ملی انتہائی افسوس اور رنج کے بعد میں نے ان اقوال کو جمع کر کے ترتیب دیا ہے۔ ہر پڑھنے اور سننے والے سے درخواست ہیکہ جو بھی ان اقوال سے فیض یاب ہو وہ مجھ گنہگار سراپا تقصیر اور برادر عزیز محمد نورالدین مرحوم کے لئے فاتحہ اور دعائے خیر کرے تا کہ برادر مرحوم و مغفور کی نجات اور درجات کی بلندی کا سبب ہو اور اس محزون مہجور کیلئے بھی فائدہ مند ہو۔ افسوس کہ دنیا کے باغ سے وہ گل بے خار چلا گیا اور اسی کے ساتھ

عقل صبر اور آرام بھی چلے گئے۔ جانے والے دوست نے تحفہ طلب کیا تھا اب جب اس کا خیال آتا ہے تو حیرت اور افسوس ہوتا ہے کہ دلدار چلا گیا اور میرے دل کو داغ حیرت دے گیا۔ آسمان کی نیرنگی کا حال کیا بیان کروں کہ دوست تو پھر دوست ہیں دشمنوں کی طاقت بھی جواب دے گئی سب نے اپنے کپڑے سیاہ کر لئے آسمان ماتم کرنے لگا۔ اور سورج کو گہن لگ گیا۔ جب ایسا نیک شخص چلا گیا تو میری کیا حیثیت ہے اب تو میں صرف نورالدین کا ماتم کرسکتا ہوں۔ آسمان کا ماتم یہ ہے کہ چاند اور سورج کی روشنی بھی جاتی رہی اللہ ان کی روح پر رحمت فرمائے۔ دنیا سے ایک صوفی ساقی محبت الٰہی میں سرشار ہو کر جا چکا ہے۔ جب تک یہ دنیا باقی ہے یہاں ہمیشہ کسی نہ کسی کا ماتم ہوتا رہے گا۔

حیف ازیں گلزار عالم آں گلِ بے خار رفت
عقل رفت وصبر رفت آرام رفت دیار رفت

تحفہ می خواست دل تا سوئے دل دارم برد
حیرت وافسوس ماندہ دردل و دلدار رفت

داغِ حیرت بردلم بنہاد نیرنگِ فلک
حالتِ یاراں چہ گویم طاقت ازاغیار رفت

دلق نیلی کرد در بر آسماں در ماتمش
آفتاب اندر کسوف آمد چوآں اخیار رفت

من چہ باشم تا کنم ماتم برائے نور دین
کرد ماتم آسماں از مہر و مہ انوار رفت

رحمت حق باد بر ارواح پاک اوقریں
زیں جہاں آں صوفئی ساقی بحق سرشار رفت

عالی ایں ماتم سراپا ہست باقی کس مباد
مبتلائے دردرماں بے جنوں غمخوار رفت

ترجمہ:

۱) افسوس کہ اس دنیا کے باغ سے وہ گل بے خار چلا گیا اور اسی کے ساتھ عقل صبر اور آرام بھی رخصت ہو گئے۔

۲) میرا جی چاہتا تھا کہ اپنے دوست کیلئے کوئی تحفہ لے جاؤں لیکن اب میرے دل میں صرف اس کی حسرت باقی رہ گئی ہے اور میرا دوست چلا گیا۔

۳) آسمان کی نیرنگی نے میرے دل پر حیرت کا وہ داغ لگایا ہے کہ

میں دوستوں کا حال کیا بیان کروں دشمن بھی میرا حال دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

۴) آسمان نے اس کے ماتم میں سیاہ لباس پہن لیا ہے اور جب وہ نیک بندہ چلا گیا تو آفتاب کو گہن لگ گیا۔

۵) میری کیا حقیقت ہے جو میں نورالدین کا ماتم کروں۔اس کا ماتم تو آسمان نے کیا اور چاند سورج سے انکی روشنی چلی گئیں۔

۶) اللہ اس کی پاک روح پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔کیونکہ اس دنیا سے وہ صوفی ساقی خدا کی محبت میں مست ہو کر چلا گیا۔

۷) اے عالی جب تک دنیا باقی ہے یہاں کسی نہ کسی کا ماتم ہوتا رہیگا۔ہم ایک لا علاج درد میں مبتلا ہو گئے ہیں اور ہم سے محبت رکھنے والا چلا گیا۔

مبتلائے درددرماں بے جنوں غمخوار رفت (میں درد میں مبتلا ہوں او رمیرا علاج کرنے والا دنیا سے جا چکا ہے)

رب یسیر   بسم اللہ الرحمن الرحیم   تمم بالخیر

مجلس اول

اتوار ۲۷/ربیع الاول ۱۱۳۲ھ کو قدمبوسی کی سعادت حاصل ہوئی حضرت نے مجھ عاجز کے حال پر انتہائی شفقت اور عنایت فرمائی اور حضرت صاحب قبلہ غریب نواز حضرت نظام الملک والدین کی خیریت کی خبر دریافت کی۔ کمترین نے عرض کیا کہ اللہ کا شکر ہے کہ وہ خیریت سے ہیں ان کا مزاج اچھا ہے اور تندرست ہیں یہ خاکسار اچانک امیر الامراء حسین علی خان کی ساتھ دہلی آیا ہے۔ پہلے فدوی کا خیال تھا کہ دو تین دن قیام کرنے کے بعد میں واپس اورنگ آباد چلا جاؤں لیکن اجازت نہیں ملی اور اب ارادہ کیئے بغیر ہندوستان آنے کا اتفاق ہوا ہے میں نے حضرت غریب نواز کی گذارش آپ تک پہنچادی ہے حضرت نے فرمایا کہ آپ خود ان کا خط ہیں پھر انہو ں نے بھائی خواجہ محمد نورالدین کے بارے میں دریافت فرمایا میں نے عرض کیا کہ ان کو آپ کی قدمبوسی کا اتنا اشتیاق ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اس عزیز کے شوق اور بے طاقتی کا علم آپ کے آئینۂ ضمیر منیر مہر اور تنویر خداوند پر ظاہر ہے۔ فضل و بندہ نوازی کے ساتھ فرمایا کہ آپ دونوں بھائیوں کے

دیکھنے کا مجھے اتنا ہی اشتیاق تھا جتنا آپ کے مرشد کو دیکھنے کا ہے۔ انکی اس نوازش اور غلام نوازی کا جوانہوں نے میرے اور میرے مرحوم بھائی پر فرمائی تھی مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ مجھ پر رقت طاری ہوئی اور میں نے بے اختیار سجدہ شکر بجالایا کچھ دیر بیٹھ کر اجازت لی اللہ کا شکر ہے۔

مجلس دوم

روز جمعہ ۴ ربیع الثانی ۱۱۳۲ھ قدمبوسی کی دولت حاصل ہوئی۔ کسی مرید سے معلوم ہوا کہ ہندوستان کا بادشاہ فرخ سیر حکومت کے معاملات سے بے خبر اور غافل ہے ہندوستان کے بادشاہ کیلئے یہ بے پروائی ذیب نہیں دیتی کہتے ہیں کہ موجودہ بادشاہ کے دادا عالمگیر خبرداری اور ہوشیاری کے معاملے میں بے مثال تھے ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ہمارے مرشد حضرت شیخ یحیٰ مدنی قدس سرہ کے ہمراہ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تھے اور بطور تعظیم والدہ کی اجازت لی تھی اس وقت ان کی والدہ گجرات میں رہتی تھی انہوں نے والدہ سے وعدہ کیا کہ حج اور روضہ مبارک حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ لوٹ آئینگے۔ حج کے بعد وہ مدینہ میں مقیم ہوئے ان کو روضہ شریف سے اتنی عقیدت ہوگئی کہ ان میں

روضہ کی جدائی کی طاقت نہیں رہی ۔ بعض وقت ان کو اپنی والدہ سے کیا ہوا وعدہ یاد آتا لیکن مزار نبوی ﷺ کی محبت اجازت نہیں دیتی تھی ۔ ایک دن وہ مدینہ منورہ میں حاضر تھے اسی وقت ایک صاحب کمال درویش جن کا نام شیخ عثمان تھا اپنے دوستوں کے ساتھ وہاں آئے روضہ مبارک کے سامنے کھڑے ہو گئے شیخ عثمان نہایت خوبصورت اور صاحب وجاہت تھے انہوں نے کالا جبہ پہنا تھا اور اپنے سر پر اسی رنگ کا عمامہ باندھ رکھا تھا ان کے دوست بھی اسی رنگ کے لباس میں اپنے مرشد کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے ۔ مرشد نے فرمایا کہ اس وقت شیخ عثمان کی صورت مبارک اور ان کے دوستوں کی صورت اور ان کا لباس مجھے بہت پسند آیا ۔ کالے لباس میں ان کے چہرے ایسے نظر آرہے تھے جیسے کالے بادلوں کے درمیان چاند نظر آتا ہے میرے دل میں یہ خیال آیا کہ شیخ سے مشورہ کرنا چاہئے کہ میں اپنی والدہ سے کیا ہوا وعدہ پورا کروں یا محبت رسول کے اعتبار سے یہاں قیام کروں میں بے اختیار شیخ کے پاس گیا اور ان سے سوال کیا شیخ نے فرمایا کہ والدہ ماجدہ سے کئے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہئے مجبوراً شیخ کے مشورے کے مطابق واپس لوٹا اور تھوڑی مدت میں والدہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا چند روز بعد والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا ۔ بال بچوں کی ذمہ داری حرمین شریفین کی روانگی میں رکاوٹ بنی رہی ۔ اتفاق سے ایک حاجی کعبہ شریف سے گجرات

پہنچا اس ریاست کے اکثر لوگ ہمارے مرشد قدس سرہ سے عقیدت اور محبت رکھتے ہیں اس آدمی نے بھی تحفہ کے طور پر شیخ علیہ الرحمۃ کو آب زم زم بھجوایا۔ مرشد نے خادم کو حکم دیا کہ اس پانی کو حفاظت سے رکھو اور جس دن فقیروں اور نیک لوگوں کا مجمع ہوگا اس دن یہ پانی تبرک کے طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ خادم نے حکم کے تعمیل کی رجب المرجب کی ستائیسویں شب کو جب عورتوں اور مردوں میں سے مرید اور معتقد آستان بوسی کیلئے جمع ہوئے اور علماء فقیراء کی مجلس منعقد ہوئی تو خادم نے محفوظ کیا ہوا آب زم زم حاضر کیا حکم ہوا کہ نماز عشاء اور کھانے کے بعد اس پانی کو استعمال کیا جائے۔ نماز کے بعد خادم وہ تبرک لایا حضرت شیخ نے حاضرین سے فرمایا کہ رسول خدا ﷺ کی حدیث ہیکہ جو شخص جس نیت سے آب زم زم پیئے اور دعا کرے تو وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ ہر شخص نے پانی پینے کے بعد اپنی آرزو کیلئے دعا کی۔ جب حضرت شیخ کی باری آئی تو وہ حضور ﷺ کے شیدا اور جمال مصطفٰی کے مشتاق نے یہ دعا فرمائی کہ اے قاضی الحاجات مجھے کسی طرح مدینے کے راستے کا مسافر بنا دے۔ اس دعا کے بعد انہوں نے اس شان وشوکت کے ساتھ آب زم زم پیا کہ ان کے شوق کی آگ بھڑک اٹھی وہ عجیب پانی تھا جس نے پٹرول کا کام کیا جب ایک پہر رات باقی رہ گئی تو وہ بے تابی کے ساتھ اٹھے اور کعبہ کے راستے پر چلنے لگے۔ باہر کے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ وہ اندر گئے

ہوئے ہیں اور اندر والوں کو یقین تھا کہ وہ باہر ہیں۔ بہت دیر کے بعد اندر اور باہر کے معتقدین نے اندر اور باہر تلاش کیا۔ فجر کی نماز کے بعد وہ ہر طرف دوڑے چند لوگ تلاش کرتے ہوئے شہر کے دروازے پر پہنچے۔انہوں نے دیکھا کہ ایک لکڑ ہارا سر پر گٹھا رکھے ہوئے شہر میں داخل ہوا اس سے حضرت کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے فلاں صحراء میں دیکھا کہ شیخ جا رہے ہیں تلاش کرنے والے ہوا کی طرح دوڑے اور بگولوں کی طرف صحراء میں چکر لگایا انہوں نے دیکھا کہ وہ راحت جان عصائے مبارک زمین پر رکھ کر چاشت کی نماز ادا کر رہے ہیں۔لوگ بادلوں کی طرح اس آفتاب کے اطراف جمع ہو گئے اور نہایت عاجزی اور رقت کیساتھ دریافت کیا کہ آپ کہاں کہ سفر کا ارادہ رکھتے ہیں اور آپ کا ارادہ کس طرف جانیکا ہے فرمایا کعبہ شریف اور مدینہ منورہ کا ارادہ دل میں آ گیا اور میں اس ارادے سے احتراز نہ کر سکا۔انہوں نے بہت کچھ عرض کیا لیکن حضرت نے ان کی بات نہ مانی آخر کار مجبور ہو کر انھوں نے درخواست کی کہ آپ اپنے مریدوں میں سے جس کو مناسب خیال فرمائیں مسند ارشاد پر بٹھا دیں۔فرمایا کہ میرا بڑا بیٹا جنون کی کیفیت سے خالی نہیں ہے اور ارشاد کیلئے سالک کو مجذوب نہیں ہونا چاہیے دوسرا بیٹا اس کام کے قابل نہیں اور وہ نوکری قبول کرنا چاہتا ہے ان نصیحتوں کے بعد وہ روانہ

ہو گئے اور منزل مقصود کو پہنچے اور مدینے میں مقیم ہو گئے چند روز بعد وہ رات کے آخر حصے میں تہجد کی نماز کیلئے اٹھے اور وہاں تشریف لے گئے جہاں پانی کا گھڑا رکھا تھا وہیں انکا پاؤں پھسلا اور یار کے اشتیاق میں انکا پاؤں ٹوٹ گیا شوق کے راستے کے اس قاصد نے مختار حقیقی سے اپنا عہد تازہ کیا اور علاج کروانے سے انکار کر دیا ان کے درد کا کوئی علاج نہ ہو سکا۔ غیب سے آواز آئی کہ محبت کے راستے سے پاؤں باہر نہیں نکالنا چاہئے چنانچہ اسی حالت میں وہ درِ حبیب پر بیٹھے رہے اور باقی زندگی کوئے جاناں میں گذار دی جب تک زندہ رہے روضہ شریف سے نہیں اٹھے اللہ اُن پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

مختصر یہ کہ ان کے تیسرے بیٹے جو ملازم ہو چکے تھے گجرات سے دہلی تشریف لائے اس وقت موسیٰ خاں شہنشاہ عالمگیر کے وزیر اعظم تھے گجرات کے باشندے حضرت شیخ قدس سرہٗ کے حالات اور کمالات سے واقف تھے انکے خلف نامدار نے درخواست دی جب یہ درخواست پہنچی تو موسیٰ خانصاحب نے سواری بھیجکر ان کو طلب کیا اور حالات دریافت کئے۔

صاحب زادہ نے فرمایا کہ میں حضرت شیخ کے ارشاد کے مطابق ملازمت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اسی وقت وزیر اعظم بادشاہ سلامت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صاحبزادہ کے آنے کی اطلاع دی حکم ہوا کہ رات کے وقت تنہائی میں انکو اپنے ساتھ لیکر آئیں۔ حکم کے مطابق موسیٰ خاں نے

خلوت میں بادشاہ وقت سے ملاقات کروائی بادشاہ سلامت نے پوچھا کہ آپ کس ارادہ سے دہلی تشریف لائے ہیں صاحبزادہ نے جواب دیا کہ حضرت شیخ نے مجھے نوکری تلاش کرنے کا حکم دیا ہے بادشاہ نے پوچھا کہ حضرت شیخ کسی تاریخ کو حرمین شریف کے لئے روانہ ہوئے تھے صاحبزادہ نے جواب دیا ۲۷؍رجب کو حضرت عالمگیر نے کہا کہ گجرات کے واقعہ نگار نے اُنکی روانگی کی تاریخ ۲۶؍رجب لکھی ہے۔ صاحبزادہ نے جواب دیا کہ اگرچکہ وہ ۲۷؍تاریخ تھی۔ لیکن چونکہ ۲۷؍تاریخ کی شب ہو چکی تھی۔ اس لحاظ سے اُس نے دن کا شمار کر کے ۲۶ تاریخ لکھی مقصد یہ ہے کہ شہنشاہ عالمگیر کا حافظہ، یادداشت اور خبرداری اس درجے تک پہنچی ہوئی تھی کہ اپنی سلطنت میں ہونے والے چھوٹے واقعہ کو بھی فراموش نہیں کرتے تھے۔ آجکل کے بادشاہ بڑے بڑے واقعات بھی بھول جاتے ہیں بادشاہوں کو اتنی غفلت نہیں کرنی چاہئے اور اس حد تک بے پروائی انکے شایان شان نہیں ہے۔ اس کے بعد شہنشاہ عالمگیر نے صاحبزادہ سے پوچھا کہ کیا آپکے پاس داغ دیئے ہوئے گھوڑے ہیں انہوں نے کہا کہ میں خرید لونگا۔ موسیٰ خان کو حکم ہوا کہ سرکاری خزانے سے ایک ہزار روپیہ دیا جائے اور سو روپے ماہانہ منصب مقرر کر دی جائے اور ان کی تعیناتی گجرات میں کیجائے تاکہ وہ اپنی والدہ کے پاس رہیں اور حاضری دیکر

والدہ کی محبت حاصل کریں۔ جاگیر کی اسناد تیار کر کے روانہ کی گئی اور پانچ سو روپے کے دو گھوڑے خرید کر انکو داغ دیا گیا انہوں نے پانچ سو روپے سفر پر خرچ کیئے اور والدہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور اسی رات اپنے عہدہ کا جائزہ حاصل کیا۔ ان واقعات کو سننے کے بعد کمترین رخصت ہوگیا۔ الحمد اللہ۔

مجلس سوم (تیسری مجلس)

اتوار ۶ ربیع الثانی ۱۱۳۲ھ بادشاہ رفیع الدرجات کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ انقلاب زمانہ اور موجودہ حالات اور واقعات پر گفتگو ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ اہل تحقیق کی نظر میں حالات لحہ بہ لحہ بدلتے رہتے ہیں۔ غور کیجیئے تو آپ کو محسوس ہوگا کہ کوئی نہر بہہ رہی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ پہلی نظر میں نظر آنے والا پانی نہیں ہوتا چونکہ ہم تیزی اور جلدی سے دیکھتے ہیں اسلئے اس کو سمجھنے میں غلطی کر جاتی ہیں اسی بات کو ایک دوسرے انداز میں اس طرح بیان کیا کہ چراغ کی لو دیکھنے والوں کو روشن نظر آتی ہے۔ لیکن وہ شعلہ جو پہلی بار روشن ہوتا ہے تو عالم فناء میں پہنچ جاتا ہے اور دوسرا شعلہ اسکی جگہ لے لیتا ہے۔ اس طرح فناء و بقا کسی فرق کے بغیر ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور دنیا کا خمیر اسی فناء اور بقا پر ہے اس گفتگو کے سننے کے بعد کمترین رخصت ہوگیا الحمد اللہ۔

مجلس چہارم (چوتھی مجلس)

جمعرات ۱۰؍ربیع الثانی ۱۱۳۲ھ قدم بوسی کی دولت حاصل ہوئی آئندہ کا وعدہ کیا گیا ۹؍ربیع الثانی کو فرخ سیر کی بجائے رفیع الشان شیر بہادر شاہ مرحوم کے بیٹے رفیع الدرجات تخت نشین ہوئے انہوں نے اس کمترین سے پوچھا کہ آپ کو رفیع الدولہ کے حالات معلوم ہیں۔ میں نے چند واقعات بیان کیے تو فرمایا کہ ہم نے بھی یہی ہے۔اس وقت میں نے عرض کیا کہ بادشاہ حال کا سکہ شعر کی صورت میں تیار ہو گیا ہے اور وہ یہ ہے

زد سکہ بہند باہزاراں برکات
شاہنشہ بحر و بر رفیع الدرجات

(ہندوستان میں ہزار برکتوں کے ساتھ بحر و بر کے شہنشاہ رفیع الدرجات نے اپنا سکہ جاری کیا) فرمایا کہ آپ کا قول مدلل ہے۔اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کی دہشت سے دنیا کا خمیر بنایا گیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء صفاتی بھی ہیں۔ جو وہی اثر رکھتی ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام اور صفاتی نام ایک دوسرے سے جوڑے ہوئے ہیں۔رفیع الدرجات میں اللہ تعالیٰ کا نام شامل ہے۔ اور یہ انسان کی شکل میں اسم صفت ہے اس اسم کی وجہ سے انسان کو فائدہ پہنچتا ہے یہ اسم ایک مضبوط امید رکھنے والا نام ہے اور اس نام کی برکت سے کچھ دنوں میں انسانوں کی ایک بڑی جماعت کامیاب ہوگی۔رعایا حفاظت کے ساتھ پر امن زندگی بسر

کر یگی ۔ حاضرین مجلس نے عوام کی بھلائی اور بادشاہ کے استقلال کیلئے فاتحہ پڑھی جب فاتحہ ختم ہوئی تو آپکا چہرہ مبارک پر مسرت ظاہر ہوئی انہوں نے فرمایا کہ اگرچہ کے بغاوت کے آثار نظر آتے ہیں ۔ لیکن عوام کی طرف سے دشمن کو شکست ہوگی ۔ تمام اہل محفل کو یقین ہوگیا کے اس بادشاہ کا زمانہ گذرے ہوئے بادشاہوں کے مقابلہ میں بہترین ہوگا اللہ کی مخلوق کو بہت سے فائدے حاصل ہونگے ۔ اس گفتگو کو سننے کے بعد کمترین رخصت ہوگیا ۔ الحمداللہ ۔

مجلس پنجم (پانچویں مجلس)

جمعہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۱۳۲ھ حضرت شاہ کلیم اللہؒ کی قدمبوسی کی دولت حاصل ہوئی ۔ انہوں نے خاکسار سے پوچھا کہ آپ نے جمعہ کی نماز کس مسجد میں ادا کی میں نے عرض کیا جامع مسجد دہلی میں ۔ آج بادشاہ عالم رفیع الدرجات بھی نماز کیلئے تشریف لائے تھے ۔ بادشاہ سلامت کے نام کا خطبہ پڑھا گیا ۔ نواب قطب الملک یمین الدولہ نواب امیر الامراء سپہ سردار وغیرہ اور بڑے بڑے امراء اور قابل احترام خواتین نے تسلیمات اور کورنش بجالائی اور مبارکباد پیش کی ۔ جامع مسجد کے خطیب کو خلعت عطا کی گئی ۔ حاضرین

میں سے ایک عزیز نے بیان کیا کہ جس دن بادشاہ بابرکات رفیع الدرجات تخت سلطنت پر بیٹھے اسی وقت سے مرہٹہ فوجیں بغاوت کا انتظار کر رہی تھی۔وہ چاہتے تھے کہ بغاوت کا آغاز شہر دہلی سے کیا جائے اور اس کو تباہ کر دیا جائے۔جیسے ہی بغاوت کا آغاز ہوا شہر کے لوگوں نے مقابلہ کر کے اس بغاوت کو کامیاب نہیں ہونے دیا اس بغاوت میں کافی جانی نقصان ہوا۔بے شک غیبی مدد سے یہ بغاوت کامیاب نہیں ہوسکی۔اور باغی بھاگنے پر مجبور ہوگئے۔دوسرے ایک عزیز نے بیان کے کہ اس مقدس شہر میں ایک ولی دفن ہیں۔انہوں نے وصیت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد مجھے گہری قبر بنا کر دفن کیا جائے تا کہ میری ہڈیاں قبر میں محفوظ رہیں۔حق سبحانہ تعالی دہلی کو تمام آفات 'مہلکات' ومکروہات سے محفوظ رکھے۔ایک اور عزیز نے عرض کیا کہ حضرت ولایت مآب قطب الاقطاب شاہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی رسالے میں ایک واقعہ پڑھا ہے فی الحال انکا نام یاد نہیں ہے۔انہوں نے تحقیق کے ساتھ فرمایا کہ انکے وجود کی وجہ سے اللہ تعالی نے فضل عام کیا اور اپنے بندوں کو تباہی اور غارت گیری سے بچایا اور انجام اچھا ہوا۔حاضرین میں سے ایک نے عرض کیا کہ اس وقت حضرت (شاہ کلیم اللہ سلمۃ اللہ تعالی) کی ذات مبارک اس شہر کے باشندوں کیلئے نجات کا سبب ہوسکتی ہے انہوں نے سر جھکا کر انتہائی عاجزی

اور انکساری کے ساتھ اس بات کا اعتراف کیا اس کے بعد کمترین رخصت ہوا۔

مجلس ششم (چھٹی مجلس)

پیر ۱۴/ربیع الثانی ۱۱۳۲ھ حضرت شاہ کلیم اللہ کی قدمبوسی کی سعادت حاصل ہوئی ایک مرید حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ بڑی مدت کے بعد تمہارا آنا ہوا۔ اس نے عرض کے کہ میں بیماری کی وجہ سے قدمبوسی سے قاصر رہا۔ آپ نے بیماری کے بارے میں دریافت فرمایا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نقرس کے مرض میں مبتلا تھا آپ نے فرمایا کہ میں بھی اسی بیماری میں مبتلا ہوں تم نے کونسا علاج کیا تھا جس سے فائدہ ہوا اس نے عرض کیا کہ مجھے جلاب سے فائدہ ہوا اور میں ایک طشت کو گرم پانی سے بھر کر اسمیں اپنے دونوں پاؤں رکھتا تھا اس سے درد دور ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی جلاب لیا ہے اور سر بہ کہ پتوں کو انگور کے سرکہ میں پیس کر لیپ کیا اللہ کے فضل سے بہت فائدہ ہوا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ کتنے دن میں آپ کے پیروں کی تکلیف دور ہوئی آپ نے فرمایا کہ بہادر شاہ کی سلطنت کے ابتداء زمانے میں میں تفریح کیلئے جایا کرتا تھا پیدل آنے جانے کا اتفاق ہوتا تھا ایک دن گھر پہنچنے کے بعد درد ہونے لگا دوسرے روز درد

بڑھ گیا اور تکلیف میں بہت اضافہ ہوا۔ بعض عزیزوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ شاید آپ کے پاؤں میں موچ آ گیا ہے اور انہوں نے اس کا علاج شروع کر دیا ایک حکیم میری جان پہچان کا تھا اس نے معائنہ کے بعد نقرس تشخیص کیا جلاّب لینے اور مذکورہ لیپ لگانے سے صحت حاصل ہوئی۔ اس مرتبہ یہ درد چوتھی مرتبہ لوٹ آیا ہے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ میرے دونوں پاؤں میں تکلیف ہے آپ نے فرمایا کہ میرے بائیں پاؤں میں یہ درد ہوتا ہے اس مرتبہ میں نے زیادہ جلاب لیا تھا اسلئے ابھی تک اسکی کمزوری باقی ہے میں تیل کھٹا اور بادی چیزوں کا پرہیز کرتا ہوں اس شخص نے عرض کیا کہ میں نے بھی بہت دن پرہیز کیا اور پرہیز کرتے کرتے عاجز آ گیا اسلئے اب میں تمام چیزیں کھاتا ہوں آپ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرق النسا کی بیماری ہوگئی تھی یہ ایسا درد ہے جو بیٹھک سے شروع ہوتا ہے۔ اور تلوؤں تک پہنچتا ہے عرق النساء اور نقرس کا مادہ ایک ہی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام بہت کمزور ہو گئے ان کو اونٹ کا گوشت کھانے کی شدت سے خواہش ہوتی تھی انہوں نے دعا کی اور حکیم مطلق سے وعدہ کیا کہ اگر یہ تکلیف دور ہو جائے تو میں زندگی بھر اونٹ کا گوشت نہیں کھاؤ نگا۔ غیب کے خزانے سے انکو صحت کی دولت حاصل ہوئی اور اس کے بعد انکو یہ بیماری کبھی نہیں ہوئی حاضرین میں سے ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا مقصد

حاصل کرنے کیلئے کھانے پینے کی کسی چیز کو چھوڑ دینے کا اثر ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بہت سے لوگ اس طریقہ پر عمل کرتے ہیں۔ وہ اپنا مقصد حاصل کرنے کیلئے بیگن اور بعض دوسری چیزیں چھوڑ دیتے ہیں اور پھر برسوں نہیں کھاتے ہیں اور جب مقصد حاصل ہو جاتا ہے تو فقیروں اور غریبوں میں تقسیم کر کے کھاتے ہیں۔ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے عمل کی وجہ سے ہے۔ جس پر اب بھی عمل کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد بادشاہ جہاں دار بابرکات رفیع الدرجات کا ذکر آیا کہ وہ بہت سمجھدار ہے اور ان کا طور طریقہ حضرت عالمگیر کے طور طریقوں سے ملتا جلتا ہے لیکن اگرچیکہ سادات کی وجہ سے یہ کام انجام پایا ہے لیکن دوستی اور مروت کے شان شایان نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اللہ قادر و قدیر کی قدرت پر کسطرح طنز کر سکتے ہیں اسلئے کہ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا اگرچیکہ ہر کام اللہ ہی کی مرضی اور حکم سے ہوتا ہے لیکن اس کا بہانہ دنیا پر ہوتا ہے ایک اور شخص نے عرض کیا کہ کل کسی شخص کی زبانی معلوم ہوا کہ نواب قطب الملک یمین الدولہ حضرت اقدس بادشاہ سلامت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم غلاموں کے دل میں ہرگز بغاوت کرنے اور سلطنت کو معزول کرنے کا ارادہ نہیں تھا لیکن بعض لوگوں کی سازش تھی کہ ہم جان نثاروں کو جان سے مار ڈالیں۔ اس لئے مجبوراً ہم نے اسی میں عافیت دیکھی کہ جو کچھ ہو رہا ہے اسکو قبول کرلیں

بادشاہ سلامت نے جواب میں فرمایا کہ ہم کو تخت سلطنت پر بٹھانا اور آپکو اس مقصد کیلئے آمادہ کرنا اللہ جل شانہ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا ثبوت ہے ۔ہم نے اس سے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شخص نے انگوٹھی لائی اور ہمارے ہاتھ میں دے دی اور کہا کہ یہ انگوٹھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہے اور غیب سے عطا ہوئی ہے۔ بیدار ہونے کے بعد ہم نے اس خواب کا تصور کیا۔ چند روز کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے ایک دربار میں حاضر کیا گیا ہے وہاں ایک کثیر مجمع حاضر تھا اور دربار میں سے ایک شخص اٹھا اور میرا ہاتھ ایک شخص کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا کہ یہ کام اُن صاحب کی مدد کی وجہ سے ہوا ہے معلوم ہوا کہ وہ حضرت صدیق اکبرؓ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ سلم کا حکم یہی تھا حضرت صدیق اکبر نے میرا ہاتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہہ کے ہاتھ میں دیا انہوں نے میرا ہاتھ حضرت امیر عثمانؓ کے ہاتھ میں دیا اور پھر انہوں نے میرا ہاتھ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی ہاتھ میں دیا ان سب نے مجھے ہاتھ پکڑ کر تخت پر بٹھایا ہوشیار ہونے کے بعد میں نے اس خواب کو تاریخ کے ساتھ ایک کاغذ پر لکھکر رکھدیا اس خواب کو دیکھے ہوئے مجھے تین مہینے گزر چکے ہیں اور اب اسکا اثر ظاہر ہوا اور اس سے میرے بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ تمام معاملات میں فاعل حقیقی یعنی اللہ تعالی کا تصور کرنا چاہیۓ اس وقت اس خادم نے عرض کیا کہ سید فیروز

علی خان آستاں بوسی کیلئے حاضر ہوئے ہیں انہوں نے حاضر ہونے کے بعد عرض کیا کہ حضرت نظام الملت والدین سلمہ اللہ تعالی نے آپ کو سلام کہا ہے، اور قدمبوسی کی خواہش کی ہے حضرت نے فرمایا اللہ اُنکو سلامت رکھے۔ حاضرین میں سے کسی شخص نے فیروز علی خان سے پوچھا کہ کیا انہوں نے کوئی خط بھی دیا ہے فیروز علی خان نے کہا کہ زبانی پیغام دیا ہے۔ حضرت شاہ کلیم اللہ نے فرمایا کہ خط کی کیا ضرورت ہے وہ بذات خود خط ہیں اور پھر اپنا چہرہ مبارک اس خاکسار کی طرف کر کے فرمایا کہ حضرت نظامِ الدین کا دوسرا خط یہ صاحب ہیں ان لوگوں کے ساتھ خط کی کوئی ضرورت نہیں ہے حضرت کی اس عزت افزائی کی وجہ سے مجھے انتہائی خوشی ہوئی اور اس عنایت پر میرا دل بھر آیا کہ حضرت شاہ کلیم اللہ کو حضرت نظام الدین سے کتنی قربت اور مقبولیت ہے کہ اس درگاہ کے خاکساروں کو اس احترام کے ساتھ عزت بخش رہے ہیں۔

خورشید کجا ذرۂ آوارہ کجا

آرے تو کجا و من بیچارہ کجا

(کہاں خورشید اور کہا آوارہ ذرہ آپ کی ذات گرامی کہاں اور میں بیچارہ کہا ہوں یعنی آپ کے مقابلے میں میری کیا حیثیت ہے۔) اس گفتگو کے بعد میں رخصت ہوا الحمد اللہ

مجلس ہفتم (ساتویں مجلس)

جمعرات ۱۷ ربیع الثانی ۱۱۳۲ھ حضرت شاہ کلیم اللہ کی قدمبوسی کی دولت حاصل ہوئی۔ غریب نواز حضرت نظام الدین کا جو خط اورنگ آباد سے آیا تھا وہ ان کی خدمت میں پیش کیا خط کا مطالعہ کرنے کے بعد میری طرف عنایت فرمائی عقیدت سے بھرا ہوا خط میرے ہاتھ میں دیا۔ اسکے پڑھنے سے مجھے بہت خوشی ہوئی خط میں لکھا تھا کہ اس درگاہ کا غلام بھائی خواجہ محمد نورالدین دہلی آکر والا جناب کی قدمبوسی کا خواہشمند ہے اس سفارش سے میرا سر بلند ہوگیا۔ اور خوشی کے مارے مجھ پر رقت طاری ہوگئی۔ اس خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ فلاں شخص فرض نمازوں کی ادائیگی میں غفلت برت رہا ہے اور تاکید کے باوجود اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے۔

حضرت نے اپنا چہرہ مبارک میری طرف کر کے فرمایا کہ شہر طوس میں ایک شخص تھا جسکا نام احمد یا محمد تھا۔ ایک دن اس کے شوق و ذوق نے اتنی شدت کی کہ وہ گھر سے باہر نکلا اور اس پانی میں جو سردی کی وجہ سے برف بن چکا تھا کود گیا۔ انسان ہونے کی وجہ سے اس پر کمزوری غالب آگئی اور وہ مرنے کے قریب ہوگیا غیب سے آواز آئی کہ احمد کیوں اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہے باہر نکل آ اس بزرگ نے کہا کہ میں اس وقت تک باہر نہیں آؤں گا جب تک کہ مجھے اپنا مرتبہ معلوم نہ ہو جائے حکم ہوا کہ حساب کتاب کے بغیر جنت میں

داخل کیا جائیگا۔ بزرگ نے کہا مجھے منظور نہیں ہے آواز آئی کہ اکثر لوگوں کو تمہاری دعا سے جنت عطا کی جائیگی کہا یہ بھی منظور نہیں ہے جواب آیا کہ اکثر اولیا تمہارا مرتبہ دیکھکر رشک کرینگے کے کاش ہم مٹی ہوتے اور احمد کے پاؤں ہم پر پڑتے اس بزرگ نے کہا مجھے یہ بھی منظور نہیں آواز آئی کہ ہمنے تم کو خلعت معشوقی عطا کی باہر آؤ۔ شیخ خوش ہو گئے اور عرض کیا کہ اب میں ایاک نعبد وایاک نستعین کس طرح پڑھ سکتا ہوں۔آواز آئی کہ کچھ دیر صبر کرو ہم تم کو اس بھنور سے نکالتے ہیں۔ وہ بزرگ اسی وقت فاطر العقل دیوانہ ہو گئے اور شرعی حکم کی حد فاطر العقل دیوانے پر قابل مواخذہ نہیں ہوتی۔ حضرت نے اس کے بعد فرمایا کہ قبولیت ایک ناز ہے جو پہلے ناز بردار تک پہنچتی ہے اس مقام پر پہنچنے کے بعد ہی ناز کرنا چاہیئے۔اسکے بعد آپ نے یہ واقعہ سنایا کہ حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر شہر طوس تک پہنچے۔ باہر ہی رک گئے اور شہر میں داخل نہیں ہوئے ۔ خادم کو معشوق طوسی (جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے) کے پاس روانہ کیا کہ میں آپ کی اجازت کے بغیر شہر میں داخل نہیں ہوسکتا جب سلطان کا خادم شیخ احمد طوسی کے پاس پہنچا اور پیغام پہنچایا تو شیخ نے فرمایا'' آیئے آیئے'' جب ان کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے تو ان کی اجازت حاصل ہوگئی خادم کے پہنچنے سے پہلے ہی سلطان کو نور باطن سے اجازت کا علم ہو گیا اور وہ شہر میں داخل ہو گئے خادم نے شہر کے

بیچوں بیچ معشوق طوسی کا پیغام پہنچایا اسکے بعد چند روز سلطان علیہ الرحمہ نے مسند وعظ پر بیٹھکر خلق خدا کو نصیحت فرمانا شروع کی تھوڑی ہی مدت میں انکی تقریر کا اتناز بردست اثر ہوا کہ اکثر لوگوں کی روح پرواز ہوگئی اور وہ دنیا سے رخصت ہو گئے تقریر سننے کیلئے لوگوں کا ہجوم اتنا بڑھ گیا کہ انکو عیدگاہ میں مجلس وعظ منعقد کرنا پڑی کسی شخص نے سلطان کی مجلس کا ذکر معشوق طوسی کی محفل میں بیان کیا شیخ احمد قدسرہ نے فرمایا کہ کل ہم بھی مجلس وعظ میں حاضر ہونگے وعدے کے مطابق معشوق طوسی مجلس وعظ میں حاضر ہوئے سلطان ممبر پر آئے اور اپنا وعظ شروع کیا تو شیخ طوسی دروازے سے باہر آئے اور اپنے کمر بند میں گرہ لگائی اور دوسرے دروازے سے چلے گئے سلطان کی زبان بند ہوگئی اُسی وقت وہ ممبر کے نیچے اُتر کر آئے اور معشوق طوسی کے پیچھے فریاد کرتے ہوئے دوڑے اُنہوں نے کہا کہ ائے معشوق اپنے کمر بند کی گرہ کھول دو اسلئے کہ اسکی وجہہ سے غیبی فوائد بند ہو گئے ہیں عرش اور کرسی اس گرہ کے حلقے میں آگئے ہیں معشوق طوسی نے اپنے کمر بند کی گرہ کھول دی سلطان علیہ الرحمہ واپس آئے اور منبر پر بیٹھ گئے وعظ شروع کیا اسطرح صاحب اقتدار لوگ شرعی عذر کے بغیر نماز نہیں چھوڑ سکتے اس کے بعد فرمایا کہ نماز کی ادائی نمازی کو بے حیائی اور منع کیئے ہوئے کاموں سے دور رکھتی ہے۔ حاضرین میں سے کسی شخص نے عرض کیا کہ کتاب فصوص جو مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے فرخ

سیر کے کتب خانے میں موجود تھی انھوں نے اپنی حکومت کے زمانے میں ایک ایسے شخص کو وہ کتاب انعام میں دے دی جو اس کے لائق نہیں تھا۔ پھر فرمایا کہ جو کتاب مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہو وہ دو خوبیاں رکھتی ہے۔ پہلی یہ کہ ان صاحب کا ہاتھ اکثر اس کتاب کو چھوتا رہا ہے۔ اور اس لحاظ سے وہ تبرک ہے دوسری یہ کہ اس کتاب کے صحیح ہونے پر کامل اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ یہ اولیاء اللہ کا مخصوص کلام ہے۔ جس سے فیوضات حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اپنا چہرہ مبارک مجھ کمترین کی طرف کر کے پوچھا کہ کیا آپ کے مرشد حضرت نظام الملّت والدین کے کتب خانے میں یہ کتاب موجود ہے میں نے عرض کیا کہ اس کتاب کی دو جلدیں تھیں۔ ایک شخص مانگ کر لے گیا اور واپس نہیں لایا دوسری کتب خانے میں موجود ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ کتاب کی تالیف مصنف کی یادگار رہتی ہے۔ اگر تالیف اچھی ہو تو مصنف کا نام زندہ رہتا ہے۔ اسی طرح مرشد کے مرید کا بھی حال ہے اگر مرشد کو ایک بھی اچھا مرید ملے تو اس کی وجہ سے سلسلے کی رونق میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کی شہرت تمام شہروں میں پھیل جاتی ہے۔ اسی طرح اگر پوری غزل میں صرف ایک شعر کا مضمون عمدہ ہو تو کافی ہے شاعروں کی اصطلاح میں اس کو بیت الغزل کہتے ہیں آپ نے یہ ساری باتیں نہایت خوشی اور خوش وقتی کے ساتھ بیان فرمائیں کہ خاکسار کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ آپ اس پردے میں حضرت بندہ نواز

(نظام الدین اولیاء) کی تعریف فرما رہے ہیں۔ اس لئے کہ ولایت مآب حضرت شاہ کلیم اللہ کے مریدوں میں ایسا کوئی مرید ظاہر نہیں ہوا۔ جس کی شہرت ساری دنیا میں ہوئی ہو یہ جناب حضرت غریب نواز (حضرت نظام الدین اولیاء) کی محبت اور میری عقیدت کا نتیجہ تھا کہ حضرت کلیم اللہ کے چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہوتے تھے۔ میں نے بار بار غور کیا کہ جب کبھی حضرت نظام الملت والدین کے نام کا ذکر ہوتا تھا تو ان کے چہرے پر بے انتہا خوشی اور خوش وقتی ظاہر ہوتی ہے۔ جی ہاں حبیب کا ذکر حبیب کے لئے ایسا ہی ہوتا ہے۔ ان دو صاحب کمال بزرگوں کے درمیان جو محبت اور خلوص تھا اس خاکسار نے اپنی آنکھوں سے دیکھا قلم اس کو تحریر کرنے سے عاجز ہے۔ اللہ مجھے دونوں بزرگوں کی محبت عطا فرمائے اس گفتگو کے سننے کے بعد میں رخصت ہو گیا۔ الحمد اللہ۔

مجلس ہشتم (آٹھویں مجلس)

جمعہ ۱۸/ربیع الثانی ۱۱۳۲ھ قدمبوسی کی دولت حاصل ہوئی۔ آج ایک مخلص عزیز حاضر ہوا اس نے نذرانہ پیش کیا۔ اسکے بعد حالات دریافت کیئے کہ بادشاہ کے تبدیل ہونے کا علم تم کو کب ہوا۔ اسنے عرض کیا کہ گذشتہ

روز دوپہر کو اسی مہینے کے بدھ کے دن ۹ر (نو) تاریخ کو یہ خبر شائع ہوئی زبردست ہنگامہ برپا ہوا تھا اور ایک بڑا فتنہ کھڑا ہو گیا تھا لیکن اللہ کے فضل و کرم سے اس پریشانی کی خبر کیساتھ بادشاہ دین پناہ بابرکات عالی درجات کی تخت نشینی کی خوشخبری بھی عوام کے کانوں تک پہنچی۔ یہی روئداد ہے اور فساد بہت زیادہ ہوا کمترین نے عرض کیا کہ یہ صاحب جس مقام سے آرہے ہیں وہ دہلی سے کتنے فاصلے پر ہے آپ نے فرمایا کہ چھتیس (۳۶) میل کے فاصلے پر ہے خاکسار نے عرض کیا کہ اس غلام کا قاصد آگرہ سے جو اسی (۸۰) میل کے فاصلے پر ہے۔ گیارہ تاریخ کو جمعہ کے دن صبح کے وقت روانہ ہوا تھا۔ شہر کے باہر اسکی ملاقات ایک اور قاصد سے ہوئی اور اس نے یہ خبر پہنچائی۔ چھ گھنٹے کے عرصے میں یہ خبر اسی میل دور پہنچ گئی حیرت کا مقام ہے اس شخص نے عرض کیا کہ آجکل بہت سے لوگ امیر الامراء حسین علی خاں کے ہمراہ اورنگ آباد سے آئے ہوئے ہیں انکے ذریعے حضرت نظام الملک والدین کی خیریت کی خبر بھی پہنچی ہوگی اور حضرت غریب نواز نظام الدین کا خط بھی آپ کی نظر سے گزرا ہوگا حضرت شاہ کلیم اللہ نے خوش ہو کر فرمایا کہ انکے خطوط تو مسلسل آتے رہتے ہیں لیکن ایک ایسا شخص آیا اور ہم سے ملاقات کی جسکے دیکھنے سے دل کو اتنا سکون حاصل ہوا کہ گویا ہم نے شیخ کو دیکھ لیا اُس شخص نے عرض کیا کے کیا مجھے اُس شخص کا دیدار میسر آسکتا ہے آپ نے اپنا چہرہ مبارک

اس کمترین کی طرف کر کے انتہائی خوشی کے ساتھ اپنے ہاتھ سے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہی ہیں محمد کامگار جو محمد نورالدین کے بھائی ہیں اور ہمارے شیخ انہی کی حویلی میں رہتے ہیں۔ یہ دونوں بھائی نہایت معروف اور مشہور ہیں اس بے اندازہ عنایت اور فضل کی وجہ سے اس خاکسار کی انتہائی حوصلہ افزائی ہوئی اور جناب حضرت ولایت مآب شاہ کلیم اللہ کیلئے دل میں شوق تازہ اور ذوق بے اندازہ پیدا ہوا اور بے اختیار آنکھوں سے آنسوں بہنے لگے میں اپنے آپ کو اس عزت افزائی کے قابل نہیں سمجھتا تھا مجھے ایک عجیب دولت حاصل ہوئی اور میری حالت بھی عجیب ہوگئی۔ جی ہاں اس درگاہ کی بے نیازی کا طریقہ یہی ہے کہ نالائقوں کو بلا وجہ لیاقت کی پوشاک پہناتے ہیں اور لائق لوگوں کو ذلت کی خاک پر بٹھاتے ہیں بغیر کسی وجہ کے کسی کو دولت حاصل ہو جاتی ہے ایسا کیوں ہوتا ہے یہ صرف اللہ بہتر جانتا ہے اللہ تعالیٰ کی عطا کے لئے قابلیت کی شرط نہیں ہے بلکہ اسکی عطا کی قابلیت کی شرط ہے۔ کیونکہ بے حقیقت اس معشوق کی درگاہ کا کتا ہے اور اسکی گردن میں محبت کا پٹا بندھا ہوا ہے اسی لئے اس پر یہ خاص مہربانیاں ہیں۔ جب یہ شخص کتا بن گیا تو نجم الدین کے کتوں کا سردار بن گیا اور اس کے بغیر کسی محنت کے دنیا اور عقبیٰ کی دولت حاصل ہوئی۔ ع (مصرع) ہر کہ لائق دید خود در الائق ایں کار نیست (جو بھی اپنے آپ کو بہت عقلمند سمجھتا ہے وہی اُس کام کے لئے نا اہل ہے۔)

غریب نواز حضرت خواجہ نظام الدین کا مرتبہ دیکھنے کے قابل ہے اور ان کی مقبولیت پر غور کرنا چاہئے کہ ان کی درگاہ کے کتوں میں سے ایک کتا اس دربار میں اتنی عزت و تعظیم تک پہنچا۔

من خاک کف پائے سگ کوئے کسے ام

کو خاک کف پائے سگ کوئے تو باشد

(میں کسی اور شخص کے کتے کے پاؤں کی دھول ہوں ۔ اور وہ آپ کے کوچکے کتے کے پاؤں کی دھول ہے۔) وہ صاحب اٹھے اور مجھ فقیر سے عاشقانہ انداز میں بغلگیر ہو گئے۔ حضرت شاہ کلیم اللہ ایک گھنٹے کے بعد اٹھے اور اس مجلس مبارک سے حاضرین کو رخصت فرمایا۔ اس کمترین سے فرمایا کہ آج جمعہ کی نماز کے بعد کھانا کھا کر جایئے۔ میں نے عرض کیا کہ میں اسی درگاہ کا نمک خوار ہوں اگر حکم ہو تو یہیں رک جاؤں اور آپ کے خوان نعمت سے فیض یاب ہو کر اپنی عزت میں اضافہ کروں حکم ہوا کہ دوستوں کے ساتھ کھانا چاہئیے ۔ میں نے ولی نعمت کی اس عنایت پر سجدۂ شکر بجالایا اور اجازت لی۔ الحمد اللہ

مجلس نہم (نویں مجلس)

اتوار ۲۰ ربیع الثانی ۱۱۳۲ھ قدمبوسی کی دولت حاصل ہوئی حضرت شاہ کلیم اللہ تفسیر مدارک اور بیضاوی شریفین کا درس دے رہے تھے تمام علماء

حاضر تھے اور استفادہ کر رہے تھے آپ نے فرمایا حضرت رسالت مآب ﷺ مدینہ منورہ سے کافروں کے لشکر کی سرکوبی کیلئے روانہ ہوئے وہ تجارت کرنے والوں کی جماعت تھی جو قیمتی ساز وسامان لے کر مکہ شریف جارہی تھی مکہ کے سردار ابوجہل وغیرہ کو مسلمانوں کی فوج کی اطلاع ملی وہ تاجروں کی مدد کیلئے ایک بڑی جماعت کو لیکر پہنچے تاجروں کی جماعت مکہ کے قریب پہنچ چکی تھی اس خبر کے سننے کے بعد حضرت رسالت مآب ﷺ نے غازیان اسلام سے مشورہ فرمایا کہ ہمکو تاجروں کی طرف جانا چاہئے جن کی فوج بہت مختصر ہے یا ابوجہل کی سرکوبی کرنی چاہئے جس کے پاس فوج کی ایک بڑی تعداد ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت نے مال غنیمت پر نظر کی جو بہت زیادہ تھا۔ اور فوج بھی کم تھی اسلئے حضور ﷺ کو مشورہ دیا کہ ہم کو تاجروں کی طرف روانہ ہونا چاہئے۔ رسول ﷺ کی غور کردہ رائے کا یہ تقاضہ تھا کہ ابوجہل وغیرہ کفار کی سرکوبی تاجروں کے مال غنیمت کے مقابلے میں بہتر ہے۔ جب یہ مشورہ جاری تھا تو جبرئیل امین رب جلیل جل جلالہو کی وحی لیکر حاضر ہوئے کہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ اے محمد ﷺ آپ کو اختیار ہے کہ آپ ابوجہل کا مقابلہ کریں یا تاجروں کی جماعت سے جنگ کر کے مال غنیمت حاصل کریں آپ دونوں میں سے جسے چاہے پسند فرماسکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی عالی ہمتی اور بہادری کے تقاضے کے تحت ابوجہل کی جماعت سے مقابلہ کرنا

پسند فرمایا غیبی اشارہ اور تائیدِ الہیٰ کے ساتھ ابو جہل کی فوج کی طرف توجہ فرمائی۔ اہل تفسیر لکھتے ہیں کہ اس وقت آنحضرت ﷺ کے ہمراہ صرف تین سو غازیاں اسلام تھے ان کے منجملہ چھ سوار اور چند زرہ پوش تھے۔ جب ابو جہل نے سنا کہ حضور تاجروں کے قافلے کو چھوڑ کر میری فوج کی طرف آرہے ہیں تو بہت خوش ہوا اپنی فوج کی کثرت کے غرور میں مسلمانوں کے مقابلے کے لئے دوڑا۔ تھوڑی دیر میں جنگ شروع ہوگئی۔ آنحضرت صلعم نے کافروں کی فوج کی کثرت اور شان دیکھ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور استدعا کی کہ اگرِ مسلمانوں کی یہ جماعت جو اس جنگ میں میرے ساتھ ہے قتل کردی جائے تو میری امت میں سے کوئی ایسا شخص نہیں بچے گا جو تجھے سجدہ کرے اس وقت حضرت شاہ کلیم اللہ نے اپنا چہرہ میری طرف کر کے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کی یہ دعا رمز سے خالی نہیں ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ یہ ناز و نیاز کا معاملہ ہے اور اس کا انحصار محبت اور مرتبے پر ہے۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کی دعا قبول ہوئی حضرت جبرئیل و میکائیل فرشتوں کی ایک فوج کے ساتھ غازیان اسلام کی کمک اور مدد کے لئے پہنچ گئی اس فوج میں ایک ہزار فرشتے تھے اور ان کے ساتھ یہ دو بڑے فرشتے بھی تھے۔ اس وقت حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ روح الامین حضرت جبرئیل علیہ السلام اکیلے ہی کافی تھے ان تمام فرشتوں کی آمد اللہ تعالیٰ کی حکمت سے خالی نہیں تھی

حضرت نے فرمایا کہ ہاں یہی سچ ہے لیکن اللہ کی حکمت اور قدرت کاملہ کا مقصد فرشتوں کو بھیجنے سے یہ تھا کہ فرشتوں نے انسانی شکل اختیار کر لی تھی اور جنگی لباس پہن رکھا تھا۔ کافروں کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے قتل میں مشغول ہو جائیں کہ اچانک ان کی نظر اسلامی فوج کی شان وشوکت پر پڑی اور ان پر ھیبت اور دھشت طاری ہوگئی۔ کافروں کی فوج نے شکست کھائی اور کافروں کو معلوم ہوگیا کہ غازیان اسلام نے اس جنگ میں نمایاں کامیابی حاصل کی یہی جنگ جنگ بدر ہے۔ ابوجہل مکہ کے سرداروں کے ساتھ قتل ہوا اور اپنے عمل کی سزا پائی یہ فتح فتح مکہ کا پیش خیمہ تھی اس گفتگو کے سننے کے بعد کمترین نے اجازت لی۔ الحمد الله علی ذالك۔

مجلس دہم (دسویں مجلس)

پیر ۲۱ ربیع الثانی ۱۱۳۲ھجری۔ قدمبوسی کی دولت حاصل ہوئی کتاب شرح الصدور فی احوال صوتی والقبور کا مقابلہ فرمایا۔ مقابلے کے بعد عربی عبارت کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ آپ نے فرمایا۔ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے اکابر صحابہ کی ایک جماعت کو کافروں اور تاجروں کی سرکوبی کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ مقابلے کے بعد مقاتلہ شروع ہوا جس میں اکثر صحابی رضی

اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین شہادت کے درجے کو پہنچے کافروں اور تاجروں کی فوج کے ایک سردار لشکر اسلام کی طرف آیا اور عرض کیا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں مجھے کلمہ پڑھائیے۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ تم کو اسلام سے رغبت کیسے ہوئی۔ جواب دیا کہ میں مسلمانوں کے مقاتلہ میں شامل تھا جب میں نے ایک مسلمان کے سینے پر نیزہ مارا تو وہ نیزے کے ساتھ آسمان کی طرف چلا گیا۔ آسمان سے ایک تخت آیا فرشتوں نے اس شخص کو تخت پر بیٹھایا اور اوپر لے گئے یہاں تک کہ وہ تخت میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے مسلمانوں کی عظمت کا معائنہ کر لیا ہے اور اب چاہتا ہوں کہ اسلام سے مشرف ہو جاؤں۔ سردار لشکر نے تلاش کرنے کے بعد معلوم کرنا چاہا کہ مسلمانوں کی جماعت میں میدان جنگ میں کون کونسے لوگ قتل ہوئے۔ ایک ایک لاش کو غور سے دیکھکر پہچانا اور یہ دیکھا کہ کون سے صحابی اس اعلیٰ مرتبے پر پہنچے معلوم ہوا کہ وہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جن کی لاش میدان جنگ میں نہیں تھی وہ منافق سردار مسلمان ہو گیا اور مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو گیا۔ جب یہ کیفیت اور واقعہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بیان کیا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ عمار فلاں آسمان پر تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس بیان کے بعد حضرت شاہ کلیم اللہ نے فرمایا کہ تمام سابقہ انبیاء علیہم السلام کے معجزے آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات کے طفیل ظہور میں آئے۔ تمام انبیاء علھیم

السلام کے جسم مبارک زمین پر ساکن ہیں لیکن حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام اپنے جسم کے ساتھ اعلیٰ مقام پر تشریف لے گئے اور وہ وہیں ہیں اور یہ عروج بھی اللہ کے مقبولوں کا مرتبہ ہے جو رسول ﷺ کے عنایت سے کرامت کا ظہور ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس کتاب کی عبارت کو پڑھکر سنایا اور کہا کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالی عنہ پیچش کی بیماری سے رحلت کر گئے ان کے انتقال کے بعد ان کے بستر سے دو سفید کپڑے برآمد ہوئے وہ کپڑے ایسے تھے کہ کبھی کسی شخص کی آنکھوں نے نہیں دیکھے تھے اور اتنی نفاست سے بنے گئے تھے کہ کسی پارچہ باف نے کبھی نہ بنا ہوگا اس وقت حاضرین کو یہ معلوم ہوا کے یہ غیب سے آیا ہے ان کو اسی کپڑے کا کفن دیا گیا۔

جب ان کا جنازہ قبرستان لے جایا گیا تو قبر کو تیار پایا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ابھی کھودی گئی ہے ان کو اسی وقت اس قبر میں دفن کر دیا گیا اور ان کو شہادت کا مرتبہ عطا ہوا۔ جو شخص پیچس یا دیوار کے نیچے دب جانے سے یا پانی میں ڈوب جانے سے یا آگ میں جل جانے سے ھلاک ہوجائے تو وہ شہید ہے۔

علمائے حدیث نے شہادت کے سات سبب مقرر کئے ہیں اسی سلسلے میں خادم نے عرض کیا کہ کل مغرب کی نماز کے وقت آپکا ایک مرید حاضر ہوا تھا وہ پریشان نظر آرہا تھا آپ نماز کے بعد اندر تشریف لے جاچکے تھے وہ بہت دیر تک انتظار کرتا رہا اور اس کے بعد سلام کر کے رخصت ہوگیا۔ آپ نے فرمایا

کہ آپ کو ایسے عزیزوں سے جو بے وقت حاضر ہو جاتے ہیں معزرت کرنی چا ہئے پھر اپنا چہرہ مبارک کمترین کی طرف کر کے فرمایا کہ میں مغرب کی نماز کے بعد ایک دعا پڑھتا ہوں اور دعا کو اپنا معمول بنالیا ہے راستے میں بھی وہی دعا پڑھتا ہوا جاتا ہوں اندر جانے کے بعد سنت ادا کرتا ہوں سنت موکدہ فرض کے ساتھ جڑی ہوئی ہے اس کو تاخیر کئے بغیر اور کوئی بات یا لفظ زبان سے نکالے بغیر ادا کرنا چاہئے کمترین نے عرض کیا کہ غریب نواز حضرت خواجہ نظام الدین بھی مغرب کی نماز اسی طرح ادا فرماتے ہیں اور اس وقت وہ اپنے حجرے میں تشریف رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں وہ آپ ہی کی پیروی کرتے ہیں۔ اگر اس وقت کوئی شخص آتا ہے تو وہ بیٹھ جاتا ہے۔ آپ اس سے دو تین گھنٹے رات گزرنے کے بعد ملاقات کرتے ہیں۔ اس گفتگو کو سننے کے بعد میں نے اجازت لی۔ الحمد اللہ

مجلس یاذدھم (گیارھویں مجلس)

سینچر ۲۶ ربیع الثانی ۱۱۳۲ھ ہجری آستاں بوسی کی دولت حاصل ہوئی حضرت اندر تشریف رکھتے تھے کمترین کے آنے کی اطلاع پہنچی۔ آپ کے ساتھ کھانا کھانے کا امتیاز حاصل ہوا۔ میں نے آداب بجالایا تھوڑی دیر بعد آپ کے خانقاہ میں تشریف لائے میں نے شکر نعمت ادا کرنے کے بعد عرض

کیا کہ میں پچھلی جمعرات کو قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا تھا آپ نے فرمایا کہ ہم حضرت قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کی زیارت کے لئے گئے تھے ہم نے جمعہ کی نماز دہلی آکر ادا کی۔ اس کے بعد کتاب شرح الصدور کا درس شروع کیا چند ورق پڑھنے کے بعد اسکی عبارتوں کا ترجمہ کیا اور فرمایا کہ حضرت سید المرسلین علیہ السلام کی رحلت کے بعد پہلی سازش امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی تھی اس کے بعد مسلمانوں میں جتنا بھی آپسی خون خرابہ ہوا وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی وجہ سے ہوا۔ اولیاء اللہ میں سے ایک بزرگ نے اس واقعے کے بعد خواب میں دیکھا کہ دنیا اور عقبیٰ کو لاکر حاضر کیا گیا ہے اور دونوں کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی گئی ہے۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں خود اس دیوار کے ساتھ کھڑا ہوا تھا چند قدم چلنے کے بعد میں نے ایک جماعت بیٹھی ہوئی دیکھی میں نے ان سے پوچھا کہ آپ لوگ کون ہیں انھوں نے جواب دیا کہ ہم فرشتے ہیں آگے بڑھا تو ایک زینہ نظر آیا میں اس زینے کے اوپر چڑھ گیا میں نے دیکھا کہ ایک جوان اور ایک بوڑھے شخص وہاں بیٹھے ہوئے ہیں جوان حضرت مقدس رسول ﷺ تھے اور بوڑھے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تھے میں نے سنا کہ آنحضرت ابراہیم خلیل اللہ سے فرمارہے تھے کہ آپ میری امت کے حق میں دعا فرمائیں انھوں نے غصہ میں آکر کہا کہ میں اس امت کے حق

میں کیا دعا کروں جس نے اتنا برا کام کیا ہے۔ اُنھوں نے سعد حبیبؓ کی طرح کام کیوں نہیں کیا جو اُن کی نجات کا سبب ہوتا۔ میں حضرت ابراہیمؒ کی بات سننے کے بعد بیدار ہوا اور حضرت سعد حبیبؓ کے گھر کی طرف دوڑا اور اُن کے سامنے یہ خواب بیان کیا میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ نے حضرت عثمانؓ کے قتل کے سلسلے میں کونسا کام کیا ہے اور آپ کس کی جانب تھے انھوں نے جواب دیا میں غیر جانبدار رہا اور اللہ کا شکر ہے کہ یہی میری نجات کا سبب بن گیا۔ اس ولی کے درجہ کے بارے میں جنھوں نے یہ خواب دیکھا تھا بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سعدؓ نے ان کو نصیحت کی انھوں نے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس کوئی جائیداد ہے ولی نے جواب دیا نہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ اے عزیز جائیداد خرید اور اسکے منافع سے روزی حاصل کرو کہ اس وقت یہی کام سب سے بہتر ہے کیونکہ زمین اور سمندر دونوں میں فساد برپا ہو رہے ہیں۔ اس وقت حاضرین میں سے ایک شخص نے حضرت شاہ کلیم اللہ سے دریافت کیا کہ کیا اولیاء اللہ کے خواب سچے ہوتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ نیند کی حالت میں روح دونوں نکپڑیوں سے باہر نکل کر اطراف واکناف میں یا آسمان کی طرف جاتی ہے یہ روح سورج کی روشنی کی رفتار سے سفر کرتی ہے اور تمام دنیا پر چھا جاتی ہے حقیقت میں روشنی سورج سے جدا نہیں ہوتی اسی طرح چراغ کی روشنی بھی چراغ سے جدا نہیں

ہوتی ایک فرشتہ جو اس روح کا موکل ہوتا ہے جو چاہتا ہے وہ اس روح کو دکھا تا ہے۔ جو کچھ بھی عرش کے نیچے نظر آتا ہے اس کا اعتبار نہیں ہے اس لئے کہ آسمان کے نیچے جو کچھ ہے وہ شیطانوں کے تصرف سے خالی نہیں ہے۔ جو روحیں عرش اعظم تک پہنچ جاتی ہیں وہ کمال کے تحفے دیکھتی ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اس گفتگوں کے بعد حاضرین مجلس میں سے ایک شخص اٹھا اور اس نے عرض کیا کہ اس غلام کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کا نام رکھیں حضرت نے فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ چھ نام بہترین ہیں پھران کو گن کر بتایا ۱) عبداللہ ۲) عبدالرحمٰن ۳) محمد ۴) احمد ۵) حامد ۶) محمود ان چھ ناموں میں سے جو نام آپ کو پسند آئے وہی نام رکھئے اس شخص نے اور تمام حاضرین مجلس نے عبداللہ کے نام پر اتفاق کیا اس لئے کہ یہ نام جامع ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے تین سو سے زیادہ صحابہ کا نام یہی تھا لیکن ہر ایک کی کنیت الگ الگ تھی اور یہی کنیت ان کی پہچان تھی آپ دوسرے دن آیئے تا کہ آپ کے بیٹے کے لئے کنیت مقرر کی جائے۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ ماں باپ کو بیٹے کی بڑی تمنا ہوتی ہے اور وہ اس کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اپنے دل میں سوچ لیتے ہیں کہ اگر بیٹا ہوا تو اس کو فلاں نام سے موسوم کیا جائیگا اب جو کوئی ہمارے پاس اپنے بیٹے کا نام رکھوانے کے لئے آتا ہے تو ہم پہلے اس کی مرضی جان لیتے ہیں اور

پھر بچے کا نام رکھتے ہیں تا کہ اسکی مرضی کے خلاف نہ ہو اور ہم چھ دن کے بعد نام رکھتے ہیں اس شخص نے عرض کیا کہ عورتیں اس وقت تک بچے کو دودھ نہیں پلاتیں جب تک کہ اس کا نام نہ رکھا جائے یہ میں آنکھوں دیکھی بات عرض کر رہا ہوں حضرت نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خاکسار کو اس وقت غریب نواز حضرت نظام الدین کی بے اختیار یاد آئی کہ حضرت سلمہ اللہ تعالیٰ بھی چھ دن کے بعد اپنے مریدوں کے بچوں کے نام رکھتے ہیں سبحان اللہ یہ طریقہ کی پیروی اور اتباع اسی درجے میں ہونا چاہیے جو ہادئی وادئی حقیقت یعنے حضرت نظام الدین قدس سرہ رکھتے ہیں یعنی جملہ کاموں میں سے کوئی کام چاھے وہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو نہیں چھوڑتے اور یہی حضرت نظام الدین سلمہ اللہ تعالیٰ کے کمال کی دلیل ہے کہ وہ اپنے پیر کی پیروی کو لازمی سمجھتے ہیں لیکن یہ بات اور بھی زیادہ مشکل ہے کہ وہ مرید خود پیر ہو جائے اور اس طرح عمل کرے کہ دونوں کے عمل میں ذرہ برابر بھی فرق نہ ہو۔ اسی سلسلے میں صدقہ و خیرات کا ذکر نکل آیا حضرت نے فرمایا کہ غریبوں اور مسکینوں کو خیرات کرنا اور ان کو کھانا کھلانا بہت ثواب کی بات ہے اس کے بعد یہ واقعہ بیان فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا ایک ہاتھ ٹوٹ کر بیکار ہو گیا ہے دعا فرمائیے کہ پہلے کی طرح کام کرنے کے قابل ہو جائے امہات المومنین نے ہاتھ ٹوٹنے کی

وجہ دریافت کی اس نے کہا کہ میری ماں اور باپ دونوں بھی تھے میرا باپ مالدار اور سخی تھا اور میری ماں بخیل اور بدمزاج تھی ایک دن میرے باپ نے ایک گائے ذبح کی اور اس میں سے میری والدہ نے تھوڑا سا گوشت ایک فقیر کو دیا اور ایک دفعہ ایک پرانا کپڑا ایک مسکین کو خیرات کیا انھوں نے اپنی پوری زندگی میں یہی دو نیک کام کئے حکم قضاء سے والدین اس دنیا سے رخصت ہو کر عالم بقاء کی طرف کوچ کر گئے ۔ ایک رات میں نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک بڑے حوض کے کنارے کھڑے ہوئے ہیں اور پیاسے لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں میں گئی اور ان سے ملاقات کی میں نے ان سے اپنی ماں کا حال دریافت کیا انھوں نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں ہے میں چند قدم آگے بڑھی تو اپنی ماں کو دیکھا جو پیاسی بھی تھی اور برہنہ بھی اس نے اسی کپڑے سے اپنے اعضاء کو چھپایا تھا جو اس نے خیرات کئے تھے اور وہی گوشت کا ٹکڑا جو اس نے ایک فقیر کو خیرات کیا تھا اسکے ہاتھ میں تھا اس گوشت کے ٹکڑے کو کبھی وہ دائیں ہاتھ میں رکھتی اور کبھی بائیں ہاتھ میں جب اپنی ماں کو اس حالت میں دیکھا تو بہت اداس اور غمگین ہوئی جب میں نے اس سے حال دریافت کیا تو اس نے جواب دیا پیاس بہت زور کی لگی ہے میں پلٹ کر دوڑتی ہوئی باپ کے پاس پہنچی اور اسی حوض سے ایک برتن میں پانی بھر کر لائی میری ماں نے وہ پانی سیر ہو کر پیا اور اسکی طبیعت بحال ہوئی ۔ چند فرشتے

دور سے دوڑتے ہوئے آئے اور انتہائی ناراضی اور غصے سے پوچھا کہ اس کنجوس اور بخیل عورت کو کس نے پانی پلایا اس کا ہاتھ ٹوٹ جائے فرشتوں کی بد دعا سے میرا ہاتھ ٹوٹ گیا جب میں نیند سے بیدار ہوئی تو میرا ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ سخاوت کا مرتبہ اور کنجوس کی ذلت اس واقعہ سے معلوم ہوتی ہے۔ اس گفتگو سے استفادہ کرنے کے بعد کمترین رخصت ہوا۔ الحمد اللہ

مجلس دوازدھم (بارھویں مجلس)

پیر ۲۸ ربیع الثانی ۱۱۳۲ھ ہجری قدمبوسی کی دولت حاصل ہوئی۔ صبر کا ذکر نکلا حضرت نے فرمایا کہ ایک صاحب کمال بزرگ قبروں کی زیارت کے لئے گئے۔ چھ قبریں ایک دوسرے سے ساتھ ملی ہوئی تھی ان صاحب کو کشف قبور کا مرتبہ حاصل تھا انھوں نے دیکھا کہ تمام اہل قبور اللہ کے فضل و کرم سے خوش وخرم ہیں انھوں نے دریافت کیا کہ میں نے آپ لوگوں کی بہترین حالت کا معائنہ کیا ہے اب آپ یہ فرمائے کہ آپ تمام لوگوں میں سے کس کا مرتبہ زیادہ بلند ہے ان لوگوں نے جواب دیا کہ پاس والی قبر کے صاحب ہم سے زیادہ اچھی حالت میں ہیں وہ ولی اس قبر پر پہنچے اس قبر میں سے ایک

جوان برآمد ہوا جس نے بہت عمدہ لباس پہن رکھا تھا وہ بہت خوبصورت بھی تھا اسکی پیشانی چمک رہی تھی اور رحمت الہیٰ ظاہر ہو رہی تھی ۔ ولی نے جوان کو سلام کیا جوان نے سلام کا جواب دیا انھوں نے دریافت کیا کہ اے جوان تم نے بہت کم عمر پائی اور اس چھوٹی عمر میں اتنی نیکی کے کام مثلاً روزہ نماز اور حج اور زکوٰۃ وہ تم سے کیسے ادا ہوئے کہ تم کو اتنا بڑا مرتبہ حاصل ہوا جوان نے جواب دیا کہ اے شیخ آپ نے جتنی عبادتیں گنائیں ہیں ان میں سے میں نے زندگی میں کوئی عبادت نہیں کی لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے دنیا میں مصیبتوں میں گرفتار کر دیا تھا میں نے ان مصیبتوں پر صبر کیا انتقال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے صبر کا انعام عطا فرمایا یہ اونچا مرتبہ میں نے دنیا کی بلاؤں پر صبر کرنے کی وجہ سے پایا اسی طرح کے کچھ اور واقعات بیان فرمائے۔

حضرت نے فرمایا کہ تمام انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نبوت کے مرتبے میں برابر ہیں جسطرح تمام انسان انسان ہونے کی حیثیت سے مساوی ہونے کا درجہ رکھتے ہیں اس بیان کی تصدیق انا بشر مثلکم سے ہوتی ہے لیکن اعمال کی وجہ سے درجوں میں فرق واقع ہو جاتا ہے۔

ایک دن حضرت داؤد علیہ السلام نے مناجات کے وقت اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ تیری بارگاہ بے نیاز میں نیاز مند بندے کا کونسا عمل زیادہ

مقبول ہے حکم ہوا کہ بلا پر صبر کرنا حضرت داؤد علیہ السلام نے درخواست کی کہ یا اللہ جب یہ بات تیری رضا کا سبب ہے تو مجھے بلاؤں ں میں مبتلاء کر اور صبر کی توفیق عطا فرما تا کہ میں ان بلاؤں کو برداشت کوسکوں چند روز بعد اپنے عبادت خانے میں بیٹھے ہوئے تلاوت میں مصروف تھے اچانک ایک خوش رنگ پرندہ جس کی آنکھیں یاقوت کی تھیں اور وہ چونچ سے لیکر دم تک ہیرے جواہرات سے مالا مال تھا نزدیک آ کر بیٹھ گیا عین تلاوت کے درمیان ان کی نظر اس پرندے پر پڑی چونکہ وہ پرندہ قریب تھا اس لئے ان کی دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس کو پکڑنا چاہیے۔ کتاب کو جز دان میں لپیٹ کر رکھا اور اس پرندے کو پکڑ نے کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا جیسا کہ جنگلی پرندوں کی عادت ہے وہ پرندہ بھی بھاگا اور چند قدم دور جا کر بیٹھ گیا حضرت داؤد علیہ السلام اس کو پکڑنے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھے اور پھر اپنا ہاتھ آگے بڑھایا وہ پرندہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا اور وہ بھی اس کے ساتھ آگے پیچھے جاتے یہاں تک کہ وہ مکان کی منڈیر پر بیٹھ گیا داؤد علیہ السلام بھی اس کو پکڑنے کے لئے وہاں پہنچے اسی آزمائش کے وقت میں حضرت داؤد علیہ السلام نے اس پرندے کو تلاش کرنے کی نیت سے نظر دوڑائی اچانک ان کی نظر ایک عورت پر پڑی جو غسل سے فارغ ہوکر برہنہ بیٹھی ہوئی تھی اس عورت نے جب حضرت داؤد علیہ السلام کو دیکھا تو اپنے بال کھول کر پھیلا دیے اس کے بال

اتنے بڑے تھے کہ ان سے اس کا پورا بدن ڈھک گیا۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام نے اتنی خوبصورت اور لمبے بال والی عورت کو دیکھا تو ان کے دل سے عاشقانہ آہ برآمد ہوئی حضرت داؤد علیہ السلام بے اختیار عبادت خانے سے باہر تشریف لائے اور اس پڑوسن کے بارے میں دریافت فرمایا لوگوں نے بیان کیا کہ یہ فلاں شخص کی بیوی ہے اور وہ سپاہی مسلمانوں کی فوج کیساتھ جنگ کے لئے گیا ہوا ہے۔ مفسرین علیہ الرحمتہ نے اس مقام پر بہت ہاتھ پاؤں مارے اور عبارت آرائی کی بعد میں بیان کیا کہ وہ عورت اس شخص کی بیوی تھی بعض بیان کرتے ہیں کہ ابھی اس عورت کی سپاہی کے ساتھ نسبت طے ہوئی تھی اور ابھی شادی نہیں ہوئی تھی مختصر یہ کہ وہ سپاہی جنگ میں شہید ہوگیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس معشوقہ دل رُبا کو اپنے عقد نکاح میں لایا اور وہ آنیوالی مصیبت سے بے خبر تھے ان کے پاس سو سو خوبیاں رکھنے والی نیانوے بیویاں تھیں اس نکاح کے بعد ان کی بیویوں کی تعداد ایک سو ہوگئی۔

ایک دن وہ اسی عبادت خانے میں بیٹھے عبادت میں مشغول تھے اور وہ دن چہارشنبہ تھا چار سو لوگ عبادت خانے کے باہر پہرہ دے رہے تھے اور اس روز کسی شخص کو حضرت داؤد سے ملاقات کی اجازت نہیں تھی اچانک دو آدمی ایک مقدمہ لیکر ان کے پاس آئے حضرت کو حیرت ہوئی کہ یہ لوگ کس طرف سے آئے ہیں اُنھوں نے سلام کے بعد عرض کیا کہ ہم ایک فریاد لیکر حاضر ہوئے

ہیں آپ نے سوال کیا تو ایک شخص نے کہا کہ اس دوسرے آدمی کے پاس ۹۹ ننیانوے بکریاں ہیں جبکہ میرے پاس صرف ایک بکری ہے یہ چاہتا ہے کہ میری ایک بکری بھی مجھ سے لے لے حضرت داؤدؑ نے کہا کہ یہ سراسر ناانصافی ہے دونوں فریادی ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اپنی حالت پر غور فرمایئے یہ بات کہہ کر وہ دونوں غائب ہو گئے حضرت کو اپنا معاملہ یاد آیا۔ اسی وقت آنکھوں سے آنسو بہنے لگے یہاں تک کہ ان کے رخسار مبارک پر آنسوؤں کے پانی اور نمکینی کی وجہ سے زخم ہو گئے اور چونکہ انھوں نے اپنا چہرہ زمین سے رگڑا تھا اس لئے اس مٹی سے ہر یالی اگ آئی کئی دن کے بعد آواز آئی کہ اے داؤد تمہاری خطا اسی وقت معاف ہو سکتی ہے جب آپ اس شہید کی قبر پر حاضر ہو کر معافی طلب کریں اور وہ آپ کو معاف کر دے حضرت اسی وقت اس شخص کی قبر کی طرف روانہ ہوئے اور چند روز کے بعد اسکی قبر پر پہنچے اور گڑگڑا کر اس شخص کا نام لیکر فریاد کی اور اس شخص کو سلام کیا چند روز کے بعد اس نے سلام کا جواب دیا حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ خدا کے لئے میری خطا معاف فرما دو اس نے کوئی جواب نہیں دیا غیب سے آواز آئی کہ اے داؤد اپنی خطا کھل کر بیان کرو اور پھر معافی مانگو۔ داؤدؑ نے بیان کیا کہ میں اپنے گھر میں ننیانوے بیویوں کے باوجود تیری بیوی کی طرف راغب ہوا اور اس سے نکاح کیا اس خطا کے لئے مجھے معاف

کردواس نے کئی دن کے بعد معاف کیا۔ حلمِ الٰہی ہوا کہ اے داوٗد ہم نے بھی آپ کو معاف کیا۔ اس گفتگو کے بعد حضرت نے فرمایا کہ تمام ارکان اسلام کی بنیاد صبر پر ہے۔ اسکی تشریح کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ نماز میں حکم یہ ہیکہ نمازی اپنی نظر کو سجدہ کے مقام پر رکھے اور بات چیت نہ کرے حالانکہ دل بات چیت کرنے کو چاہتا ہے اور نظر ہر طرف دیکھنا چاہتی ہے۔ لیکن نمازی صبر کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس عمل سے باز رکھتا ہے۔ یہ بھی صبر ہے۔ اسی طرح روزہ دار کھانے پینے اور ہمبستری سے اپنے آپ کو باز رکھتا ہے یہ بھی صبر ہے۔ حاجی جب مکہ کو جاتا ہے تو سفر کی تکلیف برداشت کرتا ہے۔ زکوٰۃ دینے والے بھی باوجود اسکے کہ انسان کا دل روپئے پیسے سے الفت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنا روپیہ فقیروں کو دیتا ہے اس طرح اسلام کے تمام احکام صبر سے خالی نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان تمام نعمتوں اور جزائے خیر سے اجر حاصل کرینگے اور خوشی محسوس کرینگے مگر یہ سب اللہ کے فضل وکرم سے ہوگا۔ اس گفتگو کو سننے کے بعد کمترین رخصت ہوا۔ الحمد اللہ

(۱۳) مجلس سیزدھم (تیرھویں مجلس)

بدھ ۷/جمادی الاوّل ۱۱۳۲ھ ۔ قدم بوسی کی دولت حاصل ہوئی

ایک صاحب نے حضرت سے فرمائش کی کہ مجھ فقیر کے لئے فلاں امیر کے نام دو جملے لکھ کر عنایت فرمایئے ۔ حضرت نے قلمدان طلب کیا اور اھلکار سے رقعہ لکھوا کر اپنے دستِ مبارک سے اس کو عنایت فرمایا پھر اس کمترین سے فرمایا کہ یہ صاحب حضرت شیخ عبدالحق دہلوی کے پوتوں میں سے ہیں۔ شیخ عبدالحق اخبار الاخیار نامی کتاب کے مصنف ہیں وہ بہت قابل عالم اور درویش تھے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ ان کی کتابیں تو بہت مشہور اور معروف ہیں اور افسوس کی بات ہے کہ ایسے بڑے بزرگ کا پوتا افلاس، تنگدستی اور احتیاج میں گرفتار ہے۔ آج کے زمانے میں کوئی شخص بزرگ زادوں کی عزت کرنے والا نہیں ہے۔ جن بزرگوں کی اولاد نا اہل ہوتی ہے وہ صرف اپنے بزرگوں پر فخر کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کی دنیا میں کمی نہیں ہے۔ انسان ہونا عہدہ کے لئے شرط ہے لیکن یہاں صرف عہدہ سے مطلب ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ بزرگ زادوں کو پہچاننا اور ان کے ساتھ سلوک کرنا تمام مخلوق پر واجب اور لازم ہے اس کے بعد ایک واقعہ سنایا کہ ایک شخص کسی مرشد کا مرید تھا اس نے دیکھا کہ مرشد زادہ شرع کے خلاف کام کرتا ہے۔ چنانچہ اس نے مرشد زادہ سے ملاقات کرنا اور اس کے خاطر تواضع کرنا چھوڑ دیا جیسا کہ اکثر صاحبزادے جوانی کے عالم میں باپ دادا کی پیروی چھوڑ کر لہو لعب میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

آدمی زادہ ناداں کہ بچہ ماندانی

نسخہ معتبرو خوشخط و بسیار غلط

(تم جانتے ہو کہ آدمی کا ناداں بچہ کس طرح کا ہوتا ہے اسکی مثال ایک بڑی کتاب کی ہے جو خوشخط تو لکھی ہوئی ہے لیکن بہت غلط ہے۔)

ایک دن اس مرید کی ملاقات اتفاقاً راستے میں مرشد زادہ سے ہوگئی اس نے جب مرشد زادہ کو دیکھا تو دوڑتا ہوا گیا اور اپنا سر اس کے قدموں میں رکھدیا اور حد سے زیادہ عزت و تعظیم کی لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے دل میں تو اس صاحبزادے کے لئے بہت نفرت تھی پھر تم نے اس انداز سے ملاقات کی اور تمام آداب بجالائے اس مرید نے جواب دیا کہ جب میں نے صاحبزادے کو دیکھا تو مجھے اپنے مرشد کی روح نظر آئی جو قبر سے نکلکر میری طرف دیکھ رہی تھی مرشد کی روح دیکھ کر میں بے اختیار ہوگیا اور آداب وقدمبوسی بجالائے۔ میرے مرشد (ان پر اللہ کی رحمت ہو) ملاقات کی اس حالت کو دیکھ کر واپس قبر میں چلے گئے اس لئے اس سے معلوم ہوتا کہ مرشد زادہ ہو یا بزرگ زادہ یا جو بھی کوئی ہو ان کیلئے اہل عقیدت اور بزرگوں کو حد ادب ترک نہیں کرنا چاہئے۔ اور ان کا احترام کرنا چاہئے ان کے بزرگوں کی طرف نظر کرنی چاہئے اس گفتگو کے بعد وہاں سے رخصت ہو۔

الحمد اللہ

(۱۴) مجلس چہار دہم (چودھویں مجلس)

جمعرات ۸ر جمادی الاول ۱۱۳۲ھ بادشاہ بابرکات رفیع الدرجات کے ساتھ حضرت شاہ کلیم اللہ کی قدمبوسی کی دولت حاصل ہوئی۔ اس مبارک محفل میں ایک شخص نے دنیا کی بے وفائی اور زمانے کے دولت مندوں کا ذکر کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ گذرے ہوئے زمانے میں لاہور میں ایک درویش قلندر تھا۔ جس کا نام شاہ بے وفا تھا۔ اس نے اپنے لئے ایک خانقاہ بنوائی تھی۔ جو بہت خوبصورت اور ہوادار تھی۔ وہ قلندر اپنی خانقاہ کی صفائی و پاکیزگی پر حد سے زیادہ توجہ دیتے تھے۔ قلندری لباس پہنتے تھے۔ اور ایک معمولی سپاہی کے طریقے سے رہتے تھے۔ انھوں نے اپنے اطراف بہت سارے ہتھیار رکھ چھوڑے تھے۔ ہمیشہ کمان کے چلّے میں تیر لگا ہوا رکھتے تھے اور اس کمان کو اپنے زانوں پر رکھتے تھے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جنگ کیلئے تیار بیٹھے ہیں۔ ان کے پاس جو لوگ بھی آتے تھے وہ اطراف بیٹھ جاتے تھے۔ اور وہ خود بیچ میں بیٹھے رہتے تھے۔ ایک دن خان عالم بھی جن کا شمار اس زمانے کے امراء میں ہوتا تھا۔ شاہ بے وفاء کی ملاقات کیلئے آئے ایک جمعدار جو خان عالم کا نوکر تھا ان کے ساتھ آیا تھا وہ بھی آکر بیٹھ گیا اس جمعدار نے کھانسی کی وجہ سے اپنا بلغم زمین پر گرادیا شاہ بے وفا کو غصہ آگیا انہوں نے کہا اے نالائق آدمی فقیروں کی صحبت میں بے ادبی کے ساتھ نہیں بیٹھنا

چاہئے۔ جمعدار نے غصہ پی لیا اور ان کے مرتبے کا لحاظ کر کے کوئی جواب نہیں دیا لیکن غصہ کی وجہ سے اس کا جسم تھر تھر کانپنے لگا۔ شاہ بے وفا نے پوچھا کہ آپ کے اس سپاہی کو کیا ہو گیا ہے جو وہ اس طرح کانپ رہا ہے۔ خان عالم نے جواب دیا کہ جو الفاظ حضرت نے اس کے حق میں فرمائے ہیں۔ اس نے کبھی کسی سے نہیں سنے جب اس کو غصہ آ گیا تو وہ شرمندگی کی وجہ سے او نٹنے لگا۔ درویش نے کہا کہ میں نے ایسی کونسی بات کہدی میرے ذہن میں تو یہ خیال تھا کہ دنیا کے تمام لوگ انسان ہیں۔ آپ بڑے انسان ہیں۔ اور یہ سپاہی چھوٹا انسان ہے۔ جب شاہ بے وفا نے یہ بات کہی تو جمعدار کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور اس کی کپکپی دور ہو گئی۔ اس کے بعد فرمایا کہ زمانے کے لوگ جن کو دین کی طلب کے ساتھ دنیا کی طلب زیادہ ہوتی ہے۔ حقیر اور چھوٹے ہوتے ہیں اور حقارت و شرمندگی میں گرفتار رہتے ہیں۔ اور جب کہ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات عزت اور احترام کے قابل ہے اسلئے اللہ کے چاہنے والے بھی باعزت اور مکرم ہوتے ہیں۔

طالب دنیا ذلیل و خوار گشت
طالب مولیٰ عزیز وذوالکرام
تو چہ مطلوب خود اندر خواری است
ایں چو مطلوب خود اندر احترام

(دنیا کا طلب کرنے والا ذلیل اور خوار ہوتا ہے اللہ کا طب کرنے والا معزز اور مکرم ہوتا ہے۔ چونکہ وہ شخص اپنی خواہشات کا غلام ہوتا ہے۔ اسلئے ذلیل ہوتا ہے اور یہ شخص چونکہ خدا کا پسندیدہ ہوتا ہے۔ اسلئے عزت اور تعظیم پاتا ہے۔)

اس کے بعد حضرت نے اپنا چہرہ مبارک اس کمترین کی طرف کیا اور وہ عنایت نامہ۔ جو غریب نواز حضرت نظام الدین کے نام لکھا تھا۔ میرے حوالے کیا۔ فاتحہ پڑھکر مجھے اورنگ آباد کی طرف روانہ فرمایا۔ خاکسار نے آداب وقدمبوسی بجا لایا اور دو جہاں کی سعادت حاصل کر کے رخصت ہوا۔ الحمد اللہ۔

چودہ مجالس

ختم شد

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

”احسن الشمائل“

رب یسّر بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ وتمم بالخیر

فصل بست ودویم

مظہر درد وعرفان منبع شوق وذوق بادشاہ دردمنداں دستگیر مستمند اں قطب الملت والدین مرشدی حضرت شاہ نظام الدین مدظلہ اعلی رئیس الطالبین کے ذکر میں حضرت کی زبان ترجمان سے جوبھی کام کی باتیں سنی گئیں انکولکھا گیا ان کلمات کی تحریر کی فضلیت یہ ہیکہ جس زمانے میں میں رسالہ احسن الشمائل لکھنے میں مصروف تھا اور اس کے چند صفحات لکھے جا چکے تھے اس وقت میرے بھائی محمد نورالدین طولعمرہٗ نے اس کمترین کے ارادے اور اس رسالے کی ترتیب کے بارے میں جناب مقدس حضرت پیر و مرشد سے ذکر کردیا آپ نے اسے قبول فرمایا۔ کمترین کو اس خوشخبری کی اطلاع دی گئی میں نے اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا کہ اس عاجز کی کوشش قبول ہوئی۔ عصر کے وقت میں حضرت ولایت مآب کے آستانے پر سلام کرنے کی غرض سے حاضر ہوا۔ آپ خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے اس کمترین کی طرف توجہ کرکے فرمایا کہ جو مرید اپنے پیر کے اقوال اور حالات لکھتا ہے اس کو بڑا اجر ملیگا ابی سلسلے میں آپ نے وہ رسالہ جو ''مناقب چشتیہ'' کے نام سے لکھا تھا بھائی محمد نورالدین کے ذریعہ اس جگہہ منگوایا میرا بھائی وہ رسالہ لایا اور پڑھنا شروع

کیا لکھا تھا کہ ''اسرار الاولیاء'' میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی مرید اپنے مرشد کی کوئی بات سنتا ہے اور اس کو تحریر کر دیتا ہے تو وہ اس کے لئے باعثِ ثواب بن جاتا ہے۔ اس عبارت کے سننے کے بعد آپ نے فرمایا کہ بہت سے مرید ایک بڑی مدت تک میرے رفیق رہے لیکن کسی شخص کو اس کام کا خیال نہیں آیا بعض عزیزوں نے اس کام کا ارادہ کیا تھا لیکن بہت جلد ان میں اور مجھ میں جدائی ہوگئی اور اس وجہ سے یہ کام ادھورا رہ گیا یہ بڑی اچھی بات ہے کہ اب یہ کام آپ کے ذریعہ انجام پا رہا ہے کمترین نے اٹھ کر سلام کیا۔ حضرت پیر و مرشد مدظلہٗ کی توجہ سے رسالہ ''احسن الشمائل'' چند روز میں مکمل ہو گیا اور نظر انور سے گزرا الحمد اللہ۔

درخرق عادت حضرت مدظلہ:

ایک دن بھائی محمد نور الدین رسالہ ''مناقب چشتیہ'' پڑھ رہے تھے اور حضرت مدظلہ سماعت فرما رہے تھے۔ اس رسالے میں لکھا ہوا ہے کہ کسی زمانے میں بارش بالکل نہیں ہوئی۔ بادشاہ نے حضرت نصیر الدین محمود قدس سرہٗ (جو سلطان المشائخ شاہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہیؒ کے خلیفہ تھے) کی خدمت میں انتہائی عاجزی کے ساتھ یہ پیغام بھیجا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے اس ملک کی سلطنت عطا کی ہے اور میں مخلوق خدا کی حفاظت کی کوشش کرتا ہوں اور اسلام کے دشمنوں سے جنگ وجدال کرتا ہوں اللہ کی مخلوق پر تنگی حد

سے زیادہ ہوگئی ہے اور بارش نہیں ہورہی ہے اس معاملے میں میں اولیاء اللہ سے امداد کا طالب ہوں ۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جس دن محفل سماع ہوگی اس دن میں فاتحہ پڑھوں گا ۔ چند روز کے بعد محفل سماع منعقد ہوئی مریدوں میں سے کسی نے اس وقت حالت شوق میں بادشاہ کی درخواست کی یاد دلائی حضرت شیخ قدس سرہٗ نے ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھی اللہ کے فضل سے اسی روز بارش شروع ہوگئی ۔ اس عبارت کے سننے کے بعد حضرت صاحب مدظلہٗ نے صاحب فضل وکمال میاں محمد فاضل جیو کی طرف اپنا چہرہ مبارک کر کے فرمایا کہ ہماری مجلس میں بھی کئی بار ایسے واقعات ہوئے ہیں بھائی محمد نور الدین نے اس وقت یہ شعر پڑھا ۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(حضور اکرم ﷺ حضرت یوسف کا حسن حضرت عیسیٰ کا اعجاز اور حضرت موسیٰ کا ہاتھ رکھتے تھے جو خوبیاں تمام انبیاء کو فرداً فرداً دی گئیں تھیں وہ آپ کو تنہا عطا کردی گئیں)

جب میرے بھائی نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ بارش نہ ہونے کا واقعہ شولاپور میں بھی ہوا تھا اور اس زمانے میں مہدی خاں وہاں کے حاکم تھے انہوں نے حضرت ولایت مآب نظام الدین اولیاء سے اس

سلسلے میں درخواست کی تھی یہ واقعہ تفصیل سے احسن الشمائل میں تحریر کیا گیا۔

درخرق عادت حضرت شاہ قطب الدین قدس سرہٗ:

ایک دن حضرت شاہ قطب الدین قدس سرہٗ کے مناقب کا ذکر مجلس مبارک میں آیا آپ نے فرمایا کہ حضرت شاہ قطب الدین قدرسرہٗ کم عمری ہی میں کمال کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہو گئے تھے اوران کے چہرہ مبارک پر ابھی سبزہ نہیں اگا تھا۔لیکن آپ نے اپنے پیر کی اجازت سے خلافت پائی اورعوام کو وعظ و نصیحت کرنے لگے ۔ وہ اکثر مجلس سماع مقرر فرماتے طالب حق اور صاحب ذوق وشوق جمع ہوتے اور وجد کرتے علماء ظاہری کواس معاملے کی اطلاع ہوئی حسداور دشمنی کی وجہ سے وہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ ایک بغیر داڑھی والالڑکا گانا سنتا ہے اورعوام کوگمراہ کرر ہا ہے۔ہم کو جا کرا سے اس کام سے روکنا چاہیے چنانچہ چندلوگ جمع ہوئے اور مجلس کے روزان کے خانقاہ پر آئے خادم نے حضرت کواس جماعت کے آنے کی اطلاع دی اس وقت حضرت سماع سننے میں مشغول تھے انہوں نے محفل کے لوگوں سے وقت دریافت کیا پھرخواجہ علیہ الرحمتہ یہ معلوم کرنے کے بعد کہ اس جماعت کے لوگوں کومحفل سماع کی اطلاع ہوگئی ہے باہرنکل آئے ۔ جب عالموں کی نظر خواجہ صاحب کے چہرے پر پڑی توانہوں نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ مبارک پرداڑھی نکل آئی ہےاوراس لئے اب سماع اورسرود میں کوئی مضائقہ نہیں ہے

علماء ان کے قدم مبارک پر گر پڑے اور معافی طلب کرنے لگے خواجہ علیہ الرحمتہ واپس جا کر پھر سماع میں مصروف ہو گئے۔

در بیان آں کہ طالب را احتیاط بدن ضروراست:

ایک دن یہ کمترین قدمبوسی کی سعادت حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ فضیلت پناہ محمد فاضل اور بھائی محمد نورالدین بھی حاضر تھے حضرت صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ محمد عارف نے مسلسل روزے رکھنے کا ارادہ کیا ہے اور آج اس کا دوسرا دن ہے ایک شخص کو ان کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا اس مخبر نے آکر اطلاع دی کہ میاں محمد عارف اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں اور کمزوری ان پر غالب ہے حضرت نے حکم دیا کہ ان کو ہمارے پاس لاؤ حکم کے مطابق ان کو حاضر کیا گیا آپ بہ نفس نفیس اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور بڑی عزت افزائی کی اپنے بازو بیٹھایا اور حال دریافت کیا پھر اس کے بعد فرمایا کہ آج آپ کے چہرے سے نقاہت ظاہر ہو رہی ہے کیا سبب ہے ان صاحب نے عرض کیا کہ میں نے مسلسل روزے رکھنے کی نیت کی ہے اس سے پہلے بھی میں چند روز مسلسل روزہ دار رہ چکا ہوں اور رات گزرنے کے بعد خالص دودھ پیتا ہوں اور آج دوسرا دن ہے حضرت نے فرمایا کہ آپ نے اپنے لئے بڑی تکلیف جائز قرار دی ہے۔ اس معاملے میں آپ نے ہم سے مشورہ کیوں نہیں لیا ان صاحب نے عرض کیا کہ چند روز سے میرا نفس

بہت نافرمانی کر رہا تھا اور بغاوت پر اتر آیا تھا اسی کے لئے میں نے یہ روزہ اختیار کیا ہے حضرت نے مسکرا کر فرمایا کے باغی نفس کو ذکر یا اللہ کی یاد سے قابو میں لانا چاہیے اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے نفس پر قابو پانا مشکل ہے۔ طالب کو چاہئے کہ اس معاملے میں انتہائی کوشش کرے فاقہ کرنے سے جسمانی نقصان کے علاوہ اور کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی نفس کو روزانہ مسلسل ریاضت میں مصروف رکھنا چاہئے لیکن اچانک سخت ریاضت کی کوشش کرنا منع اور نقصان دہ ہے چنانچہ قرآن شریف میں یہ حکم ہے۔ ''ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ'' (اپنے آپ کو جان بوجھ کر ہلاکت میں مت ڈالو) جان بوجھ کر اپنے آپ کو تکلیف نہیں دینی چاہئے اس گفتگو کے بعد حضرت نے تھوڑی مٹھائی منگوائی اور میاں محمد عارف کے سامنے رکھی اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص بھی کسی کو نفل روزہ افطار کراتا ہے تو دونوں کو ثواب ملتا ہے چونکہ آپ نقاہت غالب ہے اس لئے ہمارے حکم سے روزہ توڑ دیجئے۔ محمد عارف نے حضرت صاحب مدظلہ کے حکم پر روزہ کھول لیا۔

نقل از بحر الاسرار:

حضرت رسالت پناہ ﷺ نے جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عنہ کو دیکھا تو وہ سخت ریاضت کرتے ہیں اور سلوک کے راستے میں مجاہدہ کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ ان کی طاقت سلب ہوگئی ہے۔ ہاتھ پاؤں

شل ہو گئے ہیں اور آنکھوں کے اطراف گڑھے پڑ گئے ہیں جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا تو ان کی اس حالت کو نا پسند فرمایا۔ فرمایا اے عبداللہ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور صحیح بات تو یہ ہے کہ آپ کے نفس کا بھی آپ پر حق ہے اور اگر آپ نے اس کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تو آپ ذمہ دار ہونگے جب کہ ایسا ہو جائے۔ البتہ نفس کی تربیت کرنا چاہئے اتنا کھانا پینا چاہئے کہ طاقت جانے نہ پائے۔ دین کی چند باتیں اس کے لئے لازمی ہیں۔ علم حاصل کرنا تمام مسلمان مردوں اور عورتوں پر فرض ہے پھر بغیر قوت کے وہ کس طرح حاصل ہوسکتا ہے۔ استاد کے گھر جانا چاہئے۔ فَلَوْ لَا نصر من کُلِّ فرقة منهم طائفة يَشتَفْقهو فی الدين و يَسْتَنْذر و اقوامَهم كُلِّ اذارَ جَعُوا اليهم الَعَلَّهُمُ يَحْذَرُونْ. قُل سيرو افی الارض فَيَنْظر واكيف كاَنَ عاقِبَة المُكَذِبِيْن وَ اِنَّ المَسَاجِدَ لِلّٰه فلانهٗ عوامع اللّٰه احد مسجد میں جانا چاہئے۔

اگر بدن میں طاقت نہ ہو تو علم حاصل کرنیکے لئے طالب علم سفر کا فاصلہ کس طرح طے کر سکتا ہے اگر نمازی اللہ تعالیٰ سے اپنی نجات کے لئے نماز پڑھنا چاہے اور اس میں طاقت نہ ہو تو وہ نماز میں کس طرح کھڑا ہو سکتا ہے اور بیٹھ کر نماز پڑھنے سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے۔

اگر طاقت نہ ہو تو ضرورت کے مطابق کھانا کسطرح ہوسکتا ہے۔

كُلُوْا وَشْرِ بُوْاوَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔ (کھاؤ پیو اور فضول خرچی مت کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا)

اگر کوئی شخص خود نہ کھائے تو بخالت ہوتی ہے اور اگر زیادہ کھاتا ہے تو فضول خرچی ہوتی ہے۔ يَا اَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَ تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔

چنانچہ پیٹ بھر کھانا کھانے میں شیطان کی پیروی ہے اسی طرح کھانا چھوڑ دینا بھی شیطان کی پیروی ہے جب دیکھتا ہے کہ یہ شخص پیٹ بھر کھانا سے زیر نہیں ہوتا تو کھانا چھڑا کر زیر کرتا ہے۔ وَان تصوموا خیرلکم اگر طاقت نہو تو روزہ رکھنا کیا ضروری ہے؟ اور اس طرح نیکی ترک ہوتی ہے۔ جہاد فرض ہے چاہے چھوٹا ہو یا بڑا اور جہاد بغیر طاقت کے نہیں ہوتا۔ جہادِ اصغر اکثر اوقات فوراً فرض ہو جاتا ہے اور اس جہاد کیلئے طاقت کی ضرورت ہے جہاد اکبر ہر وقت فرض ہے اور اس کے لئے جسمانی طاقت کی ضرورت ہے۔ اگر کسی کو یہ اختیار دیدیا جائے کہ وہ بغیر حساب کتاب کے جنت میں چلا جائے اور وہ دو رکعت نماز تمام شرائط اور احکام کے ساتھ ادا کرے تو اس کو چاہئے کہ نماز ادا کرے اور یہ بغیر طاقت کے نہیں ہوسکتی اس لئے اے دوست اور اے یار ہشیار رہو اور اپنے بدن کی پرورش کرو تا کہ وہ طاقت پائے اور کمزور

اور د بلا نہ ہونے پائے۔ بہترین طریقہ درمیانی راستہ اختیار کرنے کا ہے۔ کُنۡتُمۡ خَیۡرٌ اُمَّتِہٖ اَوۡسَطٌ کو ترک نہ کرے اگر یہ بات بہتر ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وَ قَالُوا مَالِ ہٰذَا الرَّسُوۡلِ یَاۡکُلُ الطَّعَامَ وَ یَمۡشِیۡ فِی الۡاَسۡوَاقِ وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَکَ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اِلَّاۤ اِنَّہُمۡ لَیَاۡکُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَ یَمۡشُوۡنَ فِی الۡاَسۡوَاقِ الآیۃ ۔ پر عمل کرے جو شخص چاہتا ہے کہ کام کرے اس کا کام پورا ہو جائے اور مقصد پورا ہو تو اس کو اسی طرح عمل کرنا چاہیئے۔

در فضیلت تجرید:

ایک دن حضرت نظام الدین اولیاء خانقاہ مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے اس وقت بہت سے مرید بھی حاضر تھے۔ اس وقت کمترین مولانا روم کی مثنوی پڑھ رہا تھا اور حضرت سن رہے تھے اسی وقت شیخ محبت نام کا ایک شخص جو حضرت کے مریدوں میں سے ہے حاضر ہوا اس نے سلام کیا حضرت نے پوچھا کہ آپ دو تین روز کہاں رہے اس نے عرض کیا کہ میں شاہ قاسم کی مسجد میں تھا اور خرچ کی تنگی کی وجہ سے آستاں بوسی کیلئے حاضر نہ ہو سکا۔ غریبی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ مسواک اور کنگا بھی نصیب نہیں ہے حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اپنے فضل و کرم سے اپنے کسی بندے کو کسی چیز کا محتاج نہیں رکھا ہے۔ پانی پینے کیلئے دونوں ہاتھ کافی ہیں کسی برتن کی ضرورت نہیں ہے اور سونے کیلئے بھی یہی ہاتھ کافی ہے جو تکیہ کی جگہ کام میں آتا ہے اور کنگھے کے

لئے انگلیاں کافی ہیں۔ طالب خدا کیلئے ہر چیز موجود ہے اگر وہ خانقاہ میں آ کر رہ جائے تو اللہ تعالیٰ رزق دینے والا ہے بغیر کسی تکلیف کے روٹی کا ٹکڑا تم کو پہنچا دیگا اور اگر پہننے کیلئے اس نے صرف دو کپڑے دیئے ہیں تو اپنی چادر خود اپنے پاس رکھنا چاہئے ضرورت کی تمام چیزیں موجود ہیں۔ اس گفتگو کے بعد جب کمترین نے خود اپنے حالات پر نظر ڈالی تو رونے لگا۔ حقیقت یہی ہے کہ نفس کا لالچ ہم کو نہیں چھوڑتا کہ ہم قناعت کا دامن پکڑ کر کسی گوشے میں آرام کریں اور زیادہ کی طلب سے باز رہیں اور بے فکر ہو جائیں۔ **اَللّٰهُمَّ عَافِنَا مِنْ سوالنَفْسِ وهوا ئِهٖ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِی اِنَّ النَّفْسِ الْاَمَّا رَةِ بِالسُّوْءِ اِلَّا ما رَحِمَ رَبِّیْ لِغَفُوْ رُالرَّحِیْم۔**

دربیان احتیاط اشیائے خورد طالب را:

ایک دن حافظ دوست محمد جو حضرت نظام الدین اولیاء کے مرید تھے جمعہ کے روز مجلس میں حاضر تھے۔ کوئی اجنبی شخص حافظ صاحب کے جوتے چرا کر لے گیا مجلس ختم ہونے کے بعد جب لوگ رخصت ہو گئے تو معلوم ہوا کہ حافظ صاحب کا جوتا چوری ہو گیا ہے بھائی نورالدین نے اپنا جوتا حافظ دوست محمد کو پیش کر دیا جب یہ معاملہ حضرت پیر و مرشد کے گوشِ مبارک تک پہنچا تو آپ نے دوست محمد سے فرمایا کہ شاید حافظ صاحب نے یہ حدیث مبارک نہیں سنی ہے۔ **احفظ نعَالِكَ الا فلا لِك**

یعنی اپنے جوتوں کی خود حفاظت کرو ورنہ اس کا خیال دل سے نکال دو۔ جب کمترین نے یہ حدیث سنی تو اپنے حالات پر افسوس کیا۔ افسوس ہے ہم غافلوں پر کہ شیطان اور نفس امارہ جیسے دوڈاکو ہمارے پیچھے پڑے ہیں اور ہم اپنی قیمتی عمر کی دولت کو برباد اور ضائع کر رہے ہے۔ جو سانس ہم غفلت کے ساتھ لیتے ہیں اسی کے ساتھ ایک زبردست نقصان ہم پر عائد ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مرشد کے صدقے میں جو ہر وقت ہماری حفاظت کرتے ہیں اور ہمارے ساتھ رہتے ہیں اس نقصان پر نظر رکھتا ہے اور اپنے فضل و کرم سے فائدہ پہنچاتا ہے۔

فائدہ در عایت خاطر مردے کہ از آں حضرت بہ ظہور آمدہ :

ایک دن عصر کی نماز کے بعد حضرت نظام الدین اولیاء نے مجلس منعقد فرمائی کمترین کیمیائے سعادت پڑھ رہا تھا اور حضرت سن رہے تھے ایک شخص مجلس میں حاضر ہوا اور قطعہ پیش کیا جو خط نستعلیق میں لکھا ہوا تھا۔ مجلس میں ایک اور شخص بھی بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت نے وہ لکھا ہوا قطعہ اپنے دست مبارک سے اس شخص کو پڑھنے کے لئے دیا۔ اس نے عرض کیا کہ خط طبعی ہے اور اصول کے مطابق لکھا ہوا نہیں ہے۔ وہ صاحب جنہوں نے اپنے ہاتھ سے یہ قطعہ لکھا تھا غصے میں آ گئے اور ناگواری کے اثرات ان کے چہرے پر ظاہر

ہوئے حضرت صاحب مدظلہ، نے وہ قطعہ اس شخص کے ہاتھ سے لیکر کمترین کو عنایت فرمایا کم ترین نے عرض کیا کہ یہ خط خراب تو نہیں لیکن دوسرے خطوط دیکھ کر لکھنا چاہیے سوائے خط نستعلیق کے جس کو اُستاد کی اصلاح کے بغیر لکھنا مشکل ہے۔ وہ صاحب جنہوں نے وہ قطعہ لکھا تھا میرے بیان پر جس سے ان کے خط کی تعریف ہو رہی تھی خوش ہو گئے اور ان کی حالت تبدیل ہو گئی حضرت صاحب مدظلہ، نے مغرب کی نماز تک وہ قطعہ اپنے ہاتھ میں رکھا اور اس کی تعریف و توصیف فرمائی اور خط نستعلیق کے اصول بیان کئے یہاں تک کہ ان صاحب کے دل کا غبار چھٹ گیا اور ان کے چہرے سے خوشی کے آثار نظر آنے لگے۔ کمترین نے دیکھا اور حیران ہو گیا کہ یہ کیسی محبت اور اخلاق ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے مرشد کی ذات با برکات کو عطا کی ہے۔ دلداری اور دلجوئی جو اس مقام پر نظر آتی ہے انسانی طاقت سے باہر ہے لیکن اولیاء اللہ کے لئے ممکن ہے اس لئے کہ ان کی تخلیق اللہ کے اخلاق سے موصوف ہے۔

در بیان لعن نسبت بخلق:

ایک روز حضرت نظام الدین کی محفل میں مسلمانوں کی بدگوئی اور لوگوں کو لعن طعن کا تذکرہ آیا جو اکثر لوگوں کی عادت ہے حضرت نے فرمایا کہ اللہ کی مخلوق کو برا کہنا اور ان پر لعنت بھیجنا بہت بری بات ہے چنانچہ آپ نے یہ

واقعہ بیان فرمایا ایک دن حضرت خیر البشر شفیع روز محشر رسول مختار ﷺ اُم المومنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حجرے میں تشریف رکھتے تھے کفار مدینہ آئے اور دربار نبوی میں کھڑے ہوکر اس طرح گفتگو کرنے لگے ''السام علیکم''یعنی آپ پر موت آئے جب یہ آواز اُم المومنین کے کانوں پر پڑی تو آپ نے ان لوگوں کو اسطرح جواب دیا ''علیکم السام واللعنۃ''یعنی تمہیں بھی موت آئے اور تم پر لعنت ہو۔حضرت رسالت پناہ نے فرمایا اے عائشہ خدائے تعالیٰ کے بندوں پر لعنت مت بھیجو اور ان لوگوں کو اسطرح جواب دو۔''علیکم کما قلتم''یعنی تم پر بھی وہی ہو جو تم کہتے ہو۔اس لئے کبھی کافروں کے حق میں لعنت نہیں بھیجنی چاہئے کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے اور مسلمانوں کے لئے تو یہ بالکل منع ہے اور بہت بری بات ہے۔

خرق عادت حضرت مدظلہ:

راوی بیان کرتا ہے کہ ایک دن پیرومرشد حضرت نظام الدین مدظلہ رات کیوقت تفریح کرنے کیلئے اپنے مکان سے باہر آئے حضرت جس طرف سے بھی گزرے خدا کی قدرت نظر آئی اچانک سڑک کے کنارے پر کچھ غریب لوگ جمع ہوکر شادی کی رسومات انجام دے رہے تھے مہمان اور میز بان گانے بجانے میں مصروف تھے اتفاق سے حضرت ان لوگوں کے پاس پہنچ گئے حضرت کو دیکھ کر ان کے گانے کی آواز اونچی ہوگئی اور ان کا شوق انتہا کو

پہنچ گیا، حضرت کچھ دیر وہاں ٹھہر گئے۔ جس شخص کی طرف آپ کی نظر کی بجلی گرتی اس کے ہوش جل جاتے جو کھڑا ہوا ہوتا وہ گر جاتا اور جو بیٹھا ہوا ہوتا وہ لوٹنے لگتا۔ ان کی چیخوں سے محفل میں اتنا شور ہوا کہ آسمان تک پہنچ گیا۔ جب ان لوگوں کی بے قراری حد سے زیادہ بڑھ گئی تو گانے والوں کے گانے کی طاقت جاتی رہی ان کے نغمے ہونٹوں پر رک گئے اس کے بعد حضرت اپنے مکان واپس تشریف لائے۔

دربیان تصرف حضرت مدظلہ :

ایک دن کمترین آستانہ مبارک پر سلام کیلئے پہنچا حضرت حجرہ شریف میں بیٹھے ہوئے تھے کیمیا گروں اور اکسیر کا ذکر آیا حضرت نے فرمایا کہ بہت سے لوگ ہم کو کیمیا گر سمجھتے ہیں آپ نے اپنا چہرہ مبارک پیر محمد کی طرف کر کے فرمایا کہ یہ بھی ہمارے پاس آئے تھے تو اکسیر مانگنے کے لئے آئے تھے اور ان صاحب کے سر پر لمبے لمبے بال تھے ان کا حلیہ جوگیوں کی طرح تھا جب ہمارے پاس آئے تو کئی دن تک ہمارے ساتھ رہے۔ معلوم ہوا کہ ان کو کیمیا کی تلاش ہے ہم نے ان سے کہا کہ چند روز خدا کی یاد میں مصرف رہو کیونکہ اس سے بہتر کوئی کیمیا نہیں ہے۔ جب انہوں نے یہ کام شروع کیا تو ان کے دل سے کیمیا کی خواہش جاتی رہی اور انہوں نے اپنے سر کے بالوں کو نکلوادیا۔ اس کے بعد ہم نے ان کو قرآن شریف پڑھنے کی ترغیب دی اللہ

کے فضل سے انہوں قرآن شریف کو شروع سے آخر تک پڑھا اور اسی وقت اپنے دل سے کیمیا کا سوال بالکل نکال دیا اور سب کچھ چھوڑ کر خدا کی یاد میں مشغول ہو گئے۔ جی ہاں ہر چیز میں ایک خوبی ہوتی ہے اور اللہ کی یاد میں یہ خوبی ہے کہ وہ اللہ کے سوا دوسری تمام چیزوں کی خواہش کو دل سے نکال دیتی ہے اور اللہ کی محبت کی آتش شوق و ذوق کو بھڑکاتی ہے لیکن اگر ذکر کے ساتھ مرشد کامل جڑا ہوا ہو تو یہ ممکن ہے ورنہ لالچ اور حرص سے چھٹکارا پانا مشکل ہے۔

در رعایت خاطر مردم:

ایک دن ایک شخص حضرت نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی غریبی و مفلسی کا ماجرا بیان کیا حضرت نے فرمایا کہ تم ہمیشہ خانقاہ میں حاضر رہا کرو جو کچھ بھی نذرانہ آئے گا اس میں سے تم کو بھی کھانا وغیرہ دیدیا جائے گا ہمیشہ کھاتے رہو اس شخص نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے خادموں میں شامل کرلیں حضرت نے فرمایا کہ ہم اپنے پاس کوئی خادم نہیں رکھتے پھر آپ نے اپنا چہرہ مبارک کمترین کی طرف کر کے فرمایا اس سے پہلے بھی ہم نے بہت سے لوگوں کو چاہے وہ ہمارے مرید ہوں یا اجنبی خانقاہ میں جگہ دی ہے اور رزاق حقیقی ہر شخص کا رزق پہنچا دیتا ہے، یہاں تک کہ پچاس ساٹھ لوگ جمع ہو گئے ایک شخص کو لوگوں میں کھانا تقسیم کرنے کیلئے مقرر کرلیا گیا

اطراف واکناف کے لوگ یا مرید جو کچھ بھجواتے وہ غریبوں میں تقسیم کردیا جاتا۔ ایک دن کھانے پر سے لڑائی ہوگئی۔ اور تقسیم کرنے والے کو چوٹ لگ گئی اس کے باوجود بھی ہم نے ان لوگوں کو معاف کردیا اور ان لوگوں کی دلجوئی کیلئے دوسرا تقسیم کرنے والا مقرر کردیا اس کے بعد بھی لوگوں نے جھگڑا کیا مجبوراً ہم نے طے کیا کہ جب بھی کھانا تیار ہو دستر خوان بچھایا جائے اور تمام لوگ ہمارے سامنے کھانا کھائیں۔ طے شدہ طریقے کے مطابق ایک دن کھانا حاضر کیا گیا ہم نے تمام لوگوں کو طلب کیا اور اپنے سامنے سب کو تقسیم کیا اللہ بہتر جانتا ہے کھانے کے دوران یہ واقعہ ہوا کہ لوگ آپس میں گتھم گتھا ہوگئے اور ایک شخص کا شملہ شوربے کے کٹورے میں گر گیا اس دن سے ہم نے یہ طریقہ بھی موقوف کردیا۔ اب ہم اپنے دوستوں کی خود نگرانی کرتے ہیں اور جو بھی میسر آتا ہے وہ مستحق لوگوں کو دیدیتے ہیں جب یہ واقعہ حضرت قطب الاقطاب نظام الدین مدظلہ کے علم میں آیا تو ہم کو حکم ہوا کہ آپ دو تین لوگوں سے زیادہ کسی اور کا خیال نہ رکھیں اور اس روز سے ہم نے اسی طریقے پر عمل کرنا شروع کردیا ہے۔

درصبر ورزیدن طالب راازز جراغیار:۔

ایک دن عصر کے وقت کمترین حضرت میر سید اشرف جہاں گیری قدس سرہٗ کا خط پڑھ رہا تھا حضرت نظام الدین سماعت فرمارہے تھے مرحوم

اشرف جہانگیری کے ایک دوست مولانا صفی تھے۔ خط میں لکھا تھا کہ اس جانب توجہ فرمائی جائے کہ بعض اصحاب ذکر جہر پر ناراض ہوتے ہیں اور بعض اللہ کے فضل سے مکالمات کو اونچی آواز سے پڑھتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ اگر وہ اپنی ضد پر اڑے نہ رہے اور اس کی طرف توجہ نہ دیں اور سنی ان سنی کردیں تو بہتر ہے اور جیسا کہ خط میں شیخ عبدالملک کے بارے میں لکھا ہے ان کو دکھا دیا جائے امید ہیکہ ان کی علمی قابلیت کی تصدیق ہوجائے گی اور رسمی بیانات کی آرائش بھی ہوجائے گی بشرطیکہ وہ انصاف کرنے والے ہوں اگر موصوف زور زبردستی کریں تو اس کی پروانہ کریں اپنا کام کرنا چاہئے اور ہوشیاری سے کرنا چاہئے یعنی بلبل کے ہاتھ پاؤں پھول اور باغ کی یاد سے خالی نہیں رہ سکتے اور وہ اپنے رنگین نغموں سے دور نہیں رہ سکتی اس عبارت کے سننے کے بعد کمالات دستگاہ میاں محمد فاضل جیو سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ طالب کو چاہئے کہ نادان لوگوں کی باتوں سے ناراض نہ ہو اور اپنے کام میں مشغول رہے۔ اور حضرت نے یہ آیت کریمہ پڑھی **وَمَنْ اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی خرابھا اولٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يد خلوھا الا خائفین لَھُم فی الدنیا خِزْیٌ وَلَهُمْ فِی الْاٰ خِرَۃ عَذَابٌ عَظِیمْ۔**

در بیان تصرف باطنی حضرت مدظلہ:

بھائی محمد نورالدین بیان کرتے ہیں کہ حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ کتاب ''تکملہ'' میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ایک دن غوث ربآنی حضرت شیخ عبدالقادری جیلانی علیہ الرحمتہ بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کی محفل مبارک میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد حاضر تھی اچانک حاضرین پر شوق کا غلبہ ہوا اور وجد کے آثار ظاہر ہوئے کچھ دیر کے بعد جب سکون ہوا تو ان لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت محبوب ربآنی نے فرمایا کہ آج مجلس شریف میں مہمان کو طلب کیا جائے اور وہ بھی وعظ کریں محفل کے لوگوں میں تغیر پیدا ہوا کہ یہ کرم فرمائی کس راستے سے ہو رہی ہے حضرت پیر دستگیر نے فرمایا کہ اسی وقت ایک شخص مکہ معظمّہ سے صرف ایک قدم کا فاصلہ طے کر کے ہمارے پاس آیا اور توبہ کی اس شخص نے عرض کیا کہ جس شخص کا مرتبہ اتنا بلند ہو کہ وہ ایک قدم میں کعبہ شریف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے تو اس کو توبہ کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس شخص کے اسی طرح آنے سے ہمارے دل میں حیرت پیدا ہوئی اس کی توبہ کا اثر اور فیض تھا جو اہل محفل پر ظاہر ہوا۔ میرے بھائی خواجہ نوارلدین کہتے ہیں کہ میں کئی دفعہ پیر و مرشد حضرت نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوا اکثر اوقات آپ کی محفل مبارک بھی اسی طرح پائی گئی کہ آپ اپنے مریدوں کی ظاہری حالت دیکھ کر وجد

کرنے کی اجازت دے دیا کرتے تھے اس گفتگو کے بعد بھائی محمد نورالدین نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک دن حضرت نظام الدین مدظلہٗ شاہ منتجب الدین قدس سرہٗ عرف زرزری زربخش کے روضہ منورہ کی زیارت کے لئے گئے ۔ حضرت زرزری زربخش حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے ہیں اور دولت آباد کے اطراف آرام فرما رہے ہیں ۔ حضرت نظام الدین تشریف لے گئے اور روضہ منورہ کے عقب میں جلسہ کیا فضیلت پناہ میاں محمد فاضل، یہ احقر شیخ عبدالعزیز اور میر الہیا یار جی وغیرہ مرید اس وقت حاضر تھے اچانک تمام حاضرین پر وجد اور شوق کے آثار ظہور میں آئے اور اس میں بہت لطف آیا اس وقت کوئی ظاہری اسباب موجود نہیں تھے اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے بزرگوں سے ایسے فیوضات وتصرفات ظاہر ہوتے ہیں اور ہمارے پیرومرشد کی ذات بابرکات کا مرتبہ ہر شخص پر ظاہر ہے۔

فضیلت ارشاد خلائق مرشدان را:

پیر کے دن حلقہ مراقبہ سے فارغ ہونے کے بعد کمترین ''روضۃ الاحباب'' پڑھ رہا تھا اور حضرت سماعت فرما رہے تھے ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ میں خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے جانا چاہتا ہوں وہ شخص پاؤں سے معذور تھا شاید عالم جوانی میں اس کے پاؤں کو زخم لگ گیا تھا اور اسی وجہ سے وہ چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم پر کعبہ

شریف جانا فرض نہیں ہے پہلی بات یہ ہے کہ جانے کے لئے سفر خرچ ضروری ہے اور مان لو کہ تم نے کسی طرح سفر کا خرچ فراہم کرلیا ہوتب بھی جب تک تم اپنے متعلقین کی طرف سے بے فکر نہ ہو جاؤ اور راستے میں امن کا یقین نہ ہو نہیں جانا چاہئے اس کے بعد حضرت اس کمترین اور بھائی محمد نورالدین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ جب حضرت شیخ یحییٰ مدنی قدس سرہٗ مجاور کی حیثیت سے مدینے میں مقیم تھے حضرت شیخ کی ملاقات کے شوق میں ہم کو کھینچا۔ ہم چاہتے تھے کہ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور بیت اللہ شریف کی زیارت بھی کریں جب ہم شہر برہان پور پہنچے تو ایک شخص جو اسی وقت کعبہ شریف سے آیا تھا اس سے حضرت کے بارے میں دریافت کیا اس شخص نے بیان کیا کہ اسی سال حضرت شیخ عالم بقاء کی طرف کوچ کر گئے اس خبر وحشت اثر سے ہم کو جو غم والم ہوا اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ آخر اس سال ہم نے کعبہ شریف جانے کا خیال ترک کر دیا اور حضرت قطب الاقطاب حضرت صاحب مدظلہٗ کو اپنی کیفیت لکھ بھیجی آں جناب کی طرف سے عنایت نامہ وصول ہوا کہ فی الحال آپ کا اس شہر میں رہنا بہتر ہے اور غافلوں کو ہوشیار کرنے کیلئے ضروری ہے آپ سے مخلوق خدا کو جو بھی فیض پہنچے گا اس کا درجہ کافی بلند ہوگا۔ چنانچہ ہم نے کعبہ معظّمہ کو جانے کا ارادہ ترک کر دیا اورا سطرح اس مقام پر مامور ہو گئے اور حکم کے مطابق اسی ملک میں قیام کر رہے

ہیں۔

دربیان احتیاط کردن صوفیان در استماع سماع:

جمعہ کے دن مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کو رخصت کر کے حضرت نظام الدین نے جلسہ کیا فضیلت پناہ محمد فاضل جیو بھائی محمد نور الدین اور یہ کمترین حضرت کی خدمت میں حاضر تھے۔ باجے اور ساز کا ذکر ہوا حضرت نے فرمایا کہ ہماری مجلس میں سوائے دف کے کوئی اور ساز نہیں ہوتا لیکن دوستوں میں سے کسی کی خاطر ہم رباب اور طنبورہ بھی سن لیتے ہیں اس لئے کہ پرانے مرشدوں نے بھی سنا ہے اور حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوۃ والسلام نے دف کو جائز قرار دیا ہے لیکن اگر محفل میں کوئی شخص اس کا مخالف ہو تو ہم ساز بجانا منع کر دیتے ہیں۔ جب تک ہم دہلی میں تھے اس وقت تک ہمیشہ سرود سنا کرتے تھے کوئی شخص دف کے خلاف نہیں تھا اور نہ کسی نے دف بجانے پر ٹوکا اس کے بعد حضرت نے ایک مرشد کا نام لیا اور فرمایا کہ اس مرشد نے چاہا کہ ایک مجلس ترتیب دیجائے اور اُس میں سازوں کے ساتھ سماع ہو انہوں نے شیخ عبدالحق دہلوی کو جو فوج میں محتسب تھے اس سلسلے میں ایک مراسلہ لکھا شیخ عبدالحق نے جواب میں لکھا کہ باجوں کے ساتھ سماع قابل سزا جرم ہے۔ مرشد چونکہ ان پڑھ تھے اس لئے انہوں نے یہ سمجھا کہ محتسب نے اجازت دیدی ہے انہوں نے جوابی مراسلہ جیب میں رکھ کر قوّالوں کو حکم دیا کہ باجوں

کے ساتھ سماع شروع کیا جائے ۔ جب گانے والوں کی اور باجوں کی آواز بلند ہوئی تو شیخ عبدالحق کو اس کی اطلاع پہنچ گئی چنانچہ محتسب کے سپاہیوں نے قوالوں کو باجوں کے ساتھ گرفتار کرلیا اور تھانے لے گئے اگر چیکہ اس مرشد کی مجلس میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد جمع تھی لیکن کسی شخص کو اس بات کی جرأت نہیں ہوئی کہ محتسب کے سپاہیوں کو روک سکے مجبوراً مرشد قوالوں کو چھڑانے کیلئے محتسب کے گھر پہنچے ۔ محتسب نے ان کو بھی پکڑ کر بٹھا لیا جب یہ واقعہ بادشاہ کے خاص دوست حافظ امان اللہ نے سنا تو وہ شیخ عبدالحق کے گھر گئے اور بڑی منت سماجت کے بعد مرشد کو چھڑا کر لائے ۔ جو لوگ پرانے مرشدوں کے طریقے کے خلاف کام کرتے ہیں وہ آخر میں تکلیف اٹھاتے ہیں اس لئے ہر کام میں احتیاط کرنا چاہیئے ۔

مغرب کی نماز کے بعد حضرت نظام الدین خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کمالات دستگاہ میاں محمد فاضل، یہ کمترین اور بھائی نورالدین حاضر تھے حضرت نے میاں محمد فاضل کی طرف توجہ فرمائی اور درگاہ کے خاص مرید مُلّا یعقوب کے حالات دریافت کئے میاں محمد فاضل نے عرض کیا کہ حضرت کے حکم کی مطابق انہوں نے حکیم کی دوا ترک کردی ہے اور آج وہ پہلے سے بہتر ہے حضرت نے فرمایا کہ کچھ دن پہلے معمور خاں مرحوم کے قریبی عزیز مرزا محمد جعفر بہت بیمار ہو گئے تھے حکیم سے رجوع ہوئے حکیم صاحب نے مرزا

صاحب کو مالدار سمجھ کر تین سو روپے علاج کیلئے طلب کئے مرزا صاحب نے قبول کرلیا اس کے بعد انہوں نے اپنی تکلیف اور حکیم صاحب کی فیس کے بارے میں ہم کو ایک خط لکھا ہم نے جواب میں لکھا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ جلدی صحت یاب ہو جائیں تو حکیم کی دوا ترک کر دیجئے شافی مطلق کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ بغیر دوا کے بھی شفا دے سکتا ہے چونکہ مرزا محمد جعفر ہم سے حسن عقیدت رکھتے تھے اس لئے انہوں نے حکیم کی دوا ترک کر دی اور وہ دونوں وقت ہمارے پاس صاف پانی بھجواتے تھے اور ہم اس پانی پر دعا پڑھکر واپس کر دیتے تھے اللہ کے فضل سے ان کو دو تین روز میں صحت ہوگئی اور فی الحال وہ بادشاہ کی فوج کے خزانے کے ساتھ روانہ ہوئے ہیں اس گفتگو کے بعد حضرت نے فرمایا کہ حکماء بیماری کو طول دیتے ہیں اور بیمار کو تکلیف پہنچاتے ہیں تا کہ وہ ہمیشہ ان کے پاس حاضر ہوتے رہیں۔

ایک دن سید محمد قنوجی کا ذکر نکل آیا حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ میر صاحب مرحوم ظاہر و باطن سے صاحب کمال تھے جس زمانے میں وہ تعلیم حاصل کر رہے تھے تو غربت بہت زیادہ تھی اکثر اوقات فاقہ کرنا پڑتا تھا جب وہ ظاہری علوم کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور شہر قنوج میں آ کر سکونت اختیار کی تو ان کی غربت و افلاس کا وہی حال تھا اس مرتبہ ان پر اور ان کے گھر والوں پر دو دن کا فاقہ گزر چکا تھا سید امجد عرف امجد خان اور سید عبد الکریم

عرف شریف خان کم عمر تھے اور فاقہ کیوجہ سے بہت تکلیف میں تھے۔ اتفاق سے قنوج کے صوبیدار کے پیٹ میں آدھی رات کے وقت شدید درد اٹھا اس نے کئی من کھچڑی اور گھی اور کچھ نقد روپیہ ایک مرشد کے ذریعہ کسی بزرگ کی خدمت میں روانہ کیا اور فاتحہ کی درخواست کی اس مرشد کو حضرت سید محمد کے افلاس کے بارے میں معلوم تھا انہوں نے صوبیدار کے لوگوں سے کہا کہ چاول اور نقد روپیہ سید محمد صاحب کی خدمت میں پہنچا دو اس لئے کہ اس شہر میں ان سے زیادہ کوئی مستحق نہیں ہے۔ صوبیدار کے لوگ صدقے کا اناج لیکر آدھی رات کو سید محمد صاحب کے گھر پہنچے اور دروازہ کی زنجیر کھٹکھٹائی سید محمد صاحب کو حیرت ہوئی کہ اتنی رات کو کون آیا ہے؟ اور کیوں آیا ہے؟ بہر حال وہ دروازہ کھول کر باہر آئے صوبیدار کے لوگوں نے غلہ اور نقد رقم ان کو پہنچائی سید محمد صاحب نے اناج لیکر فاتحہ پڑھی اور نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ اللہ کا شکر ادا کیا۔ اسی وقت کھانا پکا کر بچوں کو کھلایا اور خود بھی کھایا اس دن سے سید محمد صاحب کے حالات میں بہتری پیدا ہونا شروع ہوئی ایک دن قنوج کے صوبیدار کو کسی شرعی مسئلہ میں دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئی اس لئے کئی علماء کو طلب کر کے مسئلہ دریافت کیا لیکن کسی کے جواب سے اس کو تشفی نہیں ہوئی کسی شخص نے حضرت سید محمد کا نام لیکر کہا کہ اس شہر میں ایک بہت قابل فقیر رہتے ہیں اگر ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا جائے تو امید ہیکہ

اس کا صحیح جواب حاصل ہو جائے گا صوبیدار نے نے مرحوم سید محمد کو طلب کیا لیکن سید صاحب اس کے گھر نہیں گئے صوبیدار خود ان کے گھر آیا اور مسئلہ دریافت کیا چونکہ سید محمد ایک زبردست عالم تھے اس لئے انہوں نے اس کے سوال کے کئی جوابات دیئے اور ایسی تقریر فرمائی کہ وہ مطمئن ہو گیا اس نے سید محمد صاحب کی خدمت میں دو ہزار روپے نذر کئے سید محمد صاحب کے کام اعلیٰ درجہ پر انجام پائے انہوں نے اس رقم سے اپنے لئے ایک حویلی تیار کروائی لوگ چاروں طرف سے ان کے پاس حاضر ہونے لگے صوبیدار ان کے کمالات کا معتقد ہو گیا اور ہمیشہ ان کے پاس آتا جاتا تھا۔ اتفاق سے کسی زمانے میں بادشاہ شاہجہاں اور وزیر اعظم کا واقعہ درمیان آ گیا بادشاہ چاہتے تھے کہ اپنے زمانے کے قابل ترین شخص کو وزیر مقرر کریں ہر شہر سے قابل لوگوں کو طلب کیا گیا۔ شہر قنوج میں سید محمد صاحب بھی ان قابل لوگوں میں شامل تھے جنکو بادشاہ نے طلب کیا تھا دو اور صاحبین بھی شہرت رکھتے تھے تینوں علماء کو بادشاہ کا دعوت نامہ پہنچا۔ ان دونوں صاحبین نے خدمت قبول کرنے سے معذرت طلب کر لی انہوں نے خیال کیا کہ اگر ہم بادشاہ کے سامنے جائیں اور ملاقات کامیاب ہو تو بہتر ہے لیکن اگر بادشاہ نے ہم کو قبول نہیں کیا تو اس شہر میں ہماری جو عزت ہے وہ بھی ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ اسی مصلحت سے وہ دونوں نہیں آئے سید محمد صاحب نے حکم قرآنی کے مطابق

اطیعواللہ واطیعوالرسول واولوالامر منکم بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی ۔ جب بادشاہ کو سید محمد صاحب کے آنے کی اطلاع ہوئی تو اُس نے اپنے بڑے بیٹے دار اشکوہ کو اُنکا امتحان لینے کے لئے بھیجا۔ اور اُن کی قابلیت دریافت کر کے بادشاہ کو مشورہ دے۔ داراشکوہ نے حکم کے مطابق سید محمد صاحب سے ملاقات کی دار اشکوہ اکثر علماء کے ساتھ رہتا تھا اس نے تصوف کی کئی کتابیں پڑھی تھیں اور اس کو تصوف پر بحث کرنے کا بھی شوق تھا وہ اس معاملے میں اتنا آگے بڑھ گیا تھا کہ اس نے نماز روزہ ترک کر دیا تھا اور اس کا مزاج زندیقی ہوگیا تھا جب اس نے سید محمد صاحب سے ملاقات کی اور تصوف کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو چونکہ سید محمد اہل تحقیق تھے اور علوم ظاہری دباطنی کے زبردست عالم تھے اس لئے انہوں نے دار اشکوہ کے تمام مشکل سوالات کے اطمینان بخش جوابات دیئے دار اشکوہ ان کی ملاقات سے بے حد خوش ہوا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر ان کی بہت تعریف کی ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تم ایک بار اور جاؤ اور ان کو وزارت کی خدمت کے لئے آمادہ کرو۔ داراشکوہ نے عرض کیا کہ سید محمد صاحب کے حالات اور طور طریقوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس عہدے کو قبول نہیں کریں گے۔ آپ کے حکم کے مطابق اُنکو اس عہدے کی دعوت دیدوں گا۔ شہزادہ پھر حضرت سید محمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ شاہجہاں کا پیغام پہنچایا سید محمد صاحب نے اپنے فقر کا عذر پیش

کیا اور بادشاہ کی خدمت قبول نہیں کی داراشکوہ دو پہر تک سید محمد صاحب کے ساتھ تنہائی میں بیٹھا ہوا تھا جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو سید محمد صاحب نے اپنے بیٹے سید امجد کو حکم دیا کہ ظہر کی اذان دو اور خود وضو کرنے میں مصروف ہو گئے داراشکوہ بیٹھا رہا سید صاحب نے اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کی اس کے بعد دوبارہ نشست ہوئی یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا سید صاحب وضو کرنے کے لئے اُٹھے اس وقت اللہ تعالی نے شہزادہ کو بھی توفیق دی اور وہ وضو کرنے کے لئے اٹھا وضو کرنے کے بعد اس نے سید صاحب کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی اور روانہ ہو گیا یہ سید صاحب کی صحبت کا اثر تھا کہ ایسے شخص کو بھی ہدایت ہوئی جب شاہجہاں نے شہزادے کے نماز پڑھنے کی خبر سنی تو وہ سید صاحب کا اور زیادہ معتقد ہو گیا اور ان کے کمال پر ایمان لے آیا اس نے سید صاحب کو اپنے پاس بلا کر ان سے ملاقات کی اور بہت خوش ہوا اور بہت کچھ نذرو نیاز ان کی خدمت میں حاضر کیا ان کے وطن میں ان کے لئے جاگیر عطا کی اور ان کے لئے یومیہ مقرر کر دیا۔ بادشاہ کو یہ بات پسند نہیں آئی کہ سید صاحب اپنے وطن لوٹ جائیں وہ ان کی صحبت کو غنیمت سمجھتا تھا۔ سید صاحب مرحوم نے بادشاہ سے اتنی قربت کے باوجود فقیری کے رویے کو نہیں چھوڑا اور ہمیشہ پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہے ان کے دروازے پر کوئی چوکیدار نہیں تھا ان کی آنکھوں میں ضعف بصارت پیدا ہو گیا تھا اگر کوئی شخص

ان سے ضعف بصری کا سبب پوچھتا تھا تو فرماتے تھے کہ زیادہ فاقے کرنے اور ننگے پاؤں چلنے سے میری آنکھیں کمزور ہوئی ہیں۔ اور اپنے حالات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو مفلسی اور فاقہ کشی سے نجات دیکر اس جگہ پہنچایا سید محمد صاحب کی مجلس میں تصوف کی کتابیں پڑھی جاتی تھیں اور ان کو سن کر ان کی آنکھوں سے آنسوں جاری ہو جاتے تھے چونکہ سید محمد صاحب دردمند دل رکھتے تھے اور شعر وشاعری کا ذوق درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا ہم کو ان کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ جناب عالی اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انسان کیلئے کمال حاصل کرنا ضروری ہے جب کوئی شخص صاحب کمال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی محنت کو ضائع نہیں کرتا قرآن شریف میں آیا ہے۔

اِنَّ اللہ لَا یُضیع اَجرُا المُحسنِین۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب کبھی اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اپنے بندے پر بہتری کے دروازے کھولدے تو اس کو بغیر کوشش اور تلاش کے خوش نصیبی حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ سید محمد صاحب کے حالات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کی قسمت میں غریبی اور تنگدستی لکھی ہو تو وہ چاہے جتنی کوشش کرے اس کو کامیابی نہیں ملتی جیسا کہ شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

کس نتواند گرفت دامن دولت بزور
کوشش بے فائدہ است وسمہ برابروئے کور

(کوئی شخص اپنی طاقت سے دولت نہیں پکڑ سکتا جسطرح اندھے کی آنکھوں میں کاجل لگانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا) اور اللہ تعالی کا حکم ہے کہ جو کچھ موجود ہے اُسی میں شفاء ہے اس لئے بندے کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو جو کچھ پہنچائے اسی پر قناعت کرے اور صبر و شکر کرتا رہے زیادہ طلب کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اس لئے کہ اس سے شرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا چنانچہ بیان کیا جاتا ہے قناعت میں عزت اور طمع میں ذلت ہے۔

بھائی محمد نورالدین کہتے ہیں کہ ایک دن میں پیر و مرشد کو سلام کرنے کی غرض سے شولاپور پہنچا اس وقت میری تقدیر چمک اٹھی اور میں بیعت کی سعادت سے مشرف ہوا حضرت نے مجھے کئی اذکار کا حکم دیا ان میں سے ایک طریقہ کلمہ طیبہ کی تصدیق اور انکار کا بھی ہے۔ جو سلسلہ نقشبندیہ میں ہے اور اس میں ''حبس دم'' کیا جاتا ہے حضرت نے مجھے ہدایت فرمائی اور حکم دیا کہ جب نفس کوئی تقاضا کرے تو یہ الفاظ کہنا چاہیے ''الٰہی انت مقصودی وَ رَضاکَ مطلوبی'' اس وقت میرے دل میں آیا کہ میں تو سر سے پاؤں تک دنیا کی آسائش میں گرفتار ہوں اور یہ الفاظ اس شخص کی زبان سے نکل رہے ہیں جس کا مقصد سوائے طلب حق کے اور کچھ نہیں ہے۔ میں نے چاہا کہ میں میں اپنے دل کی کیفیت حضرت سے بیان کروں جیسے ہی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا حضرت نے میری طرف توجہ کر کے فرمایا کہ آپ فی الحال بادشاہ کی

فوج میں چلے جائیں اور جب تک وہاں رہیں بزرگوں کے احوال پر مشتمل بیس کتابوں کا مطالعہ کریں ان کتابوں میں سلسلہ نقشبندیہ کہ بزرگوں کے حالات درج ہیں جب بھی آپ کو فرصت ہوا ان کتابوں کا مطالعہ کریں چنانچہ میں نے اپنے دل کی کیفیت حضرت پیر و مرشد پر ظاہر نہیں کی اور ان سے اجازت لیکر فوج کی طرف روانہ ہوا اور جن ازکار کا حضرت نے حکم دیا تھا ہمیشہ ورد کرتا رہا جب فوج میں پہنچا تو کتاب ''رشحات'' کی تلاش کی وہ کتاب مجھے مرید خاں کے کتب خانے میں مل گئی۔ جب بھی مجھے فرصت ملتی اس کتاب کا مطالعہ کرتا۔ ایک دن میں وہ کتاب پڑھ رہا تھا کہ اچانک یہ واقعہ لکھا ہوا نظروں سے گزرا ایک مرشد نے اپنے مرید کو حکم دیا کہ کلمات الٰہی" اَنتَ مَقصُودی وَرَضاكَ مطلُوبی " پڑھا کرو۔ مرید نے عرض کیا کہ میرے ساتھ دنیا داری کے کئی معاملات ہیں میں یہ الفاظ کیسے کہہ سکتا ہوں جب کہ حکم ہے کہ ایسی بات مت کہو جو تم نہیں کر سکتے مرشد نے فرمایا کہ فی الحال تم اپنی زبان سے یہ الفاظ کہو اور اللہ کے فضل کے امیدوار رہو۔ رفتہ رفتہ تم جو کچھ زبان سے کہو گے تمھارا دل بھی اس کے مطابق ہو جائے گا۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ حضرت پیر و مرشد نے مجھے یہ کتاب پڑھنے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ انکو میرے دل کی کیفیت معلوم ہوگئی تھی اور اسی لئے انھوں نے اس کتاب کا حوالہ دیا اللہ کا شکر ہے کہ یہ بات میرے دل میں سما گئی اور اسی

دن سے حضرت کی باطنی توجہ کہ وجہ سے مجھے یقین کامل حاصل ہوا۔

ایک دن کمترین حضرت کی خدمت میں حاضر تھا اس وقت کھانے کے حرام ہونے کا ذکر نکلا آپ نے فرمایا کہ کھانے کا احترام کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ اگر کھانا موجود ہو اور نماز کا وقت ہو جائے تو پہلے کھانے سے فارغ ہونا چاہئے اور اس کے بعد نماز میں مشغول ہونا چاہئے چنانچہ حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔

اذاحضر العشاء والعشاء یعنی جب کھانے اور نماز دونوں کا وقت ایک ہو جائے تو پہلے کھانا کھانا چاھئے اسلئے کہ پہلے دل کے علائق کو دفع کرنا چاہئے اس کے بعد نماز کی طرف توجہ کرنا چاہئے اس لئے کہ نماز میں دل کی حضوری شرط ہے جیسا کہ لاصلوا ة الا بحضور القلب جب تک دل حاضر نہ ہو نماز نہیں ہوتی اور دل کی حضوری کیلئے علائق کا رفع کرنا ضروری ہے۔

حضرت نظام الدین عصر کے وقت نماز ادا کرنے کے بعد خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور یہ کمترین امام محمد غزالی قدس سرہٗ کی تصنیف کردہ کتاب کیمیائے سعادت پڑھ رہا تھا اور حضرت سماعت فرمارہے تھے امام غزالی نے لکھا ہے کہ بازار میں بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہونا چاہئے اور ذکر و تسبیح میں مصروف رہنا چاہئے۔ اللہ کے طالب کو چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے دل اور زبان کو بیکار نہ رکھے اور جب ذکر کرنیوالے سے اس میں غفلت ہوتی ہے

تو ساری دنیا اس کے مقابلے پر آجاتی ہے۔ غافلوں کے درمیان ذکر کرنے کا بہت ثواب ملتا ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ غافلوں کے درمیان ذکر کرنیوالا سوکھے درختوں کے درمیان ایک سرسبز و شاداب درخت کے مانند ہے یا مُردوں کے درمیان زندہ ہے اور اسکی مثال فرار ہونے والوں سے جنگ کرنیوالے کی ہے۔ اس گفتگو کے بعد آپ نے فرمایا کہ میاں پیر محمد لکھنوی علیہ الرحمہ ہمیشہ سیر کرنے کے لئے چوک جایا کرتے تھے کسی شخص نے ان سے پوچھا کہ بے ضرورت بازار میں جانے کی ممانعت ہے لیکن آپ ہمیشہ اسی کام کی طرف توجہ فرماتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ جو شخص بازار جاتا ہے اور وہاں اللہ کی یاد میں مشغول رہتا ہے تو اس کو اجر عظیم ملتا ہے اور اللہ تعالی کے فیض سے فائدہ اٹھاتا ہے فرشتے جن کے ساتھ ہمیشہ اللہ کا فضل ہوتا ہے عصر کے وقت نازل ہوتے ہیں اور اس وقت جو بندہ خدا کی یاد میں مصروف رہتا ہے اس کے دل میں غیبی فیوضات ڈال دیتے ہیں اور جو شخص خدا کی یاد سے غافل رہتا ہے اسکی تقدیر اپنی نظر میں رکھتے ہیں اور اللہ تعالی کو اسکی خبر کرتے ہیں تب اللہ تعالی کا حکم ہوتا ہے کہ تم جس بندے کو میری یاد میں مشغول دیکھو اس کو یہ انعام دیدو اور غافلوں کو شاغلوں کی قسمت عطا کی جاتی ہے اور اسی لئے ہم نے ہمیشہ بازار آنیکی اور اسکے سیر کرنے کی عادت ڈال لی ہے اور جیسا کہ ہم نے سنا ویسا ہی ہماری نظروں سے بھی گزرا۔

ایک دن رونے کی فضیلت کا بیان ہوا حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ رونا ہر حال میں بہتر ہے اور ہر وہ بات جو رونے کا سبب ہو بہتر اور مفید ہے چنانچہ ''کتاب رشحات'' میں یہ بات نظر سے گزری کہ اگر کسی شخص پر قرآن شریف کی قرأت کا اثر نہیں ہوتا لیکن قوال کے پُر درد اشعار سے اس کے آنسو بہنے لگتے ہیں تو اس کو چاہئے کہ وہ چیز اختیار کرے جس سے رِقّت طاری ہوتی ہے اور اس شخص کا مرتبہ بھی بلند ہے جس پر کسی کے حالات سننے سے رقت طاری ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ **خَیرُ النَّاسِ مَن یَّبکِی النَّاس** یعنی بہترین انسان وہ ہے جو دوسروں کی تکلیف پر روتا ہے۔

ایک دن یہ کمترین کیمیائے سعادت پڑھ رہا تھا اور حضرت نظام الدین سماعت فرما رہے تھے لکھا تھا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ایک شخص خیرات مانگتے مانگتے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ نے فرمایا کہ اس کو خیرات دیدو حالانکہ یہ خراب آدمی ہے وہ شخص ہمارے درمیان آگیا اور حضور نے اس کو خیرات دی۔ میں نے خیال کیا کہ اس شخص کیلئے آں حضرت ﷺ کے دل میں عزت ہے جب وہ شخص چلا گیا تو میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا کہ یہ برا آدمی ہے اور پھر بھی آپ نے اس کو خیرات دی آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ

تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص سب سے برا ہے جو کسی برائی کے خوف سے احسان کرتا ہے۔ اس عبارت کے سننے کے بعد آپ نے فرمایا کہ برے لوگوں کی شرارت پر غور کرتے رہو اور جہاں تک ممکن ہو اس کے عیب بیان مت کرو۔ اور لوگوں کے درمیان اگر اس کو بیان کیا جائے تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کسی درخت کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے۔ ممکن ہے لوگوں کی شرم سے وہ اپنی برائی سے باز آجائے اور پھر سے وہ برا عمل نہ کرے۔

ایک دن ان فقیروں کا ذکر آیا جو بادشاہوں کی صحبت میں رہتے ہیں حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ بادشاہوں کی صحبت سے دور رہنا چاہئے اگر کسی ضرورت سے ان کے پاس جائیں تو اپنے حالات کی حفاظت کرنی چاہئے اپنے آپ کو دنیا کی برائیوں سے آلودہ نہیں ہونے دینا چاہئے بادشاہوں کی صحبت میں اپنے آپ کو دنیا کی آلودگی سے باز رکھنا بہت مشکل ہے۔ پھر حضرت نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک صاحب رشد و ہدایت بزرگ اپنے زمانے کے بادشاہ کی خدمت میں گئے اور اس سے ملاقات کی بادشاہ کی نظر میں اونچا مقام حاصل کیا اتفاق سے وہ بادشاہ اپنے بڑے بیٹے سے جو ولی عہد بھی تھا بدگمانی رکھتا تھا اور اس وجہ سے اس نے اپنے بیٹے کو معزول کر دیا تھا اور قید میں ڈال رکھا تھا اور طرح طرح سے تکلیفیں دیتا تھا بادشاہ کا دوسرا بیٹا جو جاہ وحشمت کی مسند پر بیٹھا ہوا تھا اس دشمنی کی وجہ سے جو اس کو اپنے بڑے

بھائی کی وجہ سے تھی اس درویش کے پاس پہنچا جس کو بادشاہ سے قربت حاصل تھی اس شہزادے نے مرشد کو کئی لاکھ روپے رشوت دیکر اس بات کے لئے آمادہ کیا کہ بادشاہ کو اس کے خلاف اس قدر بدگمان کیا جائے کہ وہ اپنے جس بیٹے سے ناراض ہے اس کو قتل کردے میں آپ کو مقررہ رقم ادا کردوں گا اس مرشد کے دل میں لالچ آ گئی اور روپے کی تمنا نے اس کو عقل و ہوش سے محروم کردیا وہ بے سوچے سمجھے بادشاہ کے پاس پہنچ گئے اور اس قیدی شہزادے کے بارے میں ایسی باتیں بیان کیں کہ وہ بیٹا جو باپ کا دشمن ہو اور ایسے ناخلف بیٹے کو قتل کیا جائے تو اُس سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی اور اگر سلطنت کی حفاظت کے لئے ایسے نالائق بیٹے کو قتل کردیا جائے تو جائز ہے باپ کے دل میں بیٹے کیلئے محبت تھی اس لئے اس نے ان بزرگ کی باتیں سن کر کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی اختیار کی دو تین روز کے بعد مخبروں نے درویش کی دوسرے شہزادے کی ملاقات کا ذکر بادشاہ کے سامنے کیا اور وہ چھٹی جو شہزادے نے درویش کو لکھی تھی بادشاہ کی خدمت میں پیش کردی چونکہ بادشاہ کو فقیروں کے ساتھ حُسنِ عقیدت تھی اس لئے اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔
جب دوسری مرتبہ بادشاہ کا دربار آراستہ ہوا تو اس درویش نے اپنی نادانی کی وجہ سے پھر وہی بات کہی بادشاہ نے وہی چھٹی جو مخبروں نے بادشاہ کو دی تھی درویش کے ہاتھ میں دے دی۔ اس چھٹی کے پڑھنے کے بعد درویش بہت

پریشان اور شرمندہ ہوا۔ بادشاہ کا قہر جوش میں آیا اس نے اس کو اپنے وطن روانہ کردیا اور اس کا اعتبار جاتا رہا۔ اگر بادشاہ رحم دل نہ ہوتا تو درویش کو ایک بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا۔ لالچی آدمی دنیا کے دولتمند اور مالدار لوگوں کی نظر میں استنجا کے ڈھیلے کا مرتبہ رکھتا ہے۔

ایک دن یہ کمترین آستانہ پر سلام کے لئے حاضر ہوا قدمبوسی کے بعد مجھے حضرت شیخ یحیٰ منیری قدس سرہٗ کا خط پڑھنے کیلئے دیا میں خط پڑھ رہا تھا اور حضرت سماعت فرمارہے تھے۔ شیخ یحیٰ قدس سرہٗ نے اپنے کسی مرید کیلئے تہجد کی نماز پڑھنے کی ہدایت کی تھی اور ایک دعا لکھی تھی جو نماز کے بعد کرنی چاہئے خط پڑھتے وقت اس کمترین کے دل میں خیال آیا کہ میں بھی اسی طرح تہجد کی نماز پڑھوں اور حضرت کی لکھی ہوئی دعا پڑھوں جب میں خط پڑھنے میں مصروف تھا تو اس وقت آپ نے مجھے روک دیا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ خط پڑھنے کے بعد یہ طریقہ جو سراسر سعادت ہے مجھے عطا کیا جائے گا۔ میں یہ خط اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور نماز و دعا کی ترتیب نقل کروں گا خط پڑھنے کے بعد میں وہ خط لے جانا بھول گیا اور حضرت سے اجازت لیکر رخصت ہوا دوسرے دن مجھے یاد آیا کہ نماز اور دعا کی ترتیب اس خط سے نقل کرنی چاہئے۔ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا نیاز مندانہ سلام کے بعد میں حضرت کے سامنے بیٹھ گیا میرے کچھ بیان کرنے سے پہلے ہی حضرت

نے اپنے دست مبارک سے حضرت شیخ یحییٰ کا خط مجھے عنایت فرمایا اور کہا کہ کل خط کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا وہ آج پڑھ کر سناؤ اور یہ خط اپنے ساتھ لے جاؤ۔ شیخ یحییٰ نے جو کچھ لکھا ہے اس میں سے جو کچھ لکھنا چاہتے ہو لکھ لو کیونکہ یہ بہت مفید ہے۔ کمترین نے آداب بجالایا اور اپنے دل میں سوچا کہ سبحان اللہ اللہ تعالیٰ نے محبوب قلوب کو کتنا پاکیزہ دل دیا ہے۔

پیر کے دن حلقۂ مراقبہ سے فارغ ہونے کے بعد یہ کمترین ''روضۃ الاحباب'' پڑھ رہا تھا امیر المومنین حضرت عثمانؓ کا ذکر نکلا بیعت شجرہ میں تمام اصحاب کرام حاضر تھے سوائے حضرت عثمان کے جو حضرت رسول اکرم ﷺ کے حکم پر مکہ گئے ہوئے تھے اور حضور اکرم کا پیغام اس جگہ ان پر القاء ہوا جب نبی اکرم ﷺ حاضر صحابہ کی بیعت سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ عثمان حاضر نہیں ہیں۔ اپنا سیدھا ہاتھ اٹھا کر فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھ کر حضرت ذوالنورین کی بیعت قبول فرمائی اور فرمایا کہ ہم نے بیعت شجرہ میں عثمان کو داخل کرلیا ہے اور اس نیکی کا ثواب دوسرے اصحاب کی طرح ان کو بھی ملیگا۔ اس واقعہ کے سننے کے بعد حضرت پیر و مرشد مدظلہٗ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں بیعت غائبانہ مقبول اور معمول ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ شاہجہاں آباد کے ساکن جن کا نام شیخ عیسیٰ تھا قدوۃ العارفین شاہ یحییٰ مدنی علیہ الرحمۃ کی غائبانہ محبت میں گرفتار

ہو گئے اس وقت حضرت شیخ مدینہ میں مقیم تھے اور مجاوری کرتے تھے۔ شیخ عیسیٰ نے ان سے اپنی عقیدتمندی کا اظہار کرتے ہوئے ان کو ایک خط لکھا اس خط میں لکھا گیا تھا کہ عمر کی زیادتی اور بدن کی کمزوری کی وجہ سے وہ مدینہ حاضر ہونے سے قاصر ہیں۔ حضرت عارف باللہ شیخ یحییٰ مدنی نے اعتقاد کی صداقت کو مدنظر رکھتے ہوئے غائبانہ بیعت قبول فرمائی اور انہیں خط کا جواب لکھا اور ان کی درخواست قبول فرمائی۔

اسی شہر کے رہنے والے ہمارے پیر شیخ کلیم اللہ جیو سلمہ اللہ تعالیٰ کے پاس آتے اور اکثر اوقات اُنکے کے حجرے میں تشریف رکھتے تھے۔ ہم کو بھی ان سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ کبھی کبھی حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین کے عرس کے موقعہ پر دونوں بزرگ سلطان جی کی درگاہ میں (مجلس) جلسہ کرتے تھے اور علیحدہ علیحدہ بیٹھتے تھے جو لوگ ہمارے پیر و مرشد کے ساتھ ہوتے تھے ان پر شوق درد اور ذوق کا غلبہ ہوتا اور حاضرین میں عجیب طریقے کا ولولہ پیدا ہو جاتا اور جو لوگ حضرت شیخ عیسیٰ کی صحبت میں رہتے ان پر ایسی کیفیت طاری نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت غائبانہ درست ہے لیکن اس سے فیض کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا بالمشافہ بیعت میں ہوتا ہے۔ جی ہاں چراغ کی روشنی الگ ہوتی ہے اور دنیا کو روشنی دینے والے سورج کی روشنی الگ ہوتی ہے۔

عصر کی نماز کے بعد کمترین کیمیائے سعادت پڑھ رہا تھا اور حضرت نظام الدین سماعت فرما رہے تھے صوفیوں کے سماع کا مسئلہ نکلا امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اگرچیکہ اسکی تفصیل بہت زیادہ ہے لیکن ہر شخص کی سمجھ الگ الگ ہوتی ہے۔ لیکن کہنے کی بات یہ ہے کہ احمقوں کی ایک جماعت اور کم علم رکھنے والوں کا ایک گروہ ان کو طعنے دیتا ہے کہ وہ لوگ زلف، صنم، قال، مستی اور شراب کی باتیں کرتے ہیں اور سنتے ہیں اور یہ حرام ہے۔ اور یہ نہیں دیکھتے کہ یہ خود ایک بڑی خراب بات ہے جو وہ کرتے ہیں اور ان کو طعنے دیتے ہیں لیکن ان کی حالت کی خبر نہیں رکھتے ان کا سماع صرف اشعار پر مشتمل نہیں ہوتا بلکہ وہ ساز اور آواز سے مل کر سماع بنتا ہے اور احمق لوگ اس بات کی ہنسی اڑاتے ہیں کہ وہ اس زبان میں سماع کیوں سنتے ہیں۔ جو وہ نہیں جانتے وہ بیوقوف اتنا نہیں سمجھتے کہ جب عرب حدی گاتا ہے تو اونٹ اسکی آواز کی قوت سے خوش ہو جاتا ہے اور اپنے بوجھ کو بھول جاتا ہے اگر عرب حدی گانا بند کر دے تو ہوسکتا ہیکہ اونٹ کی حالت بگڑ جائے اور وہ مر جائے ان احمقوں کو چاہئے کہ وہ اونٹ کے پاس جائیں اور اس سے بحث کریں کہ جب تو گانے کا مطلب نہیں سمجھتا تو خوش کیوں ہوتا ہے۔ اور یہ کونسی خوشی ہے جو تیرے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی تازہ شعر سے کوئی چیز سمجھ میں آتی ہے۔ حالانکہ اس کا مطلب وہ نہیں ہوتا جو سننے والا سمجھتا ہے۔ ان کا مقصد شعر کا

مطلب سجھنا نہیں ہوتا۔ ایک شخص نے کہا **ماذادنی فِی الیوم الاخیالکم** صوفی یہ سن کر وجد میں آ گیا لوگوں نے پوچھا کہ تم نے اپنی حالت ایسی کیوں بنالی جبکہ تم خود نہیں جانتے کہ اس نے کیا کہا ہے صوفی نے جواب دیا کیوں نہیں جانتا وہ کہہ رہا ہے کہ ہم سب پریشان ہیں وہ وہ کہہ رہا ہے کہ ہم مجبور ہیں اور مصیبت میں ہیں ان کا سماع اسی طرح کا ہوتا ہے ایسا ہے کہ دل ہر جو کیفیت غالب ہو تو سننے والا اس بات کو اسی کیفیت میں سنتا ہے اور جو کچھ دیکھتا ہے اسی کیفیت میں دیکھتا ہے جس شخص کے دل میں عشق حقیقی یا عشق مجازی کی آگ ہوتی ہے اس کو وہی معلوم ہوتا ہے۔ اس عبارت کو سننے کے بعد حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ ایک دن ہمارے مرشد قطب الاقطاب حضرت شاہ کلیم اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں ایک عرب آیا جو حال ہی میں ہندوستان پہنچا تھا اس وقت قوال یہ شعر پڑھ رہا تھا

آمد نماز شام و نیامد نگار من
اے دیدہ پاس دار کہ خوابم حرام شد

(عشاء کی نماز کا وقت ہو چکا ہے لیکن میرا محبوب نہیں آیا۔ اے میری آنکھوں گواہ رہو کہ آج رات کی نیند میرے لئے حرام ہے)

اس شعر کے سننے کے بعد اس عرب کی حالت بگڑ گئی اور وہ وجد میں آ کر بے تحاشا رقص کرنے لگا جب مجلس ختم ہوئی اور عرب کی حالت میں افاقہ

ہوا تو میں نے اس سے پوچھا کہ مولانا کیا آپ نے اس فارسی شعر کا مطلب سمجھا ہے۔ جواب دیا نہیں لیکن حضور کا نام احمد ﷺ سمجھ میں آیا اور مجھے وجد آ گیا۔ آخر معلوم ہوا کہ اس نے لفظ آمد کو احمد سمجھا اور وجد میں آ گیا تھا قوال چاہے جو کچھ بھی گائے یہ لوگ اس میں اپنے مطلب کی بات ڈھونڈ لیتے ہیں اور وجد میں آ جاتے ہیں۔

ایک دن حضرت نظام الدین کی محفل میں ایک رسالہ پڑھا جا رہا تھا اس میں لکھا تھا کہ کبھی کبھی سماع میں صوفی پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ بے اختیار اس کی زبان پر منصور حلاج کا قول جاری ہو جاتا ہے۔ اس بات کے سننے کے بعد حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ ایک دن مجلس میں ہمارے ایک مرید کا یہی حال ہوا باوجود اس کے کہ وہ صاحب پڑھے لکھے نہیں تھے اور فارسی زبان بالکل نہیں جانتے تھے تو وہ بھلا شعر کا مطلب کیا سمجھتے لیکن منصور کا قول اپنی زبان سے ادا کر رہے تھے۔ اور ان پر ایک عجیب طرح کا نشہ طاری ہو گیا تھا۔ جب ان کی طبیعت ذرا سنبھلی تو انہوں نے وہ کلمات جو ان کی زبان سے نکل رہے تھے موقوف کر دئے میں نے ان سے کہا کہ ایک دن جمعہ کی مجلس میں شیخ سالار محمد کی بھی یہی حالت ہوئی تھی اور حضرت نظام الدین اولیاء نے اپنا ہاتھ ان کے منہ پر رکھ کر اس بیان سے منع فرمایا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ چونکہ اس مجلس میں بعض اجنبی لوگ موجود تھے اس لئے میں نے ان کا منہ بند

کیا تھا اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ مجلس میں قنات لگانے اور اپنے مریدوں کو علحدہ بٹھانے کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں ہے اور اسی لئے ہم نے طئے کیا ہے کہ اگر مستی اور بیخودی کی حالت میں کسی کی زبان سے کوئی لفظ نکل جائے اور کوئی اس کو سن لے تو اعتراض کر سکتا ہے لیکن وجد کرنے والے اس حالت سے مغلوب ہوتے ہیں اس لئے ان کو مجبور سمجھ کر معاف کر دینا چاہئے۔

ایک دن عصر کی نماز کے بعد یہ کمترین کیمیائے سعادت پڑھ رہا تھا اور حضرت نظام الدین سماعت فرما رہے تھے امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ بعض سفر عبادت کے سفر ہوتے ہیں حج کا سفر جہاد کا سفر انبیاء اور اولیاء صحابہ تابعین بلکہ علماء اور بزرگان دین کے مزاروں کا سفر بھی عبادت ہے ایسے سفر عبادت میں شامل ہیں اور ان بزرگوں کی دعاؤں سے برکت حاصل ہوتی ہے ایسی ہی ایک برکت میرے مشاہدے میں یہ ہے کہ دل میں ان کی پیروی کرنے کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے ان کی زیارت بھی عبادت ہے اور ان زیارتوں کے بہت سے فوائد ہیں چنانچہ ان کے حالات اور ان کے اقوال کا فائدہ دگنا ہو جاتا ہے۔ (درگاہوں اور بزرگوں کی مزاروں کے زیارت کیلئے سفر کرنے کا ارادہ کرنا جائز ہے) اس عبارت کو سننے کے بعد حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ آج ایک مرید نے مجھے خط لکھا ہے اور حضرت شاہ برہان

الدین قدس سرہٗ کے روضہ مبارک کی زیارت کی اجازت طلب کی ہے حالانکہ حال ہی میں وہ روضہ مبارک کی زیارت کر چکے تھے ہم نے ان کو جواب میں یہ شعر لکھا ۔

تو تا کے گور مرداں می پرستی

بگرد کار مرداں کر درستی

(تو کب تک بزرگوں کے مزاروں کی پرستش کرتا رہیگا۔ مردوں کے کرنے کے کاموں کوانجام دینا زیادہ بہتر ہے۔) اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جو فائدہ کسی زندہ صاحب کمال سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ وہ مزاروں سے حاصل نہیں ہوتے لیکن اگر کسی شخص کا اس بزرگ کے ساتھ باطنی تعلق ہوتو ممکن ہے کہ اس کو (قبروں کی) زیارت سے بھی فیض حاصل ہو جائے لیکن درگاہوں کی زیارت غافلوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی لیکن زندہ مرشد کی صحبت سے اس کو فیض حاصل ہوسکتا ہے۔

مریدوں میں سے عبدالقادر نامی ایک شخص نے عرض کیا کہ نماز کی حالت میں اکثر خیالات دل میں وسوسے پیدا کرتے ہیں ان وسوسوں کو کسطرح دور کیا جائے۔ حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ نئے سیکھنے والے کو سورۂ فاتحہ کا مطلب سمجھنا چاہئے اور اس کے بعد وہ جو بھی سورۂ ضم کر کے ان کے معنوں کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ وسوسوں میں بھی بڑا فرق ہوتا ہے اس

سے پہلے بھی اس کمترین نے ذکر اور نماز کے دوران دل میں پیدا ہونے والے وسوسوں کی طرف جناب اقدس حضرت صاحب مدظلہ کو توجہ دلائی تھی۔ اس وقت حضرت نظام الدین نے مجھے کسی دوسرے عمل کی ہدایت فرمائی تھی حضرت پیر و مرشد کے صدقے میں جب میں نے ان ہدایتوں پر عمل کیا تو اپنے دل میں پیدا ہونے والے وسوسوں میں بہت بڑا فرق محسوس کیا۔ اولیاء اللہ کی مثال حکیموں کے جیسی ہے جو ہر بیمار کو اس کے درد کے مطابق دوا دیتے ہیں۔

عصر کی نماز کے بعد یہ کمترین کیمیائے سعادت پڑھ رہا تھا۔ اور حضرت نظام الدین سماعت فرمارہے تھے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کسی جوان نے حضرت جنید بغدادی سے کہا کہ اگر تم میرے طریقے پر عمل نہ کروگے تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ انہوں نے صبر کیا اور سخت تکلیف اٹھائی یہاں تک کہ ایک دن انہوں نے نہ کچھ کھایا' پیا نہ منہ سے آواز نکالی یہاں تک کہ انکے پیٹ میں شدید درد ہونے لگا۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی پر اپنی حالت ظاہر نہ کرے اور اس تکلیف کی وجہ سے رونے لگے تو اسکی اجازت ہے اور رقص کرنا جائز ہے جو حبشی لوگ کرتے تھے اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود مسجد نبوی سے انکو رقص کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

رسول خدا صل اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو

اور میں تم سے ہوں انہوں نے ایک مرتبہ خوش ہو کر رقص کیا اور چند بار زمین پر پاؤں پٹکے اور عربوں کی عادت ہے کہ وہ نشاط اور شادی کے موقعوں پر رقص کرتے ہیں اور آپ ﷺ نے حضرت جعفر سے فرمایا کہ تم مخلوق خدا میں میری جان ہو اور انہوں نے بھی خوشی میں رقص کیا اور زید بن حارث سے آپ نے فرمایا کہ تم میرے دوست اور بھائی ہو اُنہوں نے بھی خوشی میں رقص کیا تھا اسلیئے جو شخص یہ کہتا ہے کہ رقص حرام ہے تو وہ غلطی کرتا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ عیش و عشرت کے لئے رقص نہیں ہونا چاہئے اسلیئے کہ عیاشی حرام ہے اور جو شخص اس مقصد کیلیئے رقص کرتا ہے تو اس کے دل میں پیدا ہونے والے برے خیالات زیادہ قوی ہو جاتے ہیں اس عبارت کے سننے کے بعد حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ جب کبھی بادشاہ وقت کسی مرشد سے اختلاف نہیں کرتا اور انکے احکام کی تعمیل کرتا ہے تو ایسی حالت میں اسکی نگرانی رکھنے اور حفاظت کرنے میں خطرہ کا اندیشہ ہے اور ایسے موقع پر کسی قسم کا تکلف نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ یہ سعادت تکلف اور کوشش سے ہاتھ آتی اور شوق کی وہ کیفیت جو مرشد سے ہوتی ہے دوبارہ نہیں ملتی اور آخر میں محرومی ہاتھ آتی ہے۔

یہ کمترین کیمیائے سعادت پڑھ رہا تھا اور حضرت نظام الدین سماعت فرما رہے تھے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ سماع میں

تین باتوں کا خیال رکھنا چاہئے ۔ زمان، مکان اور اخوان زمان یہ ہے کہ جب دل کسی اور کام میں مصروف ہو یا نماز کا وقت ہو جائے تو سماع سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ مکان یہ ہے کہ وہ راستہ نہ ہو یا کوئی تاریک مقام نہ ہو یا کسی تکلیف کا مقام نہ ہو (یعنی اس گھر میں کوئی بیمار نہ ہو یا گھر کے لوگ کسی اور پریشانی میں مبتلا نہ ہوں) اور اخوان وہ ہے کہ انمیں سے ہر شخص اہل سماع ہوا گر کوئی دنیا کا بڑا آدمی حاضر ہو یا کوئی مروت کی وجہ سے حاضر ہو جائے اور دوسروں کو دیکھ کر وجد کرنے لگے یا ایسے لوگ ہوں جو غافل اور دنیا دار ہوں اور سماع کو خراب کریں یا بیکار و فضول باتوں میں مشغول ہوں یا ہر طرف دیکھتے رہیں اور آداب مجلس کا خیال نہ کریں یا ایسے نوجوان جو آپس میں ایکدوسرے کے دوست ہوں اور بار بار ایک دوسرے کی طرف توجہ کریں تو ایسی تمام صورتوں میں سماع کا مقصد حاصل نہیں ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ زماں و مکان اور اخوان سماع کی تین شرطیں ہیں۔ اس عبارت کو سننے کے بعد حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ اللہ کے فضل و کرم سے ہمارے پاس ان تمام باتوں کی احتیاط کی جاتی ہے جو حضرت امام غزالی قدس سرہٗ نے لکھی ہیں اور ہم سماع سے انکار کرنے والوں کو مجلس سے باہر بیٹھاتے ہیں اور اللہ کے فضل سے اکثر انکار کرنے والے مریدوں کے حلقے میں شامل ہو جاتے ہیں نظام الدین شاہ کی وجہ سے انکار

اقرار میں بدل جاتا ہے چنانچہ حضرت نے چند لوگوں کے نام بتائے جنکو سماع سے بہت انکار تھا۔ جب چند بار وہ مجلس میں حاضر ہوئے تو ہمارے مرید ہو گئے۔

ایک روز آداب صحبت پر گفتگو ہوئی حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ جب کبھی مرید اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنے دل کو مرشد کی طرف متوجہ رکھے اور اللہ کی یاد میں مصروف رہے تا کہ مرشد کا فیض حاصل ہو سکے اور اپنا سر مراقبہ میں سے نہ اٹھائیں بلکہ اپنے مرشد کے حُسن کو دیکھتا رہے اور اسکی صورت کو اپنے دل میں بیٹھا لے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرید حضرت جنید بغدادی کی جماعت میں بیٹھا ہوا تھا اُس کا سر مراقبہ میں جھکا ہوا تھا۔ حضرت جنید نے اس سے کہا کہ کیا تمہاری گردن میں کوئی تکلیف ہے جسکی وجہ سے تم گردن جھکا کر بیٹھے ہو مرشدوں کے سامنے اسطرح نہیں بیٹھتے۔

ایک دن حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج قدس سرہٗ کا ذکر نکلا حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ جب وہ ابتداء میں حضرت شاہ قطب الدین قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بیعت کر کے مرید ہو گئے تو ہمیشہ انکی خدمت میں حاضر ہوتے اس وقت حضرت شاہ قطب الدین کی ابتدائی جوانی کا زمانہ تھا ایک دن وہ اپنے جوان دوستوں کے ساتھ ننگے پاؤں

چوگان (ایک کھیل جو ہاکی یا پولو کے مانند ہوتا ہے) کھیل رہے ہیں اسی دوران شیخ فرید الدین قدس سرہٗ پہنچے اور ان کو اس حالت میں دیکھا حضرت شیخ فرید کے دل میں یہ خیال گذرا کہ میں نے اس بڑھاپے میں ایک ایسے جوان کو اپنا مرشد بنایا ہے جس کو کھیل کود سے دلچسپی ہے اور ابھی ان کی ذات بابرکات سے لڑکپن نہیں گیا ہے۔ حضرت شاہ قطب الدین نے اپنے نور باطن سے حضرت شیخ فرید قدس سرہٗ کے اندیشے کو محسوس کرلیا اور فرمایا کہ آپ بھی چوگان پکڑ کر کھیل میں شامل ہو جایئے۔ جب انہوں نے بے حد اصرار کیا تو حضرت شیخ فرید کی سانس پھول گئی اور دم گھٹنے لگا شاہ صاحب نے شیخ صاحب کی طرف دیکھکر فرمایا کہ ہمارے مرید ہونے میں بھی یہ کھیل ہے کہ آپ کی سانس مقصد حاصل کرنے کیلئے سرگرم ہو جاتی ہے اور اس قسم کے کاموں کے لئے سانس کی سرگرمی ہی سب سے اہم مقصد ہے۔

ایک دن سماع سے انکار کرنے والوں کا ذکر نکل آیا حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ سیف الدین نام کے ایک بڑے عالم تھے جن کو بادشاہ دہلی سے انتہائی قربت حاصل تھی اُن ہی دنوں میں میر سید محمد قنوجی رحمتہ اللہ علیہ جو ظاہر و باطن دونوں علوم کے عالم تھے اور وہ بھی شہر دہلی میں رہتے تھے۔ وہ ہمیشہ اپنی خانقاہ میں مجلس سماع منعقد کرتے تھے اور بزرگان دین کے عرسوں کے موقع پر عوام بہت بڑی تعداد میں حاضر ہوتے۔ سید صاحب

حاضرین کیلئے بہت سا کھانا اور طرح طرح کی مٹھائیاں منگواتے تھے قوال بھی حاضر رہتے تھے اور اہل شوق پر وجد کی حالت طاری ہو جاتی تھی۔ سیف الدین صاحب ہمیشہ بادشاہ سے سید صاحب کی شکایت کرتے بادشاہ جواب میں کہتا کہ سید محمد خود ایک بڑے عالم ہیں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ ایسا کام کیوں کرتے ہیں جو بزرگوں کے طریقے کے خلاف ہے جب سیف الدین کی شکایت حد سے زیادہ بڑھ گئی تو بادشاہ نے کہا کہ جب کبھی سید صاحب میرے پاس آئیں گے تو ان سے جواب طلب کیا جائیگا۔ اتفاق سے ایک ہی دن حضرت سید محمد اور سیف الدین صاحب بادشاہ کے دربار میں حاضر تھے۔ سیف الدین نے سید محمد صاحب سے اسطرح سوال کیا کہ اگر شادی میں قوال حاضر ہوں اور گانا گائیں تو وہ نکاح فاسد ہو جاتا ہے اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ سید محمد صاحب نے سیف الدین سے کہا کہ آپ کے والد بھی عالم دین تھے جس دن انکی شادی ہوئی اس دن میں بھی محفل عقد میں موجود تھا اسوقت قوالوں نے گانے گائے اور باجے بجائے اور جو کچھ شادی بیاہ میں ہوتا ہے وہ سب ہوا۔ جب حضرت سید محمد نے یہ جواب دیا تو سیف الدین صاحب اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ انکے اس جواب پر بادشاہ اور تمام اہل محفل مسکرانے لگے اور پھر یہ بات تمام لوگوں میں مشہور ہو گئی۔

عصر کی نماز کے بعد بھائی محمد نورالدین مشکوۃ شریف پڑھ رہے تھے
اور حضرت نظام الدین اسکا متن سمجھا رہے تھے اسی دوران ایک شخص کسی
بیمار کیلئے دم کرنے پانی کا ایک کٹورا لایا۔ حضرت کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اہلِ
محفل سے کہتے کہ اس پانی پر کلمہ طیبہ یا درود شریف پڑھ کر پھونکیں آخر میں
آپ خود اس پانی پر دعا پڑھ کر پھونکتے اللہ کے فضل وکرم سے جو بیمار اس پانی
کو استعمال کرتا اور اسکے استعمال کو جاری رکھتا تو وہ صحت یاب ہو جاتا ہے
اسلئے اکثر گھروں سے لوگ پانی کے کٹورے لاتے اور جب مالدار لوگوں کے
پاس سے پانی کا کٹورا لایا جاتا تو آپ اس پر خاص توجہ کرتے اور کٹورے
پر اپنی مہر لگاتے اس دن بھی حضرت نے اپنی مہر طلب فرمائی اُس وقت اس
کمترین کے دل میں یہ خیال گذرا کہ پانی کے کٹورے پر آپ کی خاص مہر
ہے اور اس مہر پر آپ کا اسم شریف کھدا ہوا ہے معلوم نہیں کہ لوگ اسکی حرمت
کا کتنا خیال رکھتے ہیں اسلئے اگر کوئی مرید مہر لگانے کی درخواست کرے تو
آپ مہر لگائیں اور اگر مہر نہ بھی لگائی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ انشاءاللہ
جب بھی موقع ملیگا میں تنہائی میں یہ معاملہ آپ کے سامنے رکھوں گا حضرت
نظام الدین نے میرے دل میں گذرنے والے اس خیال کو بھانپ لیا اپنا چہرۂ
مبارک اس کمترین کی طرف کر کے فرمایا کہ ایک دن کوئی شخص کسی گھر سے پانی
کا کٹورا لایا تھا اس کٹورے میں باریک پسی ہوئی کانچ پڑی ہوئی تھی جب وہ

کٹورا ہمارے سامنے لایا گیا تو ہم نے اس شخص سے اس حرکت کا جواب طلب کیا اس شخص نے کہا کہ مکان کے اندر سے کٹورے میں پانی بھر کر مجھے دیا گیا تھا ممکن یہ ہے کہ گھر کے اندر یہ کام کسی نے کیا ہو اس شخص نے یہ بھی کہا کہ صاحب خانہ کی دو بیویاں ہیں اور جیسا کہ ہوتا ہے کہ دونوں میں تنازعہ ہے ممکن ہے دونوں بیویوں میں سے کسی ایک نے یہ حرکت کی ہو ہم نے اس شخص کو منع کیا کہ وہ یہ بات کسی سے نہ کہے اس دن سے ہم نے طے کرلیا کہ لوگ اپنے ساتھ خالی کٹورا لائیں اور ہماری خانقاہ سے اس کو بھریں احتیاط کے طور پر ہم کٹورے کے اوپر اپنی مہر لگا دیتے ہیں تا کہ پانی اس قسم کی سازشوں سے محفوظ رہے اور خدائے تعالیٰ کسی بندے کو کوئی تکلیف اور ایذا پہنچنے نہ پائے۔

بھائی محمد نورالدین بیان کرتے ہیں کہ ایک دن دوپہر کے قریب میں حضرت پیرو مرشد کی آستاں بوسی کے لئے پہنچا اس وقت حضرت نظام الدین حویلی میں تشریف رکھتے تھے۔ میں اندر گیا اور دالان سے متصل ایک کمرے میں پہنچا اس کمرے میں ایک روشندان تھا میں نے دیکھا حضرت دالان میں ہیں میں نے روشندان سے آپ کا جمال مبارک دیکھا میں نے اس خیال سے کہیں حضرت مجھے اس حالت میں نہ دیکھ لیں میں نے قدم آگے نہیں بڑھایا دروازے پر کھڑا ہو گیا اور انتظار کرنے لگا کہ محمد باقر یا کوئی دوسرا خادم باہر

آئے تو میں حضرت کو اپنے آنے کی اطلاع دوں گا اور اجازت ملنے کے بعد پیرومرشد کی قدمبوسی سے مستفید ہوں گا۔ میں بڑی دیر تک انتظار کرتا رہا اور میرے دل میں حضرت کی ملاقات کا شوق بڑھتا گیا آخر بے اختیار ہو کر میں نے کھنکارا۔ جب میری آواز حضرت کے سمع مبارک میں پہنچی تو آپ نے مجھے طلب کرنے کے لئے محمد باقر کو بھیجا۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ ایک پلنگ پر لیٹے ہوئے ہیں۔ جو دالان میں بچھا ہوا تھا اور خدمتگاروں میں سے ایک شخص آپ کے تلوؤں پر جھانوا رگڑ رہا تھا۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ ابھی ابھی تو میں نے حضرت کو کمرے میں دیکھا تھا پھر خیال آیا کہ شاید آپ کسی کام سے حجرہ میں تشریف لے گئے تھے اور پھر فوراً باہر دالان میں آگئے۔ کچھ دیر آپ کی خدمت میں رہنے کے بعد یہ سعادت حاصل کر کے رخصت ہوا جب میں باہر آیا تو محمد باقر وغیرہ سے دریافت کیا ان لوگوں نے بتایا کہ حضرت صاحب تو بہت دیر سے پلنگ پر لیٹے ہوئے ہیں اور حجرے میں ہرگز تشریف نہیں لے گئے حالانکہ حجرے کا دروازہ دالان سے متصل ہے۔ جب میں نے یہ واقعہ اپنے بھائی محمد نورالدین سے سنا تو مجھے یقین ہوگیا کہ اولیاء اللہ ہر جگہ حاضر رہتے ہیں اور اس لئے مرید کو چاہئے کہ اپنے پیر کو ظاہر و باطن میں حاضر اور ناظر سمجھے۔ اس نزاکت کو صرف اہل نسبت سمجھ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم تمام مریدوں کو اپنے

مرشدئی قربت عطا فرمائے۔

ایک دن محفل شریف میں میر سید محمد قنوجی کا ذکر نکلا۔ میر صاحب ظاہر و باطن میں صاحب کمال تھے اور ان میں وجاہت بھی بہت تھی اکثر اوقات اپنے سر پر کالے رنگ کا عمامہ باندھتے تھے جس سے ان کا چہرہ اور بھی نورانی ہو جاتا تھا۔ آخر زمانے میں جب وہ بڑھاپے کو پہنچ گئے اور ان میں بیٹھنے کی طاقت نہ رہی تو وہ ایک پلنگ پر لیٹے رہتے تھے اور جو لوگ ان سے ملنے کیلئے جاتے تھے ان سے معذرت طلب کرتے تھے اور اگر قوال آجاتے تو ان سے اشعار سنانے کی فرمائش کرتے اور ہر حالت میں خوش رہتے لیکن کبھی ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسوں بہنے لگتے اور وہ اپنے دونوں ہاتھ پلنگ پر پٹکتے اور ان کی بے چینی اور بیقراری اتنی بڑھ جاتی کہ وہاں موجود لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔

حضرت شاہ برہان الدین غریبؒ کے عرس کے زمانے میں حضرت نظام الدین تشریف لے گئے تھے عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت مسجد میں بیٹھے رہے اور اس کمترین سے مناقب چشتیہ پڑھنے کی فرمائش کی۔ یہ خاکسار حضرت شاہ قطب الدین بختیار کاکی کے حالات پڑھ رہا تھا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے ''کاکی'' کی وجہ تسمیہ دریافت کی حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب کو فقر ظاہری بہت تھا اور ان کی

گزر بسر توکل پر تھی دکاندار اور پڑوسی ان کو کھانا بھیجدیا کرتے وہ اکثر ان سے قرض بھی لیا کرتے اور جب کبھی کہیں سے نذر آتی تو قرض ادا کر دیتے ایک دن ان کے گھر والوں کو فاقہ کرنا پڑتا۔ ان کی بیوی نے دکاندار کی بیوی کو طلب کیا اور قرض کی درخواست کی لیکن چونکہ ان کا پچھلا حساب بے باق نہیں ہوا تھا اس لئے دکاندار کی بیوی نے انکار کر دیا باتوں باتوں میں اس کی زبان سے نکلا کہ اگر ہم نہ ہوتے تو تمہارا جینا حرام ہو جاتا یہ سخت بات شاہ قطب الدین کی نیک سیرت بیوی پر گراں گزری۔ جب شاہ صاحب تشریف لائے تو ان کی اہلیہ نے تمام واقعہ بیان کیا اس وقت حضرت نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ آئندہ کبھی دکاندار سے ادھار مت طلب کرو اور تم اس طاقچے میں ہاتھ ڈالو اور اسی میں سے جو کچھ ملے اسی پر گزارہ کرو ان کی بیوی حکم کے مطابق اٹھی اور طاقچے میں ہاتھ ڈالا انہوں نے دیکھا کہ روغنی روٹی کی طرح ایک روٹی (جس کو کاک کہتے ہیں) برآمد ہوئی اس دن کے بعد حضرت کا لقب کاکی ہو گیا۔ اور اب اس روٹی کو کاکی کہتے ہیں جو ان کی درگاہ پر پکائی جاتی ہے اس کو روغنی روٹی کی طرح پکاتے ہیں اور روضہ شریف کے خادم تبرک کے طور پر لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

جمعہ کے دن مغرب کی نماز کے بعد مجلس ہوئی۔ مجلس کے بعد حضرت نظام الدین نے خانقاہ میں جلسہ کیا اس وقت گنتی کے چند مرید تھے سردار خان

نے جو اس درگاہ کے عقیدتمندوں میں سے ہیں عرض کیا کہ آج آپ کی توجہ کی وجہہ سے مریدوں کی بیچینی بیقراری اور وجد بہت زیادہ دیکھا گیا جو لوگ ہوش میں تھے ان کو یہ طاقت نہیں تھی کہ وہ تڑپنے والوں کو روک سکیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جب مرید وجد میں آجاتے ہیں تو ایک شخص کو سنبھالنے کے لئے دو تین لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اکیلا شخص ایک آدمی کو نہیں سنبھال سکتا خاص طور پر جب مرید زیادہ ہوں اور وہ خوش ہوکر وجد میں آجائیں تو انکی نگرانی کے لئے زیادہ لوگ درکار ہیں۔ انہی میں سے ایک سید اعظم نامی مرید ہیں جو کافی قوت رکھتے ہیں جس وقت وہ وجد میں آجاتے ہیں تو کئی لوگ مل کر بھی ان کو نہیں سنبھال سکتے۔ ایک دن ہم شولا پور میں تھے وہاں ایک مسجد ہے ہم اکثر اس مسجد میں بیٹھا کرتے تھے۔ مسجد سے ملا ہوا ایک کمرہ ہے ہم اسی کمرہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور دروازہ بند تھا۔ سید اعظم ہماری ملاقات کے لئے آئے اور مسجد میں بیٹھ گئے اتفاق سے ایک پپیہا (ایک خوش آواز پرندہ) مسجد کے درخت پر بیٹھا ہوا میٹھی آواز میں چہچہا رہا تھا اور پیہو پیہو بول رہا تھا اس آواز سے ان صاحب پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی انہوں نے اچانک ایک نعرہ لگایا جب ان کے ہاتھ پاؤں پٹکنے کی آواز ہمارے کانوں تک پہنچی تو ہم حجرے سے باہر آئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ شخص اکیلا مسجد میں وجد میں آیا ہوا ہے اور مریدوں میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ مجبوراً خود

ان کوسنبھالنے کے لئے آگے بڑھے اس روز اتنی محنت اور کوشش سے ان کو قابو میں لائے جو بیان سے باہر ہے۔ لیکن اللہ کے فضل سے ان صاحب کو کہیں چوٹ نہیں آئی۔ بہت دیر کے بعد کچھ مرید پہنچے اور ان کو سنبھالنے کی کوشش کی حقیقت میں حضرت صاحب کے مرید اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت پیر و مرشد کے صدقے میں قوال کا گانا سننے کے محتاج نہیں ہیں ان کو ہمیشہ وجد آتا ہے اور ان میں بے انداز شوق پایا جاتا ہے۔ جب حضرت کی زبان مبارک سے میں نے یہ واقعہ سنا تو مجھے استاد کا یہ شعر یاد آیا۔

کسانیکہ یزداں پرستی کنند

باآواز دولا مستی کنند

(جولوگ خدا کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں ان کو باؤلی کی چرخی کی آواز سے بھی وجد آجاتا ہے)

اَللّٰھُمَّ ارزُقْنَا حالت وجد المخلصین واجعلنا من العاشقین الصادقین بحرمة خاتم النبین و شیخنا۔

ایک دن ایک مرید سلام کرنے کی غرض حاضر ہوا اُس وقت گانے بجانے کا ذکر آیا اُس شخص نے عرض کیا کہ میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے دل کی خوشی اور وحشت کی کمی کے لئے گانا گائے اور وہ اکیلا ہو تو جائز ہے۔ حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ امام اعظم کا قول ہے کہ اگر

کوئی شخص فرصت کے وقت میں گانا گائے تو جائز ہے اس کے بعد آپ نے یہ عبارت پڑھی **السماع عندالرقته فی فتاوی السّبیان۔**

ایک دن صبح سویرے یہ کمترین آستانہ بوسی کے لئے حاضر ہوا۔ سردار خان وغیرہ جو حضرت ولایت مآب کے مریدوں میں سے ہیں۔ حاضر خدمت تھے اسی دوران فضیلت پناہ میاں محمد فاضل جیو سلمہٗ اللہ تعالیٰ بھی پہنچ گئے۔ سردار خان نے عرض کیا کہ فاصلے کی دوری کی وجہ سے میں ہمیشہ آستاں بوسی کے لئے حاضر نہیں ہوسکتا لیکن میرا دلی تعلق ہمیشہ پیر ومرشد کے ساتھ رہتا ہے حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ آپ کو مجھ سے جو خلوص ہے تو یوں سمجھئے کہ آپ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں آپ اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف رہیں۔ اہل اخلاص کے لئے موجودگی اور غیر موجودگی دونوں برابر ہیں اگر آپ ہمیشہ ہماری صحبت میں رہیں اور خدا کی یاد سے غافل ہوجائیں تو یہ قربت ہزاروں دوریوں کے برابر ہیں۔ کچھ دیر کے بعد سردار خان وغیرہ رخصت ہوگئے۔ رخصت ہوتے وقت ہر شخص نے اپنا سر آپکے قدم مبارک پر رکھا۔ حضرت پیر ومرشد نے اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لئے اوران کی پیشانی کو اپنے قدموں سے دور رکھا اور پاؤں پر سر رکھنے سے منع فرمایا جب یہ لوگ رخصت ہوگئے تو حضرت نے میاں محمد فاضل اوراس کمترین کی طرف منہ کرکے فرمایا کہ ہم اپنے مریدوں کو اس کام سے منع کرتے ہیں لیکن وہ

مانتے نہیں۔ میں اس کام کے لئے قطعاً راضی نہیں ہوں میں اپنے دل کی بات ان سے کہتا ہوں لیکن میرے مرید اس کام سے باز نہیں آتے حقیقت میں کئی بار یہ بات حضرت کی زبان مبارک سے سنی گئی کہ وہ ہمیشہ اپنے مریدوں کو قدمبوسی سے منع فرماتے تھے لیکن مریدوں کی محبت کا تقاضا یہی تھا کہ وہ حضرت کے قدمبوس ہوں اور وہ اس معاملے میں مجبور تھے۔

جاں در قدمت نثار سازم

جان ہی دیدی جگر نے پائے یار پر عمر بھر کی بیقراری کو قرار آ ہی گیا

ایک دن یہ کمترین حاضر تھا آپ کی محفل مبارک میں سماع کے جائز ہونے کا ذکر نکلا اور کہا گیا کہ بہت سے لوگ ہمیشہ اہل وجد کو طعنے دیتے ہیں حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ اس سے پہلے بھی اعتراض کرنے والوں نے اہل وجد پر اعتراضات کئے ہیں اس کے بعد آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ جس زمانے میں حضرت سلطان المشائخ سلطان نظام الدین اولیاء بقید حیات تھے ہمیشہ سماع سماعت فرماتے تھے اور ان کی محفل میں ہمیشہ اہل وجد پر درد اور شوق کی کیفیت طاری ہوتی تھی اس زمانے کے قاضی نے سلطان جیو رحمتہ اللہ علیہ یعنی حضرت محبوب الٰہی کی دلی خصومت کیوجہ سے بادشاہ کے سامنے ان کی شکایت کی اور بادشاہ سے ضد کی کہ ان کو عدالت میں طلب کر کے سماع سننے سے منع کیا جائے اور اُن سے توبہ کرائی جائے بادشاہ نے قاضی کے

مشورے کے مطابق اُن کو عدالت میں طلب کیا۔ سلطان جیو نے ان کی حاضری کے حکم کو سر پر رکھا اور عدالت عالیہ میں حاضر ہوئے قاضی نے سلطان جیو سے دریافت کیا کہ آپ گانا سنتے ہیں اور لوگوں کو بدعت کا مرتکب بناتے ہیں اور آپ یہ کام خلاف شرع کرتے ہیں آپ کو کئی بار اس کام کے لئے منع کیا گیا لیکن آپ نے منظور نہیں کیا اس بدعت کے انجام دینے کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے حضرت سلطان محبوب الٰہی جیو نے جواب میں فرمایا کہ ہم حدیث نبوی کے مطابق یہ کام کرتے ہیں اور یہ حدیث حاضر ہے اور پھر قاضی اور خلیفہ کے سامنے آپ نے وہ حدیث پیش کی حدیث سننے کے بعد قاضی نے کہا کہ آپ اہل بدعت ہیں اور مقلد ہیں۔ اہل بدعت کو حدیث رسول سے کیا تعلق ہے۔ اگر آپ کے پاس حضرت امام ابو حنیفہ کی کوئی روایت ہو تو پیش کریں۔ جب حضرت سلطان جیو یعنی حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نے یہ الفاظ سنے تو فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو سند کے طور پر پیش کر رہا ہوں۔ اور آپ ابو حنیفہ کی روایت طلب کرتے ہیں آپ کو خدا سے شرم نہیں آتی کہ آپ مسند محمدی پر بیٹھے ہیں اور رسول اکرم کی حدیث قبول کرنے سے انکار کر رہے ہیں آپ کو دولت اور مرتبہ کے غرور نے جکڑ رکھا ہے۔ آپ بہت جلد قضات کی خدمت سے معزول ہو جائیں گے اور اپنے عہدہ سے برطرف ہو کر اپنی سزا کو پہنچیں گے جب قاضی اور سلطان جیو قدس

سرہٗ کے درمیان یہ بحث ہو رہی تھی تو حضرت شاہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدسرہٗ کے ایک بیٹے شاہ زین الدین بادشاہ کی ملاقات کے لئے پہنچ گئے۔ بادشاہ کو حضرت زکریا سے بے انتہا عقیدت تھی انہوں نے شاہ زین الدین کو طلب کیا اور بڑی عزت وتوقیر کے ساتھ اپنے سامنے بٹھایا۔ جب شاہ زین الدین نے حضرت سلطان جیو کو عدالت میں دیکھا تو حیران ہو گئے بادشاہ سے کہا کہ آپ نے ایسے بزرگ کو کیوں تکلیف دی بادشاہ نے جواب دیا کہ میں نے بہت کچھ کہا کہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیں اور کوئی اعتراض نہ کریں۔ قاضی نے نہ مانا اور ان کو عدالت میں طلب کیا آپ سماع کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ شاہ زین الدین نے فرمایا کہ تمام اولیاء اللہ نے سماع سنا ہے اور کوئی اہل دل اس بات سے انکار نہیں کرتا۔ قاضی نے صرف دشمنی کی وجہ سے یہ کاروائی کی ہے آپ حضرت سلطان جیو پر کوئی سختی نہ کریں اور ان کو رخصت کر دیں بادشاہ شاہ زین الدین کے کہنے پر آپے سے باہر ہو گیا اس نے حضرت سلطان جیو سے معافی مانگی اور رخصت کر دیا اور قاضی کو خدمت قضائت سے معزول کر دیا۔ جب قاضی بادشاہ کے دربار سے باہر نکلا تو اس کے دشمن جو قضائت کے عہدے کی وجہ سے اس کا لحاظ کرنے پر مجبور تھے، موقع غنیمت جان کر قاضی پر ٹوٹ پڑے اور اس کو لکڑیوں اور پتھروں سے زخمی کر دیا اور حضرت سلطان جیو قدس سرہٗ کی پیش گوئی درست ثابت ہو گئی۔

پیر کے دن حلقۂ مراقبہ کے بعد خانقاہ میں مجلس ہوئی۔ حافظ محمد حسن جو حضرت کے ایک مرید ہیں سلام کے لئے حاضر ہوئے حافظ صاحب نے کہا کہ کل آپ کی محفل مبارک میں عجیب شوق اور ولولہ صرف حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہٗ کی مجلس میں دیکھا جاتا تھا۔ اجنبی اور غیر لوگ بھی اس درگاہ میں وجد اور مستی میں آجایا کرتے تھے۔ حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ اللہ کا فضل ہمارے شامل حال ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم قوالوں کو گانے کی اجازت دیں تمام غیر لوگوں سے جانے کے لئے کہہ دیتے ہیں۔ اجنبی لوگ خانقاہ کے باہر جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک دن سماع کی مجلس تھی ایک جوگی آیا اور خانقاہ کے باہر بیٹھ گیا اور مجلس کے ختم ہونے تک بیٹھا رہا مریدوں کے نعرے سن کر اس پر بھی رقت طاری ہوگئی اس کی ہدایت کا وقت آچکا تھا۔ جب مجلس ختم ہوئی اور صاحب شوق مریدوں کی حالت میں افاقہ ہوا اور تمام لوگوں کو مجلس عام میں شرکت کی اجازت ملی تو وہ جوگی ہمارے پاس آیا اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے جب تمام لوگ رخصت ہو گئے تو اس نے کہا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں آپ مجھے کلمہ طیبہ پڑھا دیجئے ہم نے اس سے کہا کہ اگر اسلام قبول کرنے کا تمہارا ارادہ قوی ہے تو قاضی شہر کے پاس جا کر اسلام قبول کر لو کیونکہ اکثر ہندو ہمارے پاس آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کو ہدایت کرتا ہے۔ اگر ہم تجھے علانیہ مسلمان کرلیں تو دوسرے ہندوؤں میں

دہشت پیدا ہو جائے گی آخر وہ جوگی جامع مسجد کے خطیب کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہو گیا وہ پھر ہمارے پاس آیا اور علم باطن سیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ وہ اتنی محنت سے ذکر جہر کرتا تھا کہ چار مرتبہ تہہ کی ہوئی چادر اس کے پسینے سے تر ہو جاتی تھی۔ جب وہ ذکر سے فارغ ہوتا تو اس کی چادر گیلی ہوتی۔ آخر بڑی محنت کے بعد وہ صاحب شوق ہوا اور ہمیشہ وجد کی حالت میں رہتا تھا۔ بہت سے جوگیوں کو اس کی وجہ سے ہدایت حاصل ہوئی وہ یہاں سے پر گاؤں رخصت ہو گیا اب خدا جانتا ہے کہ وہ کس طرف گیا ہو گا۔ ایک دن ہمارے کچھ مرید آئے ہوئے تھے انہوں نے اس کی کیفیت بیان کی اور کہا کہ ہم نے اس جوگی کو تلاش کر لیا ہے اس مرید نے کہا کہ فلاں شہر میں فلاں مرید کی درگاہ واقع ہے۔ اس بزرگ کے عرس کے دنوں میں ہم سیر کرنے کے لئے وہاں گئے تھے قوال کلام سنا رہے تھے میں نے دیکھا کہ جوگی شوق کی شدت کی وجہ سے زمین پر لوٹ رہا تھا تماشہ دیکھنے والے لوگ وہاں جمع ہو گئے تھے۔ جب میں اس مجمع میں پہنچا اور اس کے شوق کا معائنہ کیا تو میرا دل بھر آیا میں اس کے قریب گیا اور اس کو سنبھالا لیکن میرے سنبھالنے سے پہلے ہی اس کا بدن زخمی ہو چکا تھا میں نے اس سے پوچھا کہ یہ نعمت کہاں سے تمہارے ہاتھ آئی ہے تو اس نے ہمارا نام لیا کہ میں نے اسے مقام سے تلقین حاصل کی ہے۔ جب ہمارے مرید نے ہمارا نام سنا تو جوگی کو بتایا کہ

میں بھی حضرت ہی سے نسبت رکھتا ہوں اور پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے دوست ہو گئے اس کے بعد اس جوگی کے بارے میں یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ کس طرف گیا۔

ایک دن اس کمترین کے بھتیجے خواجہ اسد اللہ آستاں بوسی کے لئے حاضر ہوئے اور مرید ہونے کی سعادت حاصل کی حضرت نظام الدین نے بھائی محمد نور الدین اور اس کمترین کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ اسوقت خواجہ اسد اللہ کی عمر کتنی ہوگی۔ بھائی نور الدین نے جواب دیا کہ سات برس کا ہو گیا ہو گا حضرت نے فرمایا کہ بچوں کو سات آٹھ سال کی عمر میں فرض نماز کی تاکید کرنی چاہئے۔ اور جب وہ دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں اور نماز سے غفلت کرنے لگیں تو ان کو ڈانٹ پھٹکار کرنی چاہئے۔ بلکہ مارنا چاہئے تاکہ ان کی نماز فوت نہ ہو۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ **قَالَ علیه الصلوة والسلام مروا صبیانکم بالصلواة اِذا بلغوا اَسبَعَ واضربوا اذا بلغو اعشرا۔**

ایک دن مغرب کی نماز سے پہلے سردار خان نامی جو حضرت کے مریدوں میں سے ایک ہیں اور قدمبوسی کی سعادت حاصل کی اسی دوران مؤذن نے مغرب کی اذان دی حضرت نظام الدین نماز کے لئے اٹھے نماز ادا کرنے کے بعد آپ نے حاضر مریدوں کو ذکر کا حکم دیا اور چاہتے تھے کہ

بیٹھ کر ذکر جہر کریں سردار خاں سامنے آ گیا اور اپنے حالات بیان کرنا شروع کر دیئے حضرت کھڑے ہو کر اس سے باتیں کر رہے تھے مرید انتظار میں تھے۔ جب ان صاحب کی گفتگو زیادہ طویل ہو گئی تو حضرت نے ان کا ہاتھ پکڑا اور خانقاہ کے صحن میں تشریف لے گئے اور بھائی نورالدین سے فرمایا کہ ہم کو سردار خان سے کچھ باتیں کرنی ہیں آپ لوگ حلقہ ذکر ادا کیجئے چنانچہ حکم کے مطابق بھائی صاحب نے حاضرین کے ساتھ ذکر کرنا شروع کر دیا حضرت صاحب اس مرید سے بات چیت کرتے رہے حلقہ ختم ہونے کے بعد آپ دوبارہ خانقاہ میں آئے اس وقت بھی وہ مرید اپنی بات کہے جا رہا تھا اور حضرت جواب دے رہے تھے اس کے بعد حضرت اٹھے اور اپنے دست مبارک سے سردار خاں کے لئے شربت بنا کر لائے اور اس مرید کی خاطر کی اور رخصت کیا۔ تمام حاضرین اس مرید کی طویل گفتگو سے تنگ آ چکے تھے سوائے حضرت صاب کی ذات مبارک کے جو مسکرا کر اپنے مرید سے بات چیت کر رہے تھے اور اس کی خاطر داری کر رہے تھے۔ دلبری اور دلجوئی کی جو خوبی جناب مقدس حضرت ولایت مآب میں نظر آتی ہے وہ کسی اور شخص میں نہیں پائی جاتی اللہ ان کے اخلاق کو اور بلند کرے جی ہاں اولیاء اللہ رسول اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہیں۔ اللہ تعالٰی نے حضور کی شان میں فرمایا ہے ۔انک لعلی خلق عظیم۔ بے شک آپ خلق عظیم رکھنے والے ہیں اس

کے باوجود بھی حضرت رسالت پناہ ﷺ اپنی زبان مبارک سے یہ کلمات ادا فرماتے۔ **اَللّٰهُمَّ احسن خلقی فاحسن خلقی اَللّٰهُمَّ کَمَا حَسَّنْتَ خلقی فَاَحسن خُلُقِیْ اَللّٰهُمَّ احسن خلقی کَمَا حسنت خلقی ۔**

ایک دن فجر کی نماز کے بعد حضرت نے اپنے مریدوں میں سے ایک مرید سے فرمایا کہ آج کل تم بہت کمزور ہو گئے ہو اور ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ تم دن رات میں سے ایک مرتبہ کچھ کھاتے ہو تم یہ تکلیف کیوں اٹھاتے ہو عادت کے مطابق تم کو دو وقت کھانا کھانا چاہئے کم کھانے سے ذکر میں کثرت ہوتی ہے اور یادِ الٰہی میں اضافہ ہوتا ہے۔ بدن کی احتیاط بھی ضروری ہے اس کے بعد آپ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا **العلم علمان علم الابدان و علم الادیان۔** علم بدن واجب ہے جس شخص کے بدن میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ تو اس کے حواس منتشر ہو جاتے ہیں اور وہ خدا کی عبادت سے معذور ہو جاتا ہے۔ اللہ کی عبادت مقصد حقیقی ہے اور مقصد حاصل کرنے کے لئے جو بھی ضروری ہو اس کی کوشش کرنی چاہئے اس کے بعد حضرت نے میر سید محمد رحمت اللہ علیہ کا واقعہ بیان کیا۔ میر صاحب مرحوم بڑھاپے کے باوجود تین چار مرتبہ کھانا کھاتے تھے اور ورزش کرتے تھے اور ان کی قوت ایسی تھی کہ بڑھاپے کی عمر میں بھی ان کے گھر لڑکا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے سید احمد رکھا۔ مطلب کام سے ہے نہ کہ بیکار فاقہ کرنے کے۔

ایک دن صبح سویرے یہ کمترین آستاں بوسی کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت اس وقت تفسیر پڑھ رہے تھے بھائی محمد نورالدین اور میاں محمد فاضل بھی حاضر تھے متعصب لوگوں کے تعصب کا ذکر نکلا حضرت نے فرمایا کہ اکثر لوگوں کا تعصب اسقدر ان کا دامنگیر ہوجاتا ہے کہ سچ بات کو بھی تعصب کی وجہ سے اپنے مقصد کے مطابق سمجھتے ہیں اور دشمنی پر کمر باندھ لیتے ہیں۔ حضرت نے یہ بات کہی اور قلمدان سے ایک خط نکال کر اسی کمترین کے ہاتھ میں دیا آپ نے فرمایا کہ اس خط میں کوئی لفظ ایسا ہو جس کے دوسرے معنیٰ بھی نکلتے ہوں تو بتایئے اور اس خط کو غور سے دیکھئے میں نے وہ خط پڑھا لکھا تھا کہ صاحب مہربان سلامت اس فقیر کو تین چار دن سے بخار آرہا ہے۔ اور اسی وجہ سے حضرت پیر و مرشد کی آستاں بوسی کے لئے حاضر نہیں ہوسکا۔ آج میں حضرت صاحب کی خدمت میں پانی کا کٹورا روانہ کررہا ہوں تاکہ آپ اس پر کچھ پڑھیں اور آپ کی سانسوں کی برکت سے مجھے جلدی صحت نصیب ہو اس کمترین نے خط پڑھنے کے بعد عرض کیا کہ اس خط میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے بدگمانی پیدا ہوسکتی ہے۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ جن صاحب نے اس بیمار شخص کا رقعہ جو اس نے خود لکھا تھا میرے پاس لے کر آئے تھے اور ان کی حد سے زیادہ شکایت تھی یہاں تک کہ ان کو متنفی قرار دیدیا۔ آخر ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے ان میں کونسا ایسا فتنہ

معلوم کیا ہے انہوں نے بتایا کہ خط میں لکھا ہوا ہے کہ فقیر تین چار دن سے بیمار ہے اور لفظ تین کے نیچے خط کشید کیا ہے۔ (لکیر کھینچی ہے) اس عبارت سے ان کی کج فہمی ظاہر ہوتی ہے جن کے نیچے لکیر کھینچی گئی ہم نے ان صاحب کو بہت کچھ سمجھایا کہ لکھنے کا طریقہ یہی صحیح ہے اور اس خط سے کسی کی توہین نظر نہیں آتی لیکن وہ نہیں مانے۔ اس لئے یہ تمام تعصب ان کے اپنے جنون کا ثبوت ہے جو ان کی گردن پر سوار ہے۔

بھائی محمد نورالدین بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت نظام الدین کی مجلس مبارک میں حضرت شریف زندنی کا ذکر شریف ہوا وہ حضرت شیخ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کے مرشد تھے۔ حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ صرف ایک رسالے میں اُن کا ذکر لکھا ہوا ملتا ہے لیکن وہ ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ لیکن ایک رسالہ اسوقت ہاتھ آیا جب ہم قنوج کی طرف تھے اس رسالے میں ان کے حالات تفصیل سے لکھے ہوئے تھے جب اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوا اور حضرت عثمان ہارونی کے دل میں تڑپ پیدا ہوئی تو وہ تاجروں کے طبقے سے تعلق رکھتے تھے ان کا گزر کسی شہر سے ہوا اس مقام پر حضرت شیخ مودود چشتی قدس سرہٗ اور کئی مشہور مصاحب موجود تھے اور لوگوں کو حضرت شیخ مودود کی خدمت سے بہت فیض پہنچ رہا تھا۔ حضرت عثمان ہارونی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے مرید ہونے کی سعادت حاصل کرنا چاہی۔ جب

انہوں نے بیعت کی درخواست کی تو شیخ مودود نے فرمایا کہ تمہارا نصیبہ حاجی شریف زندنی کے پاس ہے جو ہمارے ہی ایک خلیفہ ہیں اور یہ تقدیر ازل سے مقرر کردی گئی ہے اس لئے تم حاجی صاحب کے پاس جاؤ اور اپنا حصہ حاصل کرلو۔ حضرت عثمان ہارونی نے درخواست کی کہ ان سے اس شہر کے کسی محلے میں ملاقات ہوسکتی ہے۔ حضرت شیخ مودود نے فرمایا کہ حاجی صاحب ایک آزاد انسان ہیں ان کا کوئی مکان مقرر نہیں ہے اور ان کا معمول یہ ہے کہ وہ مزدوروں اور معماروں کے ساتھ تمام دن مٹی کا کام کرتے ہیں اور شام کے وقت مزدوری لئے بغیر غائب ہوجاتے ہیں یہی ان کی پہچان ہے۔ حضرت عثمان ہارونی نے اس شہر کو جانے کا ارادہ کیا اور منزلیں طئے کرنے کے بعد اس شہر میں پہنچے اور ان کی تلاش کی لیکن ان سے ملاقات کی کوئی صورت پیدا نہ ہوسکی اتفاقاً ایک مالدار آدمی نے اس شہر میں عمارت کی بنیاد رکھی تھی وہاں کئی مزدور کام کرتے تھے۔ حضرت عثمان ہارونی عمارت کے مالک کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ کیا آپ کی عمارت میں کوئی ایسا مزدور بھی ہے جو کام کرتا ہے اور اپنی مزدوری نہیں لیتا۔ اس قسم کا ایک شخص مزدوروں میں موجود ہے۔ عمارت کا مالک اس سوال پر حیرت کرنے لگا اور عمارت کے داروغہ کو طلب کرکے پوچھا داروغہ نے جواب دیا کہ حقیقت میں ہمیشہ چالیس یا پچاس مزدور یہاں کام کرتے ہیں اس لئے صبح حاضری کے

وقت مزدوروں کی گنتی کرنی پڑے گی۔ معلوم نہیں کہ وہ کون شخص ہے۔ حضرت عثمان عمارت کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے اور مزدوروں کی گنتی کی شام کو داروغہ نے مزدوروں کو طلب کیا تمام مزدور حاضر ہو گئے حاجی شریف دروازے سے باہر نکل کر روانہ ہو گئے۔ حضرت عثمان ہارونی نے ان کا پیچھا کیا اور ان کے پاس پہنچ گئے انہوں نے دیکھا کہ حضرت حاجی شریف ایک مسجد میں گئے وہاں وضو کیا اور نماز میں مشغول ہو گئے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عثمان ہارونی ان کے سامنے آئے اور سلام کیا اور حضرت حاجی شریف کے قدموں میں گر پڑے اور نہایت عاجزی وانکساری دکھائی۔

حاجی شریف نے ان کا سر مبارک اپنی گود میں لے لیا اور ان کے حالات دریافت کئے حضرت عثمان نے بیعت کی التجا کی حاجی شریف رحمت اللہ علیہ نے اپنا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ایک مٹی کا کام کرنے والا مزدور ہوں دن بھر مٹی کا کام کرتا ہوں مجھے پیری مریدی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت عثمان ہارونی نے فرمایا کہ میں یہاں خود اپنی مرضی سے نہیں آیا ہوں مجھے مودود چشتی نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اور فرمایا کہ آپ کی خدمت ہی میرا نصیب ہے جب حضرت شیخ شریف نے حضرت شیخ مودود کا نام مبارک سنا تو بہت خوش ہوئے ان پر شوق اور ذوق غالب آ گیا اور مسرت اور انبساط ان کی پیشانی پر جلوہ گر ہو گئے اور انہوں نے حضرت عثمان ہارونی کو

اپنے مریدوں میں شامل کرلیا اس کے بعد فرمایا کہ اب تم میرے پاس پہنچ گے ہو اور میری پوشیدہ حالت ظاہر ہوگئی ہے اس لئے تم ہمیشہ میرے ساتھ رہا کرو تا کہ تمہارے نصیب میں جو کچھ ہے وہ تم کو پہنچایا جا سکے۔ چنانچہ چھ مہینے حضرت حاجی شریف بقید حیات رہے اور حضرت عثمان ہارونی کی تربیت فرمائی ۔ بالآخر حضرت عثمان ہارونی کو اپنی خلافت عطا کر کے عالم بقاء کی طرف کوچ کر گئے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد پیر و مرشد حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ گزرے ہوئے بزرگ اس طرح کے تھے اور اس طرح اپنے حال پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور اب وہ زمانہ ہے کہ کم حوصلہ لوگ بھی تھوڑی سی چیز پا کر اس کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور اپنے مرشد ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔

ایک دن عصر کی نماز کے بعد حضرت نظام الدین مشکوٰۃ شریف کا درس دے رہے تھے درمیان میں قرآن شریف کی اس آیت کا ذکر آیا۔ **لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ ۔** اس آیت کے سننے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ مفسرینؒ نے اس آیت کی تفسیر میں کئی نکات بیان کئے ہیں لیکن صاحب راز حضرت سید محمد گیسو دراز قدس سرہٗ نے اس کے بہترین معنیٰ بتائے ہیں یعنی تحقیق تمہارے پاس ایک ایسا پیغمبر آیا جو تم لوگوں میں سے

ہی ہے اور پھر حضور اکرم ؐ کی حدیث بھی یہی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کے نور سے ہوں اور مومن میرے نور سے ہیں۔ اور یہاں یہ ایک ایسا پوشیدہ راز ہے جس کو صرف اہل عرفان ہی سمجھ سکتے ہیں اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ انسان کی شکل بھی حضرت محمد ﷺ کی شکل کے مطابق ہے چنانچہ آپ دوزانو بیٹھ گئے اور فرمایا کہ سر سے گردن تک پہلے میم کی شکل ہے اور کلائیاں حائے حطی کی شکل میں ہیں کمر دوسری میم کی طرح ہے اور گھٹنوں سے پاؤں تک دال کی شکل بنتی ہے۔

وحدت اے دل ہر کہ مستی می کند
از خود ز دعویٰ ہستی می کند

حضرت محمد ﷺ کی شان انسان کے دل میں خدا کی شان ہے پھر بھی انسان غرور کرتا ہے اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ کفار بھی صورت شکل میں اہل اسلام کی طرح ہیں لیکن قیامت میں کافروں کی صورت بگڑ جائے گی اور یہ حالت باقی نہیں رہے گی۔ اہل اسلام اصلی صورت میں رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہوگی گمراہ لوگ اپنی بگڑی ہوئی شکلوں کے ساتھ قہر وعذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اس گفتگو کے بعد آپ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ شہر دہلی میں حضرت سید حسن رسول نمار ہتے تھے جو شخص بھی اُن سے درخواست کرت کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے دیدار کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو اسی مجلس میں اپنے قریب

بلاتے اور ان کی توجہ سے سائل کو حضور اکرم کا دیدار میسر آجاتا۔ جب حضرت نظام الدین نے یہ گفتگو ختم کی تو بھائی محمد نور الدین کو شوق کا غلبہ ہوا اور ذوق کا ولولہ ظاہر ہوا اور وہ اپنی جگہ سے اچھل کر حضرت پیر و مرشد کے قدم مبارک پر گر گئے۔ حضرت نے ان کو اپنی مہربانی سے لپٹا لیا رقت کی وجہ سے تمام حاضرین کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور وہ بہت اچھا وقت گزرا۔

وقت ما از دیدن ساقی خوش است

وقت ساقی خوش کہ وقت ما خوش است

ہم اس وقت اس لئے خوش ہیں کہ ہم ساقی کو اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ ساقی اس لئے خوش ہے کہ وہ ہماری خوشی کو دیکھ رہا ہے۔

ایک دن عصر کی نماز کے بعد یہ کمترین کیمیائے سعادت پڑھ رہا تھا اور حضرت نظام الدین سماعت فرما رہے تھے۔ جس مقام پر حضرت امام غزالیؒ نے زبان سے بیہودہ اور بے کار باتیں کرنے کا بیان کیا ہے وہاں زبان کی گیارہ آفتیں قرار دی ہیں ان میں سے یہ کمترین ساتویں آفت پڑھ رہا تھا امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ ساتویں آفت شعر اور گانا ہے ہم نے کتاب سماع میں یہ تشریح کر دی ہے کہ شعر پڑھنا اور گانا حرام نہیں ہے اس لئے کہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے بھی شعر پڑھے جاتے تھے اور آپ حضرت حسّان بن ثابت سے فرمائش کرتے تھے تاکہ اشعار کے ذریعہ کافروں کا جواب دیا جا سکے۔ اور ان کی ہجو کو رد کیا

جا سکے۔ لیکن اگر کوئی بات جھوٹ یا کسی مسلمان کی ہجو ہو تو ایسی مذمت یا تعریف نہیں ہونی چاہئے لیکن اگر تشبیہ کے طور پر کہا جائے تو جائز ہے کہ تشبیہ شعر کی سند ہے اور اگر وہ جھوٹ بھی ہو تو حرام نہیں ہے بشرطیکہ اس کا مقصد ایسا نہ ہو جو اعتقاد کے خلاف ہو ایسے اشعار بھی حضور اکرم ﷺ کے سامنے عربوں نے پڑھے ہیں۔ اس عبارت کی سماعت کے بعد ایک شخص نے جو حضرت کی مجلس مبارک میں پہلی بار آیا تھا۔ عرض کیا کہ حضرت حافظ شیرازیؒ اور مولوی جامی وغیرہ۔ جیسے پرانے بزرگوں نے بھی تشبیہ کے طور پر اشعار کہے ہیں۔ ان کے بارے میں کیا کہا جائے گا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ جناب عالی ان پرانے بزرگوں کو جھوٹ کے الزام سے بری سمجھنا چاہئے۔ اس لئے انہوں نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ مشاہدہ کرنے کے بعد ہی کہا ہے۔ اس کے بعد آپ نے زبان کرامت ترجمانی سے یہ عبارت عنایت فرمائی۔ **العُشّاق لایو اخذون بِمَا صدر عنهم**

فضیلت بکاہ وگریہ :

ایک دن عصر کی نماز کے بعد یہ کمترین کیمیائے سعادت پڑھ رہا تھا اور حضرت نظام الدین سماعت فرما رہے تھے امام غزالیؒ نے خوف خدا رکھنے والے اور خشیعت الٰہی سے رونے والوں کی فضیلت میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس سے تمام لوگ ڈرتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اس کو تمام لوگ ڈراتے ہیں اور حضور نے یہ بھی فرمایا کہ تم

میں سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ کوئی مومن ایسا نہیں ہے کہ اس کی آنکھ سے آنسو بہہ کر اس کے چہرے پر اتر جائے تو ایسے شخص پر دوزخ کی آگ حرام ہے اور فرمایا کہ جب بندے کے بدن پر اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کے خوف سے رویا کرو تاکہ دوزخ کی آگ سے محفوظ رہو۔ جب دودھ چھاتی سے نکل جاتا ہے تو دوبارہ واپس چھاتی میں نہیں جاتا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ ننے فرمایا کہ میری امت میں سے کوئی شخص بغیر حساب کتاب کے جنت میں نہیں جا سکتا سوائے اس کے جو اپنے گناہ یاد کر کے رویا کرتا ہے اور فرمایا خدائے تعالیٰ کے پاس کوئی قطرہ اس آنسو سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔ جو خوف خدا سے آنکھوں سے نکلتا ہے یا وہ خون کا قطرہ جو خدائے تعالیٰ کی راہ میں بہایا جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سات لوگ خدا کے سائے میں رہتے ہیں اور ان میں سے ایک وہ ہے جو تنہائی میں خدا کو یاد کرتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں اس عبارت کو سننے کے بعد حضرت نظام الدین نے فضیلت مآب میاں محمد فاضل جیو اور بھائی محمد نور الدین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ بہت سے لوگ رونے سے نفرت کرتے ہیں اور رونے کی قدر و قیمت نہیں جانتے وہ نہیں جانتے کہ رونے میں کتنی خوبیاں ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ جو مرید

ہمارے سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اُن کی آنکھیں اکثر روتی رہتی ہیں اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ سماع کی حالت میں صاحب شوق لوگوں کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور وہ کانپنے لگتے ہیں اس حالت کی فضیلت کو بھی حضرت امام غزالی نے کس عمدہ طریقہ سے بیان کیا ہے اس کے بعد حضرت نے میاں محمد فاضل جیو سے فرمایا کہ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے رونے کی فضیلت میں جو کچھ لکھا ہے اس کو ایک کاغذ پر لکھ کر محفوظ رکھو تا کہ جو لوگ رونے کی فضیلت سے انکار کرتے ہیں ان کو دکھا دیا جائے۔ اس کمترین نے عرض کیا کہ اس عبارت کو یہ ناچیز لکھ کر لائے گا۔

درفضیلت احتیاط صاحب شوق مغلوب ذوق را احتیاط نمودن:

عصر کی نماز کے بعد مشکوٰۃ شریف کا درس ہوا اس کے بعد حضرت نے اس کمترین کو کیمیائے سعادت پڑھنے کا حکم دیا۔ میں جس جگہ بیٹھ کر کتاب پڑھتا تھا اس مقام پر حضرت کے ایک مرید سردار خان بیٹھے ہوئے تھے جب ملازم حجرۂ مبارک سے کتاب لایا تو سردار خان نے اس کمترین سے کہا کہ میں اپنی جگہ سے نہیں اٹھ سکتا اس لئے کہ کل رات کو میری کمر پر مار لگا ہے۔ اس دعا گو نے مار لگنے کی وجہ دریافت کی حضرت پیر و مرشد نے اس کمترین سے فرمایا

کہ سردار خان رات کو ایک جگہ گئے تھے وہاں سماع ہو رہا تھا وہاں ان پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اس حالت میں انہیں کسی نے نہیں سنبھالا اس لئے ان کو جگہ جگہ مار لگا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں اپنے ان تمام مریدوں سے جو سماع میں وجد سے مغلوب ہو جاتے ہیں بار بار کہتا ہوں کہ کسی اجنبی کی مجلس میں یا جہاں سماع ہو رہا ہے وہاں نہ جایا کریں اور سماع نہ سنا کریں۔ ہمارے منع کرنے کی وجہ بھی یہی ہے۔ ایک دن برم پور میں اسد خان نامی خواجہ سرا نے حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ کا عرس کیا تھا۔ میاں محمد شاہ اور شیخ محمد عارف اس مجلس میں آ گئے اگرچیکہ میاں محمد شاہ اہل شوق لوگوں کو سنبھالنے کی خدمت انجام دیتے ہیں اور احتیاط کے ساتھ چلتے ہیں لیکن اس مجلس میں انہی پر شوق کا غلبہ ہو گیا ان کے ہاتھوں سے لگام نکل گئی اور وہ شوق سے مغلوب ہو کر بے طاقت ہو گئے شیخ محمد عارف ان کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگے لیکن میاں محمد شاہ ان کو بھی بیقراری کے دائرے میں لے آئے ان دونوں کو بہت مار لگا اس وقت شیخ محمد عارف محفل مبارک میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کیا کہ جس وقت میاں محمد شاہ پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی تو میں اپنی جگہ سے دوڑا اور ان کو جا کر پکڑ لیا میں اپنے ہوش و حواس میں صرف اتنا کام کر سکا اس کے بعد مجھے خود اپنی جگہ سے دوڑا اور ان کو جا کر پکڑ لیا میں اپنے ہوش حواس میں صرف اتنا کام کر سکا اس کے بعد مجھے خود اپنی خبر نہ رہی کہ مجھ پر کیا گزر گئی۔ شیخ محمد عارف نے اس بات کے بیان کرنے کے بعد

عرض کیا کہ پچھلی جمعرات کو خواجہ عبدالرحمٰن کے گھر میں اور میاں غلام محمد گئے تھے وہاں مجلس سماع تھی اس وقت کسی شخص کو وجد آ گیا۔ میں نے چاہا کہ اس صاحب شوق کو سنبھال لوں۔ میاں غلام محمد نے مجھے منع کیا کہ آپ دوسروں کی محفل میں کیوں دخل دیتے ہیں ان کے کہنے پر میں رک گیا۔ اس بات کو سننے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ ایسے وقت میں اپنے آپ کو معاف نہیں رکھنا چاہئے اور صاحب شوق کی خدمت کی

سعادت حاصل کرنی چاہئے۔ ہم نے ایک کتاب میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جو شخص اہل شوق کی حفاظت کرتا ہے اور وہ گانے والا جو اہل ذوق کے سلسلہ شوق کو متحرک کرتا ہے وہ حالت شوق کے فیوضات میں داخل ہو جاتا ہے اور جتنی نیکیاں صاحب شوق کو ملتی ہیں ان میں سہیم و شریک ہو جاتا ہے اس لئے اس نعمت کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہئے۔

درفضیلت اعزاز درویشاں تو نگراں راو درویشان راقدر درویشی دانستن:

ایک دن عصر کی نماز کے بعد یہ کمترین کیمیائے سعادت پڑھ رہا تھا اور حضرت نظام الدین سماعت فرما رہے تھے امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کبھی دنیا کے لوگ دنیا جمع کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں اور فقیروں

(درویشوں) کو دشمن سمجھتے ہیں تو خدائے تعالیٰ ان کو چار مصیبتوں میں گرفتار کرتا ہے۔ (۱) قحط زمانہ (۲) بادشاہ کا ظلم (۳) عدالت کی نا انصافی (۴) کافروں کی شان و شوکت اور ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس شخص پر لعنت ہے جو درویش سے اس کی غریبی کی وجہ سے نفرت کرتا ہے۔ اور مالدار لوگوں کو ان کی دولت کی وجہ سے عزیز رکھتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی مجلس میں مالدار لوگ اتنے ذلیل نہیں ہوتے تھے جتنے حضرت سفیان ثوری کی مجلس میں ہوتے تھے۔ وہ ان کو اپنے قریب نہ پھٹکنے دیتے تھے اور آخری صف میں بٹھاتے تھے اور درویشوں کو اپنے پاس بٹھاتے تھے۔

لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے بیٹے کسی شخص کو اس لئے حقیر مت سمجھو کہ وہ پرانے کپڑے پہنے ہوا ہے اس لئے کہ تمہارا اور اسکا خدا ایک ہی ہے۔
یحییٰ معاذ رحمت اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر مسکین آدمی دوزخ سے اس طرح ڈرتا ہو جیسے درویشی سے ڈرتا ہے تو اس کے لئے نجات ہے اور اس کو بہشت کی طلب ہو تو اس کو دنیا اور جنت دونوں بھی ملیں گے اگر کوئی شخص اپنے دل مین خدا سے ایسے ڈرتا ہے جیسے مخلوق خدا سے تو وہ خوش نصیب ہے۔

ایک شخص حضرت ابراہیم ادہم رحمت اللہ علیہ کی خدمت میں دس ہزار درہم لیکر آیا انہوں نے گڑگڑا کر کہا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں یہ رقم لیکر اپنا نام فقیروں کی فہرست سے خارج کروالوں میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ اگر تم قیامت کے دن میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو درویشوں کی طرح زندگی گذارو اور مالدار لوگوں سے دور رہو اور اس وقت تک کپڑوں کو استعمال کرو جب تک کہ وہ پھٹ نہ جائیں اس حکایت کے سننے کے بعد حضرت نظام الدین نے اپنا چہرۂ مبارک بھائی محمد نور الدین اور فضیلت پناہ میاں محمد فاضل جیو کی طرف کر کے فرمایا کہ اگر چیکہ درویشوں کے ساتھ حقارت سے پیش آنا منع ہے۔ لیکن ایسے فقیر حقارت اور ذلت کے مستحق ہیں اور ندامت اور بیزاری کے حقدار ہیں جو اپنی فقیری کی قدر و قیمت نہیں جانتے اور درویشی کی عظمت کی حفاظت نہیں کرتے اور اپنی ضرورتیں دنیا کے لوگوں کے سامنے لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مالدار لوگوں کے دل ان کی طرف سے پھیر دیتا ہے۔ جب وہ دنیا کے لوگوں کی طرف دیکھتے ہیں تو گویا وہ فقیری کے دائرے سے باہر ہو جاتے ہیں اور یہی ان کی سزا ہے جو ان کو بھگتنی پڑتی ہے بھائی محمد نور الدین نے عرض کیا کہ حقیقت میں ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت فرماتے ہیں لیکن دنیا کے لوگوں کو فقیروں کے ساتھ رعایت کرنا ضروری ہے وہ لوگ چاہے جیسے بھی ہوں لیکن آخر میں ان ہی مصیبتوں میں گرفتار ہوتے ہیں جو امام غزالیؒ نے بیان کئے ہیں۔

ایک دن عصر کی نماز کے بعد حضرت نظام الدین بیٹھے ہوئے تھے اور میاں اخلاص نے خانقاہ کے باہر گانا شروع۔ سردار خاں نے عرض کیا کہ اگر

آپ اجازت دیں تو ان کو اس جگہ بلا کر گانا گانے کے لئے کہیں حضرت نے فرمایا کہ یہ وقت ہم نے کیمیائے سعادت پڑھنے کے لئے مقرر کیا ہے ہم آپ کو کتاب پڑھنے کے فائدے بتاتے ہیں اگر آپ کو گانا سننے کا اتنا ہی شوق ہے تو جمعہ کے دن مجلس مقرر ہے۔آپ بھی حاضر رہیں تمام مرید جمع ہوتے ہیں اور اہل شوق کی خواہ حفاظت کی جاتی ہے اور آپ کو تو سنبھالنے کے لئے کم سے کم تین چار آدمیوں کی ضرورت پڑیگی۔اسی کے بعد حضرت نے بھائی محمد نور الدین اور اس کمترین کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ سید عبدالرحیم کا شوق سردار خاں کے شوق سے زیادہ ہے۔ان کو سنبھالنے کے لیے بھی کچھ طاقتور لوگوں کی ضرورت ہے تا کہ وہ سید صاحب کی حفاظت کے فرض کو ذمہ داری کے ساتھ انجام دے سکیں اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ سید عبدالرحیم اور میاں دوست محمد کا شمار سماع سے انکار کرنیوالے لوگوں میں ہوتا تھا وہ کہتے تھے کہ جہاں سماع ہوتا ہے اور گانے والے گانا سناتے ہیں وہاں کھانا نہیں کھانا چاہئے محفل میں گانا سننا یا گانا سنانا حرام ہے۔ایک دن یہ دونوں مرید ہماری ملاقات کے لئے آئے۔ ہمارے مریدوں میں سے چند لوگ خانقاہ کے باہر بیٹھے ہوئے تھے یہ بھی وہیں بیٹھ گئے۔ ہمارا ایک مرید وہیں بیٹھ کر گاتا بجاتا تھا اتفاق سے وہ مرید بھی ان مریدوں میں شامل تھا اس نے گانا شروع کیا وہاں مرید بیٹھے ہوئے تھے انمیں سے دو تین مریدوں پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ان کی بیقراری نے سید عبدالرحیم اور میاں دوست محمد

پر اثر کیا اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ میاں دوست محمد پر بیخودی طاری ہوگئی اور وہ بے ہوش ہو گئے۔ اور نالہ وفریاد کی آواز آنے لگی ان کی آواز پر ہم باہر آئے اور اپنے چند مریدوں کو بھیجا کہ وہ صاحب شوق مریدوں کو باہر جا کر خانقاہ میں لے آئیں۔ جب وہ لوگ اندر آئے تو ہم نے دیکھا کہ میاں دوست محمد بھی بیخود لوگوں میں شامل ہیں۔ اور اپنے ہوش میں نہیں ہیں۔ سید عبدالرحیم آنسو بہاتے ہوئے دوست محمد کو پکڑ کر خانقاہ میں لے آئے اور پھر مجلس گرم ہوئی اس دوران اور بھی دو تین جوان آگئے انہوں نے گانا شروع کر دیا انہوں نے اپنے اطراف ایک دائرہ بنایا اور دائرے کے اندر ساز بجانا شروع کیا مریدوں کے دل میں آگ بھڑک اٹھی اور بیقراری شعلوں میں بدل گئی اس وقت قوالوں سے کہا گیا کہ ساز نہ بجائیں اور خاموشی اختیار کریں۔ سید عبدالرحیم نے کہا کہ قوالوں کو منع نہ کیجئے اور ساز بجانے دیجئے میاں دوست محمد وجد کی حالت میں اپنے دونوں ہاتھوں سے قوال کی طرف اشارے کر رہے تھے۔

جب مریدوں کی حالت میں افاقہ ہوا تو ہم نے میاں دوست محمد سے کہا کہ ہم نے تو قوالوں کو منع کیا تھا کہ ساز نہ بجائیں اور گانا نہ گائیں۔ لیکن تم نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے گانے کا حکم دیا سید عبدالرحیم نے بھی قوالوں کو گانے سے منع کیا تھا میاں دوست محمد نے کہا کہ آج جو کچھ ہم کو معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اس قسم کے گانے کی محفل اللہ کا فضل ہے اور اس سے بہتر حضوری دل کی کوئی مجلس نہیں ہے۔

ابھی تک یہ حقیقت ہم کو معلوم نہیں تھی اللہ کا شکر ہے کہ آج ہم انکار سے دستبردار ہوتے ہیں۔ اس کے بعد سید عبدالرحیم نے بیعت کی درخواست کی ہم نے اُن کو اپنے سلسلہ میں داخل کیا میاں دوست محمد نے پہلے ہی کسی مرید کے ذریعے ہم سے بیعت کرلی تھی ہم نے ان سے کہا کہ آپ کو جو کچھ بھی ملا ہو اسی پر اکتفا کیجئے جب سید عبدالرحیم شغل باطنی میں مشغول ہوئے تو ان پر وجد کی زبردست کیفیت طاری ہوتی تھی۔ اور تمام اہل شوق کے مقابلے میں وہ ہمیشہ حالت وجد میں رہتے تھے۔

ایک دن عصر کی نماز کے بعد یہ کمترین کیمیائے سعادت پڑھ رہا تھا اور حضرت نظام الدین سماعت فرما رہے تھے امام غزالیؒ نے آداب درویش میں لکھا ہے کہ اپنی درویشی کو پوشیدہ رکھنا اللہ کی عبادت کا خزانہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ درویش کو مالدار لوگوں سے میل جول نہیں رکھنا چاہے، اور ان کے ساتھ عاجزی اور انکساری سے پیش نہیں آنا چاہئے اور حق بات ان سے نہیں چھپانی چاہیے۔ اور سفیان کہتے ہیں کہ جب درویش مالدار لوگوں کے آگے پیچھے پھرنے لگے تو سمجھ لو کہ وہ مرد نہیں ہے اور اگر بادشاہ کے آگے پیچھے پھرے تو سمجھو کہ وہ چور ہے اور ایک بات یہ ہے کہ بعض حالتوں میں جتنا اس سے ہوسکتا ہے صدقہ دیا کرے اور خود صدقہ لینے سے پرہیز کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک درہم ایسا ہوتا ہے جسکی قیمت ایک لاکھ درہم سے زیادہ ہوتی ہے۔ صحابہ نے پوچھا

کہ حضور وہ کونسا درہم ہے فرمایا کہ جس شخص کے پاس صرف دو درہم ہیں اور ان میں سے وہ ایک خدا کی راہ میں دیدیتا ہے اس شخص سے بہتر ہے جس کے پاس بہت مال و دولت ہے اور وہ ایک لاکھ درہم دیتا ہے۔ اس عبارت کے سننے کے بعد حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ طلب حق کے لئے لوگوں سے میل جول رکھنا منع ہے تو پھر دولتمندوں سے میل جول رکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت نے پھر اپنے سنے ہوئے چند واقعات بیان کئے ۔ ان میں سے دو واقعات اس کمترین کو یاد رہ گئے ہیں۔ اس راستے پر چلنے والا پھانسی پر لٹکا ہوا ہے نہ کہ لوگوں کے ساتھ شامل ہے اور اس سلگتی ہوئی آگ کا جاننے والا دولت جمع کرنے والے سے بہتر ہے۔ مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ اگر بادشاہ وقت درویش کو اپنے پاس طلب کرے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ شیخ عبدالحق دہلوی رحمتہ اللہ نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے۔ بادشاہ وقت نے کسی درویش کو طلب کیا اور وہ درویش تنہائی پسند تھے جب بادشاہ کے لوگ ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ میں بادشاہ کا دعا گو ہوں اور ایک گوشے میں بیٹھا ہوا ہوں اگر مجھے آنے کی تکلیف نہ دی جائے تو میں بادشاہ سلامت کا ممنون احسان رہوں گا۔ بادشاہ کے آدمیوں نے یہ زبانی پیغام بادشاہ تک پہنچایا۔ بادشاہ کو غصہ آ گیا اور لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب درویش کو زور زبردستی سے لایا جائے گا جب درویش کے مرید خانقاہ میں آئے تو درویش نے کہا کہ میں اپنی خوشی سے بادشاہ

کے پاس نہیں جارہا ہوں بلکہ مجھے زبردستی لے جایا جارہا ہے یہ کہکر وہ اپنی جگہ سے چل پڑے اور بادشاہ کے پاس پہنچ گئے۔اوراس سے ملاقات کی درویش کی ثابت قدمی بادشاہ پر غالب آ گئی۔اس نے نہایت تعظیم کے ساتھ ان سے بات چیت کی اور معافی مانگ کر واپس کیا۔اس لئے اس قسم کا جانا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب نہ ہو حضرت نظام الدین نے بھائی محمد نورالدین کی طرف توجہ فرما کر کہا کہ تم کو یہ واقعہ یاد ہوگا بھائی صاحب نے عرض کیا کہ جی ہاں یہی واقعہ ہے جو حضرت نے بیان فرمایا ہے۔

جمعہ کے دن مجلس سماع تھی قوال یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

صبا بلطف بگو آں غزال رعنارا

کہ سربکوہ و بیاباں تو دادۂ مارا

(اے صبا تو میرے محبوب سے جا کر کہہ دے کہ اس نے مجھے دیوانہ بنادیا ہے اور اب میں بیابان میں پہاڑوں سے ٹکریں مارتا ہوں۔)

اس شعر پر کئی مریدوں کو وجد آ گیا اور ان میں سے کئی لوگوں کی حالت بگڑ گئی ان لوگوں میں ایک مرید سردار خان بھی تھے جن پر وجد کی شدت کی وجہ سے حد سے زیادہ کمزوری طاری ہوگئی تھی اسی دوران مؤذن نے عصر کی اذان دی حضرت نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے عصر کی نماز کے بعد انہوں نے قوالوں کو حکم دیا کہ گانا شروع کریں اس وقت مریدوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ

سردار خاں نے یہ التجا کی ہے کہ سماع کی وجہ سے میری حالت بہت کمزور ہو گئی ہے اس لئے بہتر ہے کہ قوال گانا بند کر دیں اس کے بعد حضرت نے میاں محمد فاضل کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت سلطان جیوا اکثر فرماتے تھے کہ ایک دن میں اپنے پیر حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے اس وقت ان کو وجد کی حالت میں پایا انہوں نے میری طرف حد سے زیادہ توجہ اور مہربانی فرمائی میں نے اپنے آپ کو ان کے مبارک قدموں میں ڈال دیا شیخ فریدالدین رحمتہ اللہ علیہ نے انتہائی کمال سے فرمایا کہ نظام الدین آج تم کو جو چیز پسند ہو وہ طلب کر لو اس وقت میں اپنے مرشد سے جو بھی طلب کرتا وہ مجھے مل سکتا تھا۔ لیکن اب میں افسوس کرتا ہوں کہ میں نے ان سے یہ کیوں نہیں طلب کیا کہ وجد اور سماع کی حالت میں میری روح جسم سے علٰحدہ ہو جائے اور میری موت شوق اور سماع میں ہو۔ یہاں یہ سمجھ لینا چاہے کہ یہ ایک ایسی نعمت ہے جس کی آرزو بڑے بڑے اولیاء اللہ کرتے تھے اور یہ نعمت ہر شخص کے نصیب میں نہیں ہوتی۔

جمعہ کے دن مجلس سماع کے ختم ہونے اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد حضرت نظام الدین بیٹھے ہوئے تھے اس وقت ایک درویش مرید ملاقات کے لئے حضرت کی محفل مبارک میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ آج بڑی مدت کے بعد میں نے آپ کی مجلس میں درد اور شوق کا معائنہ کیا۔ حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ یہ تمام اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اس کے بعد اس مرید نے کسی مرشد کا یہ واقعہ

بیان کیا۔ واقعہ جو اس نے بیان کیا وہ یوں ہے کہ مہابت خاں جو مشہور امراء میں سے ایک تھے اور اپنے زمانے کے نواب تھے انہوں نے شہر کے تمام مرشدوں کی دعوت کی ان کے لئے کھانا پکوایا شام کے وقت چراغاں کا اہتمام کیا اور قوالوں سے گانا گانے کی فرمائش کی قوالوں نے یہ شعر گایا۔

شمع بہ میان آمدہ یا پرتو خورشید
ہاں مجلسیاں ھمت پروانہ کہ دارد

(ہمارے درمیان یہ شمع آئی ہے یا سورج کا پرتو آیا ہے۔ اے مجلس والوں تم میں سے کون پروانے کی ہمت رکھتا ہے۔ (جو اس شمع کا طواف کر کے جل جائے۔)

جب قوالوں نے یہ شعر پڑھا تو ایک مرشد بے قرار ہو گئے انہوں نے عاشقانہ نعرہ لگایا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہم یہ ہمت رکھتے ہیں انہوں نے پھر دو نعرے اور لگائے اور ان کی روح پرواز ہوگئی مہابت خاں اور حاضرین مجلس وجد اور شوق کی اس کیفیت پر بہت حیران ہوئے اور افسوس کرنے لگے۔ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت نظام الدین نے اپنی آنکھوں میں پانی بھر کر بھائی محمد نور الدین کی طرف توجہ کی اور ان سے کہا کہ آپ یہ شعر لکھ لیجئے۔ بھائی صاحب نے جواب دیا کہ جب قوالوں کو یہ شعر یاد ہے تو مجھے کیوں نہ یاد ہوگا اس کے بعد انہوں نے شوق میں چند نعرے لگائے اور اپنی جگہ سے اٹھ کر حضرت کے قدم مبارک پر گر پڑے حضرت نے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا اور نہایت

محبت اور مہربانی ظاہر فرمائی۔

عصر کی نماز کے بعد حضرت نظام الدین معمول کے مطابق مشکوٰۃ شریف کا درس دے رہے تھے اسی وقت یہ کمترین آستان بوسی کی عزت حاصل کرنے کے لئے پہنچا اس وقت اس حدیث کا ذکر ہو رہا تھا عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی منا فاتی الجمر ۃ فرمایا۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ منیٰ تشریف لائے۔ آنے کے بعد آپ نے بڑے شیطان کو کنکریاں ماریں اور وہ دن قربانی کا ہے۔ پھر آپ مزدلفہ آئے جس کا ذکر ہو چکا ہے۔ پھر واپس منیٰ میں اپنے خیمے پر پہنچے اس کے بعد آپ قربان گاہ پہنچے او راپنی قربانی کو ذبح کیا اور دعا مانگی اس کے بعد آپ نے حجام کو طلب کیا جس کا نام معمر بن عبداللہ ہے۔ وہ اسلام سے پہلے کے قریشی قبیلے کا فرد ہے حضرت امام احمد سے روایت ہے کہ جب معمر آیا اور استرا درست کر کے آنحضرت ﷺ کے سر مبارک کے پاس کھڑا ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے معمر اس بات پر فخر کرو کہ خدا کے پیغمبر نے اپنے دونوں کانوں کا درمیانی حصہ تمہارے ہاتھ میں دیا ہے یعنی ہشیار رہو اور اس نعمت کی قدر کرو معمر نے جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ خدا کی قسم کہ یہ میرے حق میں خدا کی نعمت اور اس کا احسان ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے اور حجام کو ہدایت فرمائی کہ سیدھی جانب سے سر تراشے چنانچہ یہ حدیث معتبر ہے کہ سر کو تراشنے کی ابتداء سیدھی جانب سے کرنی چاہئے اور بعض

محدثین یہ بھی کہتے ہیں کہ حجام کو اپنی سیدھی جانب سے سر تراشنے کی ابتداء کرنی چاہئے چنانچہ معمر نے سیدھی جانب سے آپ کے سر کو تراشا۔ اس کے بعد آپ نے مشہور صحابی حضرت ابوطلحہ انصاری کو طلب فرمایا یہ وہی صحابی ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کے لئے قبر کھودی تھی اور وہ ام سلیم کے شوہر تھے اور ام سلیم حضرت انس بن مالک کی والدہ تھیں اور اسی وجہ سے بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آپ نے اپنے سر کے بال ام سلیم کو عنایت فرمائے پھر حجام کو بائیں طرف کے بال نکالنے کا حکم دیا اور وہ بال ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت فرمائے اور ابوطلحہ سے کہا کہ ان بالوں کو لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو اس طرح کسی کے حصے میں ایک بال یا دو بال آئے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا۔

مرا از زلف تو موئے پسند است

فضولی می کنم بوئے پسند است

(مجھے آپ کی زلفوں کے بال پسند ہیں۔ صرف بال ہی نہیں بلکہ ان کی خوشبو بھی پسند ہے)

اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے ناخن بھی تقسیم فرمائے اور یہ تبرکات لوگوں کے درمیان آج تک باقی ہیں اور ان کی وجہ سے آپ کا ذکر ہوتا رہتا ہے اور آپ ﷺ کی یاد تازہ کی جاتی ہے۔ اور یہ بال آپ ﷺ کے وجود شریف کے اجزاء ہیں اور ان کی خوشبو پسندیدہ ہے اور اس بات پر تمام علماء اور محدثین کا اتفاق

ہے۔ جب یہ حدیث بیان کی گئی تو اس کمترین نے عرض کیا کہ آثار مبارک کی حفاظت کرنا اور ان لوگوں کے لئے جن کے پاس یہ سعادت موجود ہے یہ حدیث سند کا درجہ رکھتی ہے اور شک وشبہ رکھنے والوں کے وسوسوں کو دور کرنے کے لئے کافی ہے۔ حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ ان چھوٹی چھوٹی نشانیوں میں کوئی شبہ نہیں ہے اور یہ حدیث شریف اس کی تصدیق کرتی ہے لیکن بعض آثار مبارک بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھتے ہیں لیکن ان کی سند نظروں سے نہیں گزری اللہ بہتر جانتا ہے۔

جمعہ کے دن مجلس سماع سے فارغ ہونے کے بعد حضرت نظام الدین عصر کی نماز ادا کر کے خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ محفل سماع میں ایک مرید کی حالت زیادہ بگڑ گئی تھی اس کو مغرب کی نماز کے بعد افاقہ ہوا حضرت نے اس کو رخصت کیا اور پھر فضیلت مآب میاں محمد جیو کیطرف توجہ کر کے فرمایا کہ اس غریب نے پہلے کسی اور جگہ بیعت کی تھی لیکن اپنی ذات میں شوق وذوق الہی کے کوئی آثار اس کو نظر نہیں آئے پھر وہ قدوۃ العارفین شاہ برہان الدین کی درگاہ پر حاضر ہوا اور حضرت سید یوسف عرف راجو قتال کی درگاہ پر گیا جو حضرت سید محمد گیسو دراز کے والد ہیں وہاں اس نے مراقبہ کیا حضرت نے اس کو میرا نام بتایا اور کہا کہ تم فلاح صاحب کے پاس جاؤ تم پر اپنے احوال کھل جائیں گے۔ چنانچہ یہ صاحب ہمارے پاس آئے اور جو کچھ بھی ہوا وہ آپ کو معلوم ہے چونکہ اس نے دوسرے

مرشد کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اس لئے ہم نے اس کو اپنا مرید نہیں بنایا اور اس کو شغل باطن کی تعلیم دی اللہ کا شکر ہے کہ اس پر شوق وذوق کا غلبہ ہو گیا اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ پرانے زمانے کے بزرگ بھی اسی طریقے پر عمل کرتے تھے اور طالبان حق بھی ایسے ہی مرشدوں سے فیض پاتے تھے چنانچہ حضرت شبلی قدس سرہٗ پہلے حضرت ابوالخیر قدس سرہٗ کے مرید تھے اس کے بعد حضرت ابوالخیر نے ان کو حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں بھیجا اور اُن کو وہاں سے نعمتیں حاصل ہوئیں بلکہ وہ حضرت جنید بغدادی کے خلیفہ بن گئے لیکن جب تک مرشد زندہ رہے اس وقت تک مرید کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ دوسرے کسی مرشد کی طرف رجوع ہو لیکن جیسا کہ خود حضرت کے مرشد نے فرمایا کہ اگر اس کو پہلے مرشد سے کوئی فیض حاصل نہیں ہوتا ہے تو وہ دوسرے مرشد کی طرف رجوع ہو سکتا ہے۔ خصوص الحکم میں لکھا ہے کہ ایسا مرید جس کے دو مرشد ہوں اس کی مثال اس عورت کی سی ہے جس کے دو شوہر ہوں جب کبھی کوئی مرشد اپنے مرید کو کسی دوسرے مرشد کے حوالے کرتا ہے تو وہ پہلے مرشد کے حکم کے باہر ہو جاتا ہے گویا کہ وہ اپنے پہلے مرشد کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے اس کے بعد حضرت نے یہ شعر پڑھا۔

مرید جملۂ ذرات کائنات شود

کسے کہ جلوۂ معشوق راطلبگار است

(مرید کائنات کے ذروں میں سے ایک ہوتا ہے۔ وہ ایسا شخص ہوتا ہے جو معشوق

کا جلوہ دیکھنے کا خواہشمند ہوتا ہے)

اس کے بعد آپ نے بھائی محمد نورالدین کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ مولانا روم نے اپنی کتاب نفحات میں جہاں حضرت شبلی رحمت اللہ علیہ کے حالات لکھے ہیں وہاں ان کے حضرت جنید بغدادی کے پاس جانے اور ان سے خلافت حاصل کرنے کا ذکر بھی کیا ہے شاید آپ کی نظر سے گزرا ہوگا۔ بھائی محمد نورالدین نے جواب دیا کہ جی ہاں یہ واقعہ میرے مطالعہ میں آیا ہے۔

ایک دن یہ کمترین بخار میں مبتلا ہو گیا۔ بخار اتنا تیز تھا کہ دو تین روز حضرت کی آستان بوسی کے لئے حاضر نہ ہو سکا حضرت نظام الدین اپنی محبت اور عنایت کی وجہ سے میری عیادت کے لے تشریف لائے اور اس غلام کی عزت افزائی فرمائی بھائی محمد نورالدین نے کہا کہ آج سے حکیم صاحب کی دوا بند کر دی جائے اور کلونجی منگوائی جائے چنانچہ بازار سے کلونجی منگوائی گئی حضرت نظام الدین نے اس کو کوٹ کر تھوڑا پانی ملایا اور کہا کہ اس دوا کو پانی میں حل کریں اس کے بعد حضرت ایک صاف کاغذ لیکر ایک تولہ شہد اور کلونجی کا پانی اپنے ہاتھ سے نکال کر اس کمترین کو پلایا۔ اس وقت مجھے یہ رباعی یاد آئی اور میں نے حضرت کو سنائی۔

اگر حبیب تو باشی خوش آں گرفتاری   اگر طبیب تو باشی خوش است بیماری
اگر حکیم جگر خستہ گان عشق شوی   مسیح نیز کند آرزوئے بیماری

(اگر تیرا دوست تجھے گرفتار کرتا ہے تو یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ اگر تیرا

دوست تیرا علاج کرتا ہے تو یہ بیماری بہت اچھی ہے۔ اگر تو ان لوگوں کا علاج کرے جن کے دل اور جگر پر عشق کا اثر پڑا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بیمار ہونے کی آرزو کریں گے جب میں نے یہ شعر پڑھے تو مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور عجیب طرح کی لذت محسوس ہوئی میں نے چند دردمندانہ نعرے لگائے اور حضرت کے قدم مبارک میں گر پڑا۔ حضرت نے مجھے اپنی گود میں کھینچ لیا اسی وقت میرا بخار اُتر گیا۔ احتیاطاً دوسرے دن بھی میں نے وہی دوا کھائی اس دن سے اب تک جس کسی کو بخار آتا ہے۔ یہی دوا دی جاتی ہے چاہے جس قسم کا بھی بخار ہو اس دوا کے استعمال سے دور ہو جاتا ہے۔ اس کا کئی بار تجربہ ہو چکا ہے اور یہ حضرت پیرومرشد کی زبان کرامت ترجمان کا اثر ہے۔

ایک دن عصر کی نماز کے بعد حضرت نظام الدین بیٹھے ہوئے تھے اور یہ کمترین کیمیائے سعادت پڑھ رہا تھا اسی دوران شیخ محمد عارف آئے اور حضرت کی قدمبوسی کی سعادت حاصل کی حضرت نے ان کی طرف توجہ کر کے پوچھا کہ کیا آپ کو فلاں صاحب کی کوئی خبر ہے کیونکہ وہ کئی دنوں سے یہاں نہیں آئے شیخ عارف نے جواب دیا کہ آج کل وہ بیمار ہیں حضرت نے فرمایا کہ ان دنوں ہمارے کئی مرید بیمار ہیں ہماری بڑی خواہش ہے کہ ان کی عیادت کے لئے جائیں لیکن موقع نہیں ملتا دراصل ہمیں گھر سے باہر نکلنا اچھا نہیں لگتا پہلے جب ہم پیر گاؤں میں رہتے تھے تو شام کو تفریح کے لئے جایا کرتے تھے اس وقت نور محمد جو

حضرت کے پرانے مرید ہیں محفل مبارک میں حاضر تھے انہوں نے عرض کیا کہ جس روز سے بڑے حضرت صاحب نے آپ کو لکھا ہے اس دن سے آپ تفریح کے لئے بہت کم جاتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ یہ سب کچھ حضرت کے حکم شریف کی وجہ سے ہے۔

مشکوۃ شریف کے سبق کے بعد عصر کی نماز ادا کر کے بیٹھے تھے اس روز چنور ہلانے والا نہیں آیا تھا۔ میں نے چنور ہاتھ میں لے لیا اس کے بعد حضرت نے اس کمترین کی توجہ فرمائی اور کہا کہ آج ایک شخص ہمارے لئے چھڑی لایا تھا اس چھڑی کے ایک سرے پر سنگ یشب (Jasper Stone) (جو سبزی مائل ہوتا ہے۔) نصب تھا اور سونا بھی مڑھا ہوا تھا۔

ایک مرتبہ پیر کے دن صبح حلقہ مراقبہ کے بعد یہ کمترین بحرالاسرار پڑھ رہا تھا اور حضرت نظام الدین سماعت فرمارہے تھے اس دوران عبداللہ خاں نامی ایک مرید آئے اور قدمبوسی کی سعادت حاصل کی کچھ دیر کے بعد انہوں نے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء مقدس میں سے اسم اعظم کونسا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے اسم ذات کو اسم اعظم قرار دیا ہے کچھ لوگوں نے یَا حیّ یَا قَیُّوم کو اسم اعظم بتایا ہے۔ بہت سے لوگوں نے اسم ھُو کو اسم اعظم قرار دیا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُم مِنَ الظّٰلِمِین کو بھی اسم اعظم بتایا ہے لیکن تحقیق کرنے والوں کے پاس اسم ھُو اسم

اعظم ہے۔ عبداللہ خاں نے عرض کیا کہ اسم اعظم کے بہت سے خواص لکھے ہوئے ہیں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اسم اعظم پڑھکر ہی مردوں کو زندہ کرتے تھے اس لئے جس اسم میں اس قسم کے خواص پائے جائیں اسم اعظم کہا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد حضرت نے اس کمترین اور فضیلت پناہ میاں محمد فاضل جیو کی طرف مسکرا کر دیکھا اس کمترین نے عبداللہ خاں سے کہا کہ اسماء الٰہی کے خواص میں کوئی شک وشبہہ نہیں ہے صرف زبان درست ہونی چاہئے تا کہ اس کا اثر ہو۔ فضیلت وکمالات دستگاہ میاں محمد فاضل نے اس دوران ایک دلچسپ نکتہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں **جَلِّ جَلَالَهٗ** اسم اعظم ہے۔ اگر کوئی ذکر کرنے والا مسلسل کسی اسم کی تکرار کرے اور اس کے شوق اور آرام میں اضافہ ہو اور اس کو سکون قلب حاصل ہو تو وہی اسم اعظم ہے۔ ان مفید معلومات کو تحریر کرتے وقت اس عاجز کے دل میں ایک اور نکتہ پیدا ہوا پڑھنے والو سنو کہ جب حضرت عیسیٰ روح اللہ کسی مردے کی قبر پر اسمائے الٰہی میں سے کوئی اسم پڑھتے تھے تو اس کے اثر سے مردہ زندہ ہو جاتا تھا اور زندگی کا لباس پہن لیتا تھا۔ امت مرحومہ محمدی ﷺ کے اولیاء بھی عیسیٰ نفس ہوئے ہیں انہوں نے اپنی ایک سانس سے ایسے مردہ دلوں کو زندہ کر دیا جن میں زندگی کی ذرا سی بھی خوشبو نہیں تھی اور حضرت مسیح کے زندہ کرنے والوں کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ دوبارہ اپنے جسم سے روح کو خارج کر دیتے تھے لیکن جو دل اولیاء کی نفیس سانسوں سے

زندگی حاصل کرتا تھا اس کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی مسلم تھی اور اس پر موت کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا چنانچہ حضرت حافظ شیرازی اپنے کلام فرخندہ فرجام میں فرماتے ہیں کہ

هرگز نمی ردآں کہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(جس کسی کا دل عشق کی وجہ سے زندہ ہوتا ہے وہ کبھی نہیں مرتا اور اسی لئے دنیا کی تاریخ میں ہمارا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔)

اِنَّ اَولیآءَ اللہ لَا یموتون (اولیاء اللہ کو موت نہیں آتی) کا بھی یہی مطلب ہے اس لئے اسم اعظم وہی ہے جس کو اللہ کے دوست بغیر کسی شک و شبہ کے دریافت کر لیتے ہیں۔

نقل ہے کہ یوسف حسین نامی ایک صاحب اپنے وقت کے نیک لوگوں میں سے تھے ان کو بشارت ہوئی کہ حضرت خواجہ ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ کے پاس اسم اعظم ہے۔ جاؤ اور جا کر حاصل کرلو۔ یوسف حسین خواجہ ذوالنون مصری کے پاس آئے۔ تین سال اس طرح گزرے کہ وہ ذوالنون مصری کی مسجد میں نماز ادا کرتے رہے۔ لیکن کبھی ذوالنون مصری نے یہ نہیں پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تین سال کے بعد پوچھا کہ کیا آپ کو میرے پاس اسم اعظم حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے؟ پھر انہوں نے ایک حقہ ان کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ فلاں کو نے

میں ایک بوڑھا درویش بیٹھا ہوا ہے یہ حقہ لے جاؤ اور ان کو دے دو لیکن خبردار اس حقے کو نہ کھولنا جب یوسف حسین اس حقے کو لے جا رہے تھے تو ان کے دل میں کئی بار یہ خیال پیدا ہوا کہ اس حقے کو کھول کر دیکھیں اور پھر بند کر دیں چنانچہ انہوں نے اس کو کھولا اس حقے میں سے ایک چوہے کا بچہ کودا اور زمین پر گر پڑا۔ یوسف حسین اس کے پیچھے دوڑے لیکن وہ ایک بل میں گھس گیا یوسف حسین شرمندہ ہوئے اور حقہ لیکر اس گوشے میں گئے اور بوڑھے درویش کے ہاتھ میں دیا۔ جب بوڑھے درویش نے حقہ کھولا تو دیکھا وہ خالی ہے اس درویش نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم نے ذوالنون سے اسم اعظم دریافت کیا ہے۔ یوسف حسین نے جواب دیا جی ہاں بوڑھے درویش نے کہا کہ تم کو ایک چوہے کے بچے سے آزمایا گیا۔ تو تم اتنے بڑے راز کو کس طرح پوشیدہ رکھ سکو گے۔ تم اسم اعظم کے قابل نہیں ہو۔ یوسف حسین نامراد واپس لوٹ گئے۔ اس واقعہ سے دو باتیں سامنے آتی ہیں یعنی جب اللہ تعالیٰ سمجھ اور حوصلہ عطا فرماتا ہے تو اسماء الٰہی کے خواص خود بخود ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ برہان پوری اپنے زمانے کے ایک بڑے ولی اور مرشد تھے ان کے کئی مرید تھے جن کے وہ اپنے فیوض باطنی سے تربیت کرتے تھے۔ دل کی باتیں جانتے تھے اور وحدت کے شربت خانے سے **هُوَالظَّاهِرُ** اور **هُوَ الْبَاطِنُ** کا مزہ چکھتے تھے۔ اپنے آئینہ ذات پر اپنے مرشد کے چہرے کا

نظارہ کرتے اور ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ شیخ برہان رحمت اللہ علیہ نے اپنے فرمانبردار مرید کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ پرانے زمانے کے تحقیق کرنے والوں نے کہا کہ کلمہ **لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنۡتَ سُبۡحَانَكَ اِنِّیۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ** کے کسی لفظ میں اسم اعظم پوشیدہ ہے اور یہ معلوم نہیں کہ کونسا لفظ اسم اعظم ہے۔ اس روشن ضمیر مرید نے عرض کیا کہ اے ہمارے شیخ اگر اس کلمے میں اسم اعظم ہوگا تو وہ اَنۡتَ ہوگا حضرت شیخ نے مسکرا کر فرمایا کہ جی ہاں طالبان خدا کی طلب ذات الٰہی ہے۔ اور مطلوب کا نام ہی اسم اعظم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اور پیر طریقت کے صدقے میں تمام طالبوں کو طلب صادق عطا فرمائے اور ذاتِ مطلوب تک پہنچنے کی توفیق دے۔

جمعرات کے دن ذکر جہر کے حلقے کے بعد حضرت نظام الدین نے جلسہ فرمایا یہ کمترین بحر الاسرار پڑھ رہا تھا اور حضرت سماعت فرما رہے تھے۔ اس دوران حضرت سلطان المشائخ کا ذکر نکلا بحر الاسرار کے مصنف نے لکھا ہے کہ اس سے پہلے بڑے بڑے مشائخ اور قابل احترام مرشدوں نے مریدوں سے بیعت لینے میں بہت زیادہ احتیاط کی ہے جب تک ان کی نظر مبارک میں مرید کی طلب صادق نہیں آتی تھی وہ اس کی تربیت نہیں کرتے تھے اور بار بار اس کی آزمائش کرتے تھے اور اس کی طلب کو پرکھتے تھے۔ اس کے سینے میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی دولت بھر دیتے تھے۔ جب حضرت سلطان المشائخ کا زمانہ آیا اور آپ کے قدم

مبارک تخت ولایت پر پہنچے اور آپ تخت ہدایت پر تشریف فرما ہوئے تو آپ نے اپنے مریدوں کی آزمائش فرمائی۔ جس دل میں حضرت کی فرمانبرداری کامل نظر آئی اور مرید کا سینہ شوق اور ذوق کے خزانے سے بھرا ہوا نظر آیا انہی مریدوں کو آپ عام طور پر ارشاد اور ہدایت سے سرفراز فرماتے تھے۔ یہ بیان سننے کے بعد حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ حقیقت میں اگر مرشد خود کوئی نعمت رکھتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اس کو عوام تک پہنچانے میں دریغ نہ کرے۔ اس لئے کے اللہ کے پاس اس سے بڑھکر کوئی نیکی نہیں ہے کہ کسی غافل کو ہوشیار کر دیا جائے اور اسکے بعد حضرت نے شیخ پیر محمد سلونی کا واقعہ بیان کیا کہ وہ سلون سے اپنے نکاح کے لئے سفر پر روانہ ہوئے اور راستے میں ہر گاؤں کے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی قدمبوسی کی عوام کا ہجوم سینکڑوں سے تجاوز کر گیا تمام لوگوں نے ان سے بیعت کی درخواست کی شیخ پیر محمد کو اتنی فرصت نہیں تھی کہ وہ ہر مرید کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت کرواتے۔ آخر انہوں نے اپنی دستار لائی اور مجلس کے بیچ میں رکھدی۔ شیخ نے پگڑی کا ایک سرا پکڑ لیا اور فرمایا کہ جو بھی اس پگڑی کو چھو لیگا وہ ہمارا مرید بن جائے گا اور اس کی بیعت ہم کو منظور ہے لوگوں نے حضرت شیخ کے حکم پر عمل کیا اور سلسلے میں داخل ہو گئے۔ معلوم نہیں کہ اس سفر میں کتنے ہزار لوگ ان کے سلسلے میں داخل ہوئے اور تمام لوگوں پر شوق اور درد کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ شیخ پیر محمد کی بیعت کا عجیب اثر تھا۔

اس کے بعد محمد عارف نے عرض کیا کہ حضرت شیخ پیر محمد لکھنوی کے بہت سے مرید تھے حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ ہم نے ان کو بھی دیکھا ہے اور ان کی صحبتوں اور مجلسوں میں کئی مرتبہ شرکت کا اتفاق ہوا ہے لیکن جو درد اور شوق شیخ پیر محمد سلونی کے مریدوں میں نظر آیا وہ شیخ پیر محمد لکھنوی کے مریدوں میں ہرگز نہیں تھا جب شیخ پیر محمد لکھنوی مجلس آراستہ کرتے اور سماع ہوتا تو ان کے کسی مرید پر وجد کی حالت طاری نہ ہوتی ہاں ایک صوفی مقرر تھا جو مجلس میں اٹھ کھڑا ہوتا اور گشت لگاتا حضرت شیخ سلونی کی مجلس کے لوگ ہمیشہ درد اور شوق میں رہتے تھے ان کے مریدوں پر وجد کی حالت طاری ہو جاتی تھی۔

حضرت کے ایک مرید خواجہ ابدال آئے اور سلام کیا حضرت نے ان کو حجرہ مبارک میں طلب کرلیا خواجہ ابدال ایک رسالہ لیکر آئے تھے انہوں نے وہ رسالہ حضرت کو دکھایا حضرت نے پوچھا کہ یہ کونسا رسالہ ہے انہوں نے عرض کیا کہ زبدۃ الواصلین حضرت شیخ فرید گنج شکر کے ملفوظات ہیں جن کو سلطان مشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ نے جمع کیا ہے۔ انہوں نے جو کچھ بھی حضرت شکر گنج سے سنا تھا اسے لکھ لیا حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ آپ اس کو پڑھیئے خواجہ ابدال حکم کے مطابق رسالہ پڑھنے لگے اور حضرت اسکی سماعت فرماتے رہے اس وقت وہاں بہت سے مرید حاضر تھے اس رسالہ کی عبارت سن کر کئی مریدوں کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے حضرت نے فرمایا کہ جس کے دل

میں یادالٰہی ہوتی ہے ان کو اولیاء اللہ کا کلام سننے میں اتنا لطف آتا ہے جو بیان سے باہر ہے جو لوگ اس سعادت سے محروم ہیں وہ بھی اس کلام سے لطف اٹھاتے ہیں لیکن اہل ذکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

بھائی محمد نورالدین کو بخار ہو گیا تھا اس وجہ سے وہ حضرت کی آستان بوسی کے لئے حاضر نہ ہو سکے دوسرے دن اپنی عنایت اور مہربانی سے حضرت ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے حضرت نے غلام نوازی کی اور ان کے پاس گھڑی بھر بیٹھے رہے حضرت نے فرمایا کہ تین تولہ اسبغول شربت میں گھول کر بھائی محمد نورالدین کے لئے لایا جائے حکم کے مطابق شربت حاضر کیا گیا آپ نے شربت پینے کا حکم صادر فرمایا اور پرہیز کرنے کی تاکید کی۔ رات کو بخار اور بڑھ گیا تین چار دن تک یہی حالت رہی لیکن دن میں دو بار حکم کے مطابق اسبغول دیا جاتا رہا تیسری رات کو بخار اور بڑھ گیا اور ہزیان کے آثار پیدا ہوئے۔ یہ کمترین اسی وقت بے قرار ہو کر حضرت پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا اور بھائی نورالدین کی کیفیت بیان کی حضرت نے فرمایا کہ آپ اپنے دل میں کسی خیال کو نہ آنے دیجئے جو کچھ ہوگا بہتر ہی ہوگا پھر آپ نے چار تولے املی منگوائی اور کہا کہ اس کو رات بھر رکھو اور صبح تھوڑا سا نمک ملا کر ناشتہ کے ساتھ پلا دو۔ حکم کے مطابق عمل کیا گیا بہر حال رات گزری اور ناشتے میں نمک ڈال کر املی کا شربت پلایا گیا اس سے بخار کم ہوا لیکن اُترا نہیں حضرت پیرو مرشد دوبارہ تشریف لائے بھائی محمد نور

الدین اٹھے اوران کے قدم مبارک میں گر پڑے حضرت نے ان کو گلے سے لگالیا اور حال پوچھا۔ اس وقت شور با تیار تھا حضرت نے منگوایا اور اپنے سامنے پلایا فرمایا کہ شام کو بھی املی کا شربت پلایا جائے حکم کیمطابق عمل کیا گیا۔ مغرب کی نماز کے بعد جب یہ کمترین بھائی محمد نورالدین کی عیادت کو گیا تو دیکھا بخار بہت تیز ہے۔ میں ان کے سرہانے بیٹھ گیا اور بار بار ان کی کیفیت کا مشاہدہ کرتا رہا۔ جب ایک پہر رات گزر گئی تو بھائی صاحب بے ہوش ہو گئے آخر زبردستی ان کو ہوش میں لایا گیا چونکہ بخار بہت تیز تھا اس لئے ان کے حواس منتشر تھے۔ اٹھنا بیٹھنا تو دور کی بات ہے بات کرنے کی بھی طاقت نہیں تھی۔ اسی وقت حضرت نظام الدین نے میاں محمد لطیف کو حالت دریافت کرنے کے لئے بھیجا ان سے پوری کیفیت بیان کی گئی حضرت نے کٹورا بھر کے فالودہ روانہ کیا اور میاں محمد لطیف کے ذریعہ پیغام بھجوایا کہ مریض کو یہ فالودہ کھلایا جائے اور اطمینان رکھیں اس کمترین نے بھائی محمد نورالدین کو فالودہ کھلایا اگرچیکہ بعض لوگ فالودہ کھلانے کے حق میں نہیں تھے لیکن یہ فالودہ حضرت نے اپنی عنایت سے روانہ کیا تھا اس لئے بھائی نورالدین نے اس کو دوا سمجھ کر کھالیا ان کو فالودہ کا پورا کٹورہ پلایا گیا۔ فالودہ کھانے کے بعد ان کو کئی دست آئے اور صبح تک تیرہ دست ہو گئے صبح حضرت کو رات کی حقیقت بتائی گئی حضرت نے فرمایا کہ آج بخار اتر جائے گا وہ بیماری کا پانچواں دن تھا۔ حضرت نے پھر اسبغول کھانے کی ہدایت فرمائی رات کو پانچ چھ

گھنٹے گزرنے کے بعد پسینہ نکلنے لگا تین گھنٹے میں تمام بدن سے پسینہ خارج ہونے لگا محمد نورالدین کے کپڑے اور لحاف وغیرہ تمام بھیگ گئے صبح بخار بالکل اتر گیا۔ میں نماز فجر کے لئے حضرت کے آستانے پر حاضر ہوا۔ نماز کے بعد حضرت نے بھائی نورالدین کا حال دریافت کیا میں نے پسینہ آنے اور بخار اتر جانے کی کیفیت بیان کی حضرت نے فرمایا کہ ان کو پرہیز کرنے کی سخت تاکید کی جائے یہ کمترین پیر و مرشد کی خدمت سے رخصت ہو کر بھائی محمد نورالدین کے پاس پہنچا میں نے دیکھا کہ وہ خیریت سے ہیں اور صحت کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اچانک ان کی ناک سے خون بہنے لگا دو تین پیسوں کے وزن کے برابر خون نکلا اور پھر بند ہو گیا۔ اسی وقت حضرت پیر و مرشد تشریف لائے ان سے کیفیت بیان کی گئی کہ ناک سے خون جاری ہوا تھا حضرت نے فرمایا کہ بہت اچھا ہوا دماغ کی گرمی نکل گئی اس وقت فضیلت پناہ محمد فاضل جیو آ گئے۔ حضرت نے بھائی محمد نورالدین کی طرف دیکھ کر فرمایا تمہارا دل چاہتا ہے تو کتاب پڑھی جائے بھائی محمد نورالدین نے عرض کیا کہ حضرت کے صدقے میں آج طبیعت بہت اچھی ہے اور جی چاہتا ہے کہ کتاب پڑھی جائے حضرت نے میاں محمد فاضل جیو سے فرمایا کہ وہ کتاب لائی جائے جس میں مولانا روم کے حالات لکھے ہوئے ہیں چنانچہ میاں محمد فاضل نے وہ کتاب پڑھنی شروع کی ابھی بہت دیر نہیں ہوئی تھی کہ بھائی محمد نورالدین کی ناک سے پھر خون بہنے لگا اور اس مرتبہ زیادہ مقدار میں خون نکلا۔ صبح کے پہلے پہر

کے بعد خون بہنا شروع ہوا تھا اور دو پہر تک جاری رہا۔ کئی مجرب دوائیں استعمال کی گئیں لیکن خون بہنا بند نہیں ہوا۔ اس کمترین کے دل میں انتہائی بے قراری پیدا ہوئی لیکن چونکہ حضرت کا سایہ سر پر تھا اس لئے دل کو اطمینان تھا اور جب کبھی کوئی برا خیال دل میں آتا تو دل خود بخود کہنے لگتا کہ یہاں غیاث المستغیثین بہ نفس نفیس موجود ہیں اور تمہارے لئے ان سے بڑھ کر کوئی آسرا اور سہارا نہیں ہے تم اتنے بے قرار کیوں ہوتے ہو لیکن تقاضہ بشری کی وجہ سے بے چینی ضرور تھی اس وقت حضرت صاحب نے فرمایا کہ سمندری جھاگ جسکو ہندی میں کائی کہتے ہیں جلد از جلد طلب کی جائے اور اس کو سر اور پیشانی پر رکھا جائے۔ چنانچہ دوا حاضر کی گئی اور ان کے سر پر رکھی گئی۔ اس وقت کسی شخص نے کہا کہ رسوت نام کی دوا ہوتی ہے اس کو باریک پیس کر سنگھایا جائے چنانچہ رسوت منگوایا گیا اور نلکی کے ذریعہ ناک کے پردے پر پھونکا گیا۔ سمندری جھاگ (کف دریا) سر پر ہونے کی وجہ سے اس دوا کا اثر ہوا اور خون بہنا بند ہو گیا۔ ہر طرف تہلکہ مچ گیا کہ حضرت کے تصرف سے تمام کام خیر و خوبی سے انجام پائے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اولیاء کامل کے صدقے میں ان کو اس شدید بیماری سے نجات دی۔ بھائی محمد نور الدین پوری طرح صحت مند ہو گئے۔ رمضان کی تیسری تاریخ تک وہ صحت مند رہے اور نو دن تک ان کو کوئی بیماری نہیں تھی حضرت نے فرمایا تھا کہ بارہ دن تک ان کو بغیر تیل کا کھانا دیا جائے انہوں نے نو دن تک پرہیز کیا دسویں دن کھانے میں تھوڑا سا تیل

ڈالا رات کو مجھ سے بات کا ذکر کیا کہ میں بھائی نور الدین کی دلجوئی کے خیال سے خاموش رہا لیکن دل میں ایک وسوسہ پیدا ہوا کہ حضرت نے بارہ دن پرہیز کرنے کا حکم دیا تھا اگر تین روز اور پرہیز کر لیتے تو بہتر ہوتا دوسرے دن بھائی محمد نور الدین حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے کل سے تیل کھانا شروع کر دیا ہے حضرت مسکرائے لیکن ان سے کچھ نہیں کہا دوسرے دن محمد نور الدین نے گوشت کا شوربا استعمال کیا۔ اس روز گھر میں پلاؤ پکا تھا انہوں نے تھوڑا سا پلاؤ بھی کھایا۔ پلاؤ کھانے کی وجہ سے ان کو دوبارہ بخار آ گیا اس مرتبہ بخار میں پہلے سے زیادہ شدت تھی۔ اس کمترین نے حضرت سے کیفیت بیان کی حضرت نے فرمایا کہ کیا خواجہ نور الدین دو تین روز اور پرہیز نہیں کر سکتے تھے خیر جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اب پھر سے ان کو اسبغول اور نمک ملا ہوا املی کا شربت دیا جائے۔ معدہ کی گرانی کی وجہ سے یہ بخار آیا ہے۔ حکم کے مطابق عمل کیا گیا چند دست ضرور ہوئے لیکن بخار بہت تیز تھا اسی طرح چار دن گزر گئے۔ یہ ناچیز مغرب کی نماز کے بعد بھائی نور الدین کے پاس گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ بخار کی شدت کی وجہ سے ان کے ہوش وحواس جگہ پر نہیں ہیں اور سوختی اتنی زیادہ بڑھ گئی ہے کہ بیان نہیں کی جا سکتی کمزوری بھی اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے میں ان کے قریب بیٹھا ہوا تھا آدھی رات کے قریب میاں محمد لطیف حالت دریافت کرنے کے لئے آئے اور دروازے پر دستک دی یہ ناچیز باہر آیا اور تمام کیفیت بیان کر کے ان کو

حضرت کے پاس بھیجا جب میں واپس آیا تو دیکھا کہ بھائی صاحب بے ہوش پڑے ہیں پوری طاقت سے ہاتھ پاؤں ہلا کر ان کو ہوش میں لایا اور ان سے کہا کہ حضرت پیر و مرشد نے اپنی عنایت اور مہربانی سے میاں محمد لطیف کو آپ کی خبر گیری کے لئے روانہ کیا تھا جیسے ہی بھائی صاحب نے حضرت پیر و مرشد کا نام سنا تو ان کا جی بھر آیا اور وہ تھر تھر کانپنے لگے اسی بے ہوشی کی حالت میں بہت دیر تک یہ کیفیت طاری رہی جب وہ ہوش میں آئے تو اس فقیر کی طرف چہرہ کر کے کہا کہ اسی وقت میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ جب پہلی مرتبہ بیمار ہوا تھا تو حضرت صاحب عیادت کے لئے تشریف لائے تھے اور مجھے لپٹا لیا تھا اس برکت کی وجہ سے مجھے جلدی صحت ہو گئی۔ اس مرتبہ اپنی عنایت اور مہربانی سے روزانہ میری عیادت کے لئے تشریف لاتے ہیں اور غلام کی عزت افزائی فرماتے ہیں لیکن ان چار پانچ دنوں میں انہوں نے مجھے نہیں لپٹایا۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس بار یہ بیماری کتنے دن تک چلے گی۔ جب بھائی صاحب یہ بات کر رہے تھے تو میں نے چاہا کہ ان کو تسلی کے چند جملے کہوں اسی وقت دروازے کے زنجیر بجی میں نے سوچا کہ شاید کوئی شخص حضرت پیر و مرشد کی طرف سے کیفیت معلوم کرنیکے لئے آیا ہے میں اٹھ کر گیا دیکھا کہ خود بدولت سایۂ ذوالجلال یعنی حضرت پیر و مرشد بہ نفس نفیس دروازے پر کھڑے ہیں میں نے جلدی سے دروازہ کھولا اور حضرت دروازے سے اندر تشریف لائے۔ جب بھائی صاحب کو حضرت کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ اپنے

بستر سے اٹھے اور حضرت کے قدموں میں گر پڑے حضرت نے ان کو اٹھا کر لپٹا لیا اور بیٹھ گئے پھر حضرت نے فرمایا کہ خانقاہ کے مریدوں نے ابھی تک کچھ نہیں کھایا ہے حالانکہ کھانا تیار ہے دل نے بے اختیار چاہا کہ آ کر آپ کو دیکھوں آپ اطمینان رکھے اللہ کے فضل و کرم سے آپ کو جلد ہی صحت ہو جائیگی یہ کہہ کر آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس کمترین کو اجازت دے دی۔ یہ فقیر بھائی صاحب کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ ابھی آپ کے دل میں جو خیال آیا تھا اس کو رفع کرنے اور آپ کی بدگمانی دور کرنے کے لئے حضرت پیر و مرشد اس وقت تشریف لائے تھے اللہ کے فضل سے آپ کو صحت ہو جائے گی۔ حقیقت میں اسی رات پہلے کی طرف پسینہ آیا اور دوسرے ہی دن حضرت کے صدقے میں بخار اتر گیا۔ اللہ کا شکر ہے بہر حال جو گزر گئی وہ گزر گئی اس کے بعد بھی دو مرتبہ بد پرہیزی ہوئی اور بخار اور پیچش کا سلسلہ عود کر آیا لیکن چونکہ حضرت صاحب خود متوجہ تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنا کرم فرمایا اور اس بیماری سے نجات دی۔

خواجہ محمد نور الدین کی اسی بیماری کے زمانے میں حضرت نظام الدین اپنی عنایت اور مہربانی سے عیادت کے لئے تشریف لائے تھے اسی دوران حضرت قطب العارفین سلطان المحققین حضرت شاہ یحییٰ مدنی قدس سرہ کا تذکرہ نکل آیا حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ حضرت شیخ یحییٰؒ نے شروع میں نوکری کر لی تھی ان کے دادا حضرت شیخ محمد صاحب سجادہ تھے اور ان کی توجہ مبارک اور فیض باطنی

سے بہت سے لوگ فیض یاب ہوتے تھے جب حضرت شیخ محمد آخری عمر کو پہنچ گئے تو اس وقت ان کے کئی بیٹے تھے جو علوم ظاہری سے آراستہ تھے اور ہمیشہ حضرت شیخ محمد کی خدمت کی سعادت حاصل کرتے تھے ان کے ہر بیٹے کی یہ تمنا تھی کہ وہ حضرت کا خلیفہ بنے اس وقت حضرت شیخ یحییٰ مدنی گجرات میں موجود نہیں تھے ان کو خط لکھ کر طلب کیا گیا ایک دن جب حضرت شیخ یحییٰ مدنی اپنے دادا کی خدمت کے لئے حاضر تھے تو حضرت شیخ محمد نے ان کو خلافت عنایت فرمائی اور اپنی جگہ خلیفہ مقرر کیا۔ حضرت کے بیٹوں کو شیخ یحییٰ سے حسد پیدا ہو گیا انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے ہوتے ہوئے آپ نے شیخ یحییٰ کو خلافت دے دی حالانکہ ہم اس کے مستحق تھے ہم نے آپ کی خدمت کے لئے دنیا ترک کر دی اور آپ ہی سے تربیت حاصل کی اور شیخ یحییٰ تو آپ کے پوتے ہیں اور اپنا وقت ملازمت میں صرف کرتے ہیں ان کو اس اعلیٰ مرتبہ سے کیا نسبت ہے۔ حضرت شیخ محمد نے فرمایا کہ تم لوگ ہمارے بیٹے ہو اور تمہارا ظاہری لباس بھی فقیری سے آراستہ ہے لیکن شیخ یحییٰ پوتے ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے اور خود ہم سے باطنی نسبت رکھتے ہیں اور اس کام میں باطنی نسبت ضروری ہے ظاہر کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

ما درون را بنگیریم وحال را
مابروں را ننگریم وقال را

(ہم دل کی اندرونی کیفیت اور حالت کو دیکھتے ہیں + ہم ظاہری حالت اور باتوں پر توجہ نہیں دیتے)

چند روز کے بعد حضرت شیخ محمد عالم بقا کی طرف کوچ کر گئے اور حضرت شیخ یحییٰ مسند ہدایت کے صدر نشین بن گئے اس لئے بزرگوں کی عنایت تقدیر پر موقوف ہے۔ قسمت کس کی رہنمائی کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی کس پر ہوتی ہے یہ کوئی نہیں جانتا۔

در نمی گیرد نیاز و ناز ما با حسن دوست

خرم آں کز نازنیناں بخت برخوردار داشت

(محبوب کے حسن اور خوبصورتی سے ہم کوئی دلچسپی نہیں ہے صرف اس بات کی خوشی ہے کہ ان حسینوں کی محبت ہمارے لئے ہے۔)

جمعرات کے دن ذکر جہر کے حلقے کے بعد حضرت نظام الدین نے خانقاہ میں جلسہ فرمایا مجھے بحرالاسرار پڑھنے کے لئے حکم دیا گیا اس میں لکھا ہوا ہے کہ اے طالب! شیطان تمہارا طاقتور دشمن ہے اور وہ نکلنے کے لئے راستہ نہیں دیتا وہ عاشقوں پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ تم چاہے جتنا بھی خرچ کرو سوائے درد کے اور کچھ نہ خریدو۔

کفر کافر را و دیں دیندار را

ذرۂ دردت دل عطار را

(کافر کو کفر چاہئے اور مسلمان کو ایمان درکار ہے۔ عطار کے دل کو تیرے درد کا ایک ذرہ کافی ہے۔)

عاشق ہر چیز کو چھوڑ کر صرف درد کو طلب کرتا ہے اور درد اس کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے؟ عاشق اپنی زبان سے محبوب کے علاوہ کسی اور کی بات نہیں کرتا اور اپنے ہاتھوں سے صرف محبوب کے پاؤں پکڑتا ہے اپنے کانوں سے صرف محبوب کی بات سنتا ہے اور اپنے پاؤں سے محبوب کے کوچے کے علاوہ اور کہیں نہیں جاتا وہ دشمن کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا روز بروز اس کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس عبارت کو سننے کے بعد حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ نادان لوگ اولیاء اللہ کے کرامت اور کرشمے کی خواہش رکھتے ہیں لیکن درد اور شوق کے مقابلے میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ جو کچھ بھی ہے وہی درد اور شوق ہے۔

حاصل عشق از سہ سخن بیش نیست　　سوختم و سوختم وسوختم
درد و جہاں پر چہ شود گوشود　　ورد زباں ہر چہ شود گوشود
شغل بحق دار وبری از جہاں　　سود وزیاں ہرچہ شود گوشود

(عشق کا حاصل ان تین چیزوں کے سوا کچھ نہیں ہے یعنی میں جل گیا میں جل گیا میں جل گیا۔ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ ضائع ہو جاتا ہے زبان سے جو کچھ ادا ہوتا ہے وہ زائل ہو جاتا ہے۔ دنیا سے بے تعلق ہو جاؤ اور خدا کی یاد میں مشغول ہو جاؤ فائدہ یا نقصان جو بھی ہوتا ہے وہ ضائع ہو جاتا ہے۔)

ایک دن مغرب کی نماز کے بعد یہ کمترین حلقہ جہر کے بعد خانقاہ سے باہر آیا بھائی محمد نور الدین بھی وہاں موجود تھے وہ میرے پاس آئے اور بیان کیا کہ بادشاہ کے عہدہ داروں میں سے ایک شخص پیر و مرشد حضرت نظام الدین کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا تھا حضرت صاحب نے حجرہ مبارک کا دروازہ کھولا اور باہر آئے ان صاحب پر نہایت عنایت اور مہربانی فرمائی اس عہدہ دار نے عرض کیا کہ میں کابل سے آیا ہوں آپ کے اوصاف حمیدہ سن کر ملاقات کے لیے حاضر ہو گیا حضرت نے پوچھا کہ آپ نے ہمارا نام کہاں سے سنا ہے انہوں نے عرض کیا کہ مجھے فقیروں سے دلی محبت ہے جب اس شہر میں پہنچا اور کئی معزز لوگوں سے ملاقات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ آپ کا نام نامی سورج کی طرح روئے زمین کو گھیرے ہوئے ہے اور آپ کی نیک نامی کی شہرت خاص و عام میں ہے یہ بات میرے کانوں تک بھی پہنچی اور میں ملاقات کی سعادت حاصل کرنے کے لئے حاضر ہو گیا اور مجھے آپ سے ملنے کا اعزاز نصیب ہوا تھوڑی دیر بات چیت کے بعد ان صاحب نے عرض کیا کہ صاحب بصیرت عارفوں اور صاف دل صوفیوں نے اس دنیا کی تربیت کی ہے اور اس تربیت کے لئے ذات الٰہی کا مشاہدہ اور انوار الٰہی کا معائنہ استعمال کیا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے انوار ہر قسم کے حامی اور عیب سے بری ہیں اور انسان کو فائدہ پہنچا کر اونچے مقام تک لے جاتے ہیں۔ کیا آپ کے خیال میں یہ قول صحیح ہے حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ وہ صاحب کمال

بزرگ ہوتے ہیں وہ سخت ریاضت کرتے ہیں دنیا اور آخرت کی تمام لذتوں سے اپنا ہاتھ اٹھا لیتے ہیں ہمیشہ اپنے آپ کو بے قرار رکھتے ہیں دنیا کو اور دنیا میں جو کچھ ہے سب کو ٹھوکر مارتے ہیں لیکن اپنے مقصد عالی کو نظر میں رکھتے ہیں اور اس کی لذت سے لطف اندوز ہوتے ہیں جن لوگوں نے خواہشوں سے اپنے دامن کو بچایا وہ بے شک اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ ہم تاریک دل والے ظاہر و باطن کو دیکھنے کی طاقت کہاں رکھتے ہیں جو ایسے بزرگوں کے حالات بیان کرسکیں اور ان لوگوں کے مقصد کی نشاندہی کرسکیں اس عہدہ دار نے پوچھا کہ یہ مقصد عالی کس طرح حاصل ہوسکتا ہے اور طالب مطلوب تک کس طرح پہنچ سکتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ بات بزرگوں کی توجہ اور ان کی پیروری سے عبارت ہے۔ ریاضت کرنی چاہیئے تاکہ ہم بھی اس مقام تک پہنچ سکیں بغیر ریاضت کے اس مقام پر پہنچنا ناممکن ہے لیکن طلب کے راستے میں محنت کرنی چاہئے اور اس راستے پر چلنے کی کس میں ہمت ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنی زبان مبارک سے یہ شعر پڑھا۔

بہ ریاضت نشۂ عرفاں لا حاصل

تا کدو خشک نہ گردید مے ناب نہ یافت

(بغیر ریاضت کے عرفان کا نشہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ جب تک کدو خشک نہیں ہوجاتا اس کو انگور کی شراب نہیں ملتی۔)

جمعہ کے دن مجلس سماع سے فارغ ہونے کے بعد حضرت نے عصر کی نماز ادا کی حضرت نے حفاظ کو پنج آیت پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھنے کے بعد سلسلے کے بزرگوں کے لئے فاتحہ پڑھی گئی۔حضرت نظام الدین نے خانقاہ میں جلسہ کیا چند مغل سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئے حضرت نے ہر شخص کا نام پوچھا جو اس نے بتا دیا۔اس کے بعد مغلوں کی جماعت نے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص لباس کو ترک کردے تو یہ گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ حضرت نے فرمایا کہ تحقیق کے بعد فقہا نے اُس کو گناہِ کبیرہ میں شمار کیا ہے سب سے بڑا گناہِ کبیرہ شرک ہے نعوذ باللہ منہا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ الله لَا يغفرُ اَنْ يشرك به وَيغفر مادُون ذلكَ لمن يشاء وَمَن يشرك باالله فَقد ضَلَّ ضَلَا لًا بَعيدًا ۔

دوسرا گناہ کبیرہ کسی کو عمداً قتل کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔**مَن قتلَ مو منا متعمد افجز ائه جهنم خالدافيها وغضب الله عليه ولعنه واعد له عذا باً عَظيماً ۔**

اس قسم کے گناہ گناہ کبیرہ میں شمار کئے جاتے ہیں ان کے علاوہ باقی تمام گناہ صغیرہ ہیں اس کے بعد اس مغل نے عرض کیا کہ مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت سنت موکدہ ہیں اور ان کو بلا فاصلہ ادا کرنا چاہئے لیکن بعض لوگ وظیفہ پڑھتے ہیں اور بعض نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں آپ اس بارے میں کیا فرماتے

ہیں حضرت نے فرمایا کہ حقیقت میں ایسا ہی ہے لیکن جن لوگوں کو بڑے بڑے مرشدوں نے فرض نماز کے بعد وظیفہ پڑھنے کا حکم دیا ہے ان کو

چاہئے کہ وہ اپنے مرشد کے حکم پر عمل کریں اس لئے کہ وہ مرشد کے حکم کے تابع ہے لیکن اس حکم کے لئے سند کی ضرورت ہے تا کہ اس پر عمل کیا جاسکے اور اس شخص پر کوئی اعتراض نہ کرسکے۔ ایک دن عصر کی نماز کے بعد حضرت نظام الدین خانقاہ مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے یہ کمترین بحرالاسرار پڑھ رہا تھا اور حضرت سماعت فرمارہے تھے حضرت شیخ محمد نے اس کتاب میں لکھاہیکہ بزرگوں کی صحبت میں ایک عجیب طرح کی کشش ہوتی ہے۔کوئی شخص چاہے وہ کتنا ہی اجنبی کیوں نہ ہو رفتہ رفتہ اہل محفل میں گھل مل کر ویسا ہی ہو جاتا ہے۔حضرت نے اس مضمون کے سننے کے بعد فرمایا حقیقت میں ویسا ہی ہے جیسا کہ شیخ رحمت اللہ علیہ نے فرمایا ہے کچھ لوگ ہماری محفل میں آئے اور وہ تمام بداعتقاد تھے لیکن تھوڑی مدت میں سلسلے میں داخل ہو گئے۔انہی میں سے ایک میاں ظہورالدین محمد ہیں جن کو حال ہی میں ہم نے تلقین کی اجازت دی ہے۔ بہت سے لوگوں کو ان سے باطنی فیض پہنچاہے اس کے بعد اس کمترین کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ آپ نے تو ان کے آنے کی اور ہمارے سلسلے میں داخل ہونے کی حقیقت صوفیوں کے حلقے میں سنی ہوگی۔اس کمترین نے عرض کیا کہ میں نے بھائی محمد نورالدین سے بات سنی ہے لیکن انہوں نے زیادہ تفصیل نہیں بتائی حضرت نے فرمایا کہ وہ لوگ

پہلے بادشاہ کی ملازمت میں تھے اور حکمت کے پیشے سے تعلق رکھتے تھے۔ مطلب خاں ان کے افسر تھے جس زمانے میں ہم شولا پور میں رہتے تھے تو مُطلب خاں اکثر ہمارے پاس آتے تھے اور ہم سے دلی محبت رکھتے تھے۔ اتفاقاً خاں صاحب بیمار ہو گئے حکیموں نے ان کا علاج کیا لیکن بیماری روز بروز بڑھتی گئی بدن کی کمزوری اور نقاہت حد سے زیادہ بڑھ گئی اور وہ اتنے کمزور ہو گئے کہ ہم سے ملاقات کے لئے نہیں آسکتے تھے۔ ایک دن مطلب خاں کو ہم سے ملاقات کا شوق غالب ہوا اور کسی صورت ان کو پالکی میں ڈال کر ہمارے پاس لایا گیا۔ حکیم بھی ان کے ساتھ ہماری مجلس میں حاضر ہوا۔ لیکن ان کو فقیروں سے حد درجہ انکار تھا۔ اکثر حکیم اور طالب علم فقراء سے انکار کرتے ہیں۔ جس وقت مطلب خاں پہنچے تو اس وقت ذوق وشوق کا عالم تھا حاضرین مجلس پر رقت اور درد کا غلبہ تھا۔ عین اس عالم میں یہ لوگ ہمارے پاس آئے جب مطلب خاں ہمارے پاس پہنچے تو ان کی بیماری میں کمی ہو گئی اور ان کی تکلیف خوشی میں تبدیل ہو گئی جب حکیم ظہور الدین عرف محمد نشاط نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تو اس دن سے ان کا اعتقاد درست ہو گیا۔ وہ ہمیشہ ہماری صحبت میں حاضر رہتے اور کچھ ہی دن ہوئے کہ انہوں نے ہم سے بیعت کی درخواست کی اور سلسلے میں داخل ہو گئے۔ یادالٰہی کی لذت میں وہ اپنے آپ کو بھول گئے۔ جب مطلب خاں نے چاہا کہ وہ شاہی فوج میں چلے جائیں تو حکیم صاحب ہمارے پاس آئے اور یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ

نوکری چھوڑ کر فقیروں کے حلقے میں شامل ہونا چاہتے ہیں ہم نے ان کو منع کیا اور کہا کہ جب وقت آئے گا تو تمہارا ارادہ خود بخود ظاہر ہو جائے گا فی الحال تم چند روز انتظار کرو۔ آخر وہ عبدالمطلب خاں کے ساتھ رخصت ہو کر گئے۔ اور معمور خاں مرحوم کی فوج میں شامل ہو گئے۔ اس کے بعد بھی ان سے ملاقات ہوئی لیکن حکیم صاحب کا دل دنیا کی طرف سے سرد ہو چکا تھا اور روز بروز انکی حالت میں ترقی ہوتی جارہی تھی چونکہ حکیم صاحب ایک بہترین طبیب تھے اس لئے معمور خاں نے ان کو بادشاہ کی ملازمت سے علاحدہ کر کے خود اپنے ملازموں میں شامل کرلیا اور ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ رعایت کی حکیم صاحب نے چند روز بعد معمور خاں مرحوم کی ملازمت بھی ترک کردی اور فقیروں کا لباس اختیار کرلیا دنیا کے سامان واسباب کو ٹھوکر مار کر درہم برہم کر دیا اور فی الحال وہ یاد الٰہی میں مشغول ہیں اور اسی میں خوش ہے آخر حکیم صاحب کی حکمت نے صداقت کا راستہ تلاش کر ہی لیا۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الطَّالِبِین الصَّادِ قِین ۔آمین ۔

پیر کے دن حلقہ مراقبہ کے بعد حضرت نظام الدین نے خانقاہ میں جلسہ کیا اس کمترین کو بحرالاسرار پڑھنے کے لئے منتخب کیا گیا۔ اس دوران قلعہ دولت آباد کے منصبدار نے اپنے کسی آدمی کے ذریعہ دو کتابیں روانہ کی تھیں اور ساتھ ہی ایک خط لکھا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اس فقیر نے حضرت سے ایک کتاب پڑھنے کے لئے حاصل کی تھی اب میں چاہتا ہوں کہ اس کتاب کو نقل کرلوں اگر وہ کتاب

مہینہ دو مہینہ مرے پاس رہے تو میں اس کی نقل کرسکوں گا اسکے بدلے میں میں یہ دو کتابیں بھیج رہا ہوں تا کہ اس وقت تک یہ کتابیں آپ کے کتب خانے میں رہیں ۔ حضرت نے خط پڑھنے کے بعد اس کمترین کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ تم ان دو کتابوں کو دیکھ لو اگر یہ کتابیں ہمارے کتب خانے میں موجود ہوں تو ہم ان کی حفاظت کیوں کریں اس کمترین نے کتابیں دیکھ کر کہا کہ ایک کتاب سورۂ یوسف کی تفسیر میں ہے اور اس کا نام ''احسن القصص'' ہے یہ ملا معین واعظ کی تصنیف ہے یہ کتاب ہمارے کتب خانے میں موجود ہے بلکہ آپ کی مجلس مبارک میں پڑھی جا چکی ہ اور دوسری کتاب قدوۃ الواصلین حضرت قبلۂ عالم مخدوم جہاں نیان کے ملفوظات پر مشتمل ہے اور اس کا نام ''خلاصۃ الالفاظ'' ہے اور یہ جامع العلوم نامی کتاب کا انتخاب ہے ۔ حضرت نے فرمایا کہ کتاب احسن القصص واپس کر دی جائے اور دوسری کتاب خلاصۃ الالفاظ چند روز کتب خانے میں محفوظ رکھی جائے ۔ پھر حضرت نے فضیلت پناہ محمد فاضل جیو کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ ہماری جانب سے قلعہ دولت آباد کے منصبدار کو دو جملے جواب میں لکھ دیے جائیں ان کو لکھا جائے کہ کتاب تذکرہ شیخ زاہد نام کی ہماری کتاب آپ کے پاس ہے آپ اپنی فرصت سے اس کی نقل کر سکتے ہیں دو مہینے یا تین مہینے کے وعدے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ جب آپ کا نقل کا کام پورا ہو جائے تو کتاب واپس بھیج دیجئے آپ نے ہماری کتاب کے بدلے میں دو کتابیں بھیجی ہیں ان کی کوئی

ضرورت نہیں ہے فی الحال ایک کتاب جو ہمارے پاس نہیں ہے ہم نے اپنے مطالعے کے لئے رکھ لی ہے چند روز کے بعد واپس کردی جائے گی دوسری کتاب ہمارے کتب خانے میں موجود ہے اس لئے وہ واپس کی جارہی ہے۔

اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ تذکرہ شیخ زاہد نامی کتاب بداعتقاد لوگوں کو دکھا نے کے کام آتی ہے فی الحال ایک صاحب جن کا نام ملا علی ہے سماع اور وجد سے انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ اپنے آپ کو شیخ زاہد کی اولاد میں بتاتے ہیں ایک دن ان کو یہ کتاب دکھائی گئی اور ان سے کہا گیا کہ آپ کے دادا کے حالات ایسے تھے او ر آپ سماع اور وجد ے انکار کرتے ہیں۔ آپ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد بھی اپنے دادا کا انکار کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ شیخ صفی نامی ایک صاحب شیخ زاہد کے مرید ہیں اور شیخ زاہد حضرت شیخ شہاب الدین سہروری کے مرید ہیں۔ شیخ صفی جو شیخ زاہد کے مریدوں میں سے ہیں ان کے حالات میں ہم نے یہ لکھا ہوا دیکھا کہ شیخ صفی سماع کی حالت میں حد سے زیادہ بے قرار ہو جاتے تھے۔ ایک روز ان کے مرشد شیخ زاہد نے ان کو ایک درخت کے ساتھ مضبوط باندھ دیا اور قوالوں کو گانے کا حکم دیا شیخ صفی کو حالت سماع میں اس قدر درد اور اضطراب پیدا ہوا کہ درخت حرکت میں آ گیا اور جڑ سے اکھڑ گیا تو جناب مریدوں کی یہ حالت ہوتی ہے اس حالت سے انکار کرنا وبال محض ہے۔ جو لوگ انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ لوگ اپنے دل سے ایسی باتیں گھڑ کر ان کے نام سے

بیان کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ وہ ایسی حالت رکھتے تھے صرف ایک جھوٹی تہمت ہے ۔اب ان جاہلوں کے جواب میں کیا کہا جائے سوائے خاموشی کے کوئی علاج نہیں ہے۔ اے میرے عزیز گزرے ہوئے بزرگوں کے حالات سے انکار کرنا انتہا درجے کی بیوقوفی ہے۔ اگر تم ایسا کام نہیں کر سکتے تو کم سے کم ان کے کاموں سے انکار مت کرو اس لیئے کہ یہ لوگ نائب رسول اللہ ہیں۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو شخص بھی ان لوگوں کا انکار کرتا ہے وہ نبی کا انکار کرتا ہے۔ خدا کا انکار کرتا ہے۔ تو غور کرنا چاہئے کہ یہ کام تم کو کہاں تک پہنچا تا ہے۔ نعوذ باللہ منھا۔ بھائی صاحب ایسا کام کیجئے کہ انکار آپ کے دل سے نکل جائے باقی آپ کو اختیار ہے۔

پیر کے دن حلقہ مراقبہ کے بعد حضرت نظام الدین بیٹھے ہوئے تھے اور یہ کمترین بحرالاسرار پڑھ رہا تھا۔ حضرت نے بھائی نورالدین کی طرف دیکھکر فرمایا کہ کل رات تقریبا گیارہ یا بارہ بجے ہم حافظ محسن مرحوم کی تدفین سے فارغ ہو کر گھر آئے اس لئے آج طبیعت بہت سست ہے اس کمترین نے عرض کیا کہ حافظ صاحب بہت اچھے آدمی تھے اور آپ سے بے حد عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم بھی حافظ صاحب کو بہت چاہتے تھے۔ فضیلت پناہ میاں محمد فاضل جیو نے عرض کیا کہ غسال کہہ رہے تھے کہ غسل دیتے وقت حافظ کا بدن گرم تھا حضرت نے فرمایا کہ اگر یہ بات تھی تو اس سے ان کے گھر والوں کی واقف کر دینا چاہئے تھا تا کہ وہ ان کا علاج کرتے۔ کبھی کبھی سکتے کی بیماری ہو جاتی ہے اور اس

بیماری کی علامت یہ ہیکہ مرنے والے کا بدن گرم رہتا ہے لیکن حرکت بند ہو جاتی ہے اگر کوئی ماہر حکیم وقت پر پہنچ جائے اور علاج کرے تو اس کی سانس پلٹ آنے کی امید ہو سکتی ہے اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ تفسیر بیضاوی کے مصنف قاضی بیضاوی اسی قسم کی بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے۔ جب ان کو غسل دیکر قبر میں لٹا دیا گیا تو قبر کی گرمی یا خدا جانے کس وجہ سے ان کا سکتہ دور ہو گیا۔ اور وہ ہوش میں آ گئے انھوں نے دیکھا کہ لوگوں نے ان کو قبر میں لٹا دیا ہے اس وقت سوائے اللہ تعالی کے کوئی ان کی فریاد سننے والا نہیں تھا چنانچہ وہ اللہ تعالی سے رجوع ہوئے اور منت مانی کہ اگر اس بار میں اس مصیبت سے نجات پالوں تو قرآن مجید کی تفسیر لکھونگا اگرچیکہ دوسرے علوم ان کی بہت سی کتابیں تھیں مشکلات کو حل کرنے والے اور اسباب پیدا کرنے والے اللہ تعالی نے ایسی ہی صورت پیدا کر دی۔ رات کے وقت دو کفن چور قاضی صاحبؒ کی قبر پر حاضر ہوئے اور قبر کھول کر ان کے جسم سے کفن کھینچ لیا۔ قاضی صاحب نے اللہ تعالی کا شکریہ ادا کیا جب کفن چور واپس جانے لگے تو قاضی صاحب نے ان کو آواز دی اور کہا کہ بدن کی ضروری حصوں کو چھپانے کے لئے ایک چادر دے دو باقی کفن تم لے جا سکتے ہو۔ جب کفن چوروں نے یہ بات سنی تو بے ہوش ہو کر گر پڑے اور ان میں سے ایک کفن چور کی روح اسی وقت پرواز کر گئی۔ قاضی صاحب قبر سے باہر نکل آئے اور اپنے گھر پہنچے گھر کے لوگ ان کو زندہ دیکھکر حیران ہو گئے قاضی صاحب نے اپنی تمام

کیفیت بیان کی تمام عزیز اور رشتہ داروں نے ان کے زندہ واپس آنے پر شکرانے کے سجدے ادا کئے اس کے بعد قاضی صاحبؒ نے تفسیرِ بیضاوی تصنیف کی۔

ایک دن یہ کمترین حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر تھا عصر کی نماز کے بعد بحر الاسرار پڑھنے کا کام اس کمترین کو تفویض کیا گیا۔ حضرت شیخ محمد رحمت اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے "گر طلب گوہر و کانے کانے ور زندہ بوئے جانے جانے (اگر تجھے اپنے پسند کے گوہر تلاش ہے تو اس کو پانے کیلئے تجھے کئی کانوں میں ڈھونڈنا پڑے گا اگر تجھے وصال کی تمنا ہے تو ہزاروں معشوقوں میں سے تجھے اپنی پسند کا معشوق تلاش کرنا پڑیگا) مختصر یہ کہ حق بات آپ مجھ سے سنئے جب کسی چیز کی تلاش کی جاتی ہے تو وہ اسے مل جاتی ہے جب طالب اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جاتا ہے تو اللہ تعالی اس سے اپنے کام لیتے ہیں۔ ولی کے لئے اللہ تعالی کا ذکر اللہ کے قریب پہنچاتا ہے اور جب وہ اللہ کے ذکر سے دور ہو جاتا ہے تو اس میں ولایت کی کوئی خوبی نہیں رہتی۔ میں اس راز کو پوشیدہ اور علانیہ بیان کر رہا ہوں۔ اس عبارت کے سننے کے بعد حضرت نظام الدین نے اپنا چہرہ اس کمترین کی طرف کر کے فرمایا کہ حضرت شیخ محمدؒ نے **اِذَاتِمَّ الفقر هو الله** کی تفسیر بیان کی ہے۔ حضرت شیخ محمد نے اس عبارت میں فرمایا ہیکہ عزیز من اللہ تعالی نے ہر چیز کو کوئی نہ کوئی خوبی بخشی ہے۔ جب نیسان کا قطرہ سی پی میں جگہ بنالیتا ہے تو گوہر بن جاتا ہے۔ جب تانبہ پر اکسیر لگائی جاتی ہے تو وہ سونا بن جاتا ہے اور ہر تانبہ

جس کو کیمیا چھو لیتی ہے وہ سونا بن جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالی کے ناموں کی بھی خوبیاں ہے جن کی کوئی انتہا نہیں ہے اگر اللہ کا ذکر کرنے والا اس ذکر کی وجہ سے بادشاھی کے درجے تک بھی پہنچ جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اور یہی حضرت شیخ محمد نے فرمایا۔

ایک دن ذکر کرنے والوں کی محنت کا تذکرہ نکل آیا حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ اللہ کا ذکر کرنے کیلئے جو شرائط ضروری ہیں ان کو اگر کوئی شخص ادا کردے تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا چونکہ اکثر لوگ پابندی نہیں کرتے اس لئے اپنا مقصد حاصل کرنے کی سعادت سے محروم رہتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ محمد ظریف نامی ایک صاحب ہمارے مرید تھے وہ ذکر الہٰی اور یاد خدا میں جتنی محنت کرتے تھے وہ کسی اور شخص میں نظر نہیں آتی تھی۔ وہ صاحب رات کے پچھلے پہر اٹھ کر فجر کی نماز تک ذکر جہر کرتے تھے۔ فجر کی نماز کے بعد ذکر کا سلسلہ چاشت تک چلتا اس کے بعد وہ مراقبے میں مشغول ہو جاتے۔ مراقبے سے فارغ ہونے کے بعد کچھ کھا لیتے اور قیلولہ کرتے تھے اور پھر ظہر کے نماز کے وقت اٹھ جاتے تھے۔ ظہر سے عصر تک ذکر اور مراقبہ کرتے۔ عصر اور مغرب کی نماز کے بعد بھی ذکر کا سلسلہ عشاء کی نماز تک جاری رہتا۔ غرض کہ وہ اپنا کوئی وقت ذکر یا مراقبے سے خالی نہیں رکھتے تھے۔ اللہ کے فضل سے چند ہی روز میں ان کا کام اعلیٰ درجے کو پہنچ گیا۔ ان کا باطن کشادہ ہونے لگا اور اس قدر کشادہ ہوا کہ بیان

نہیں کیا جا سکتا اور ان پر غیب کے اسرار ظاہر ہونے لگے۔ جب تک طالب اتنی محنت نہیں کرتا اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتا۔

پیر کے دن حلقہ مراقبہ کے بعد حضرت نظام الدین نے خانقاہ میں جلسہ فرمایا اس کمترین کو بحر الاسرار پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ یہ خاکسار پڑھ رہا تھا حضرت نے اپنا چہرہ فضیلت پناہ میاں محمد فاضل جیو کی طرف کر کے فرمایا کہ آج چودھویں رات ہے اگر عبداللہ خان ذاکر آ جائیں تو ہم میلاد شریف سنیں گے۔ اس دن عصر کے وقت جب میں آستاں بوسی کیلئے پہنچا تو عصر کی نماز کے بعد خانقاہ کے صحن میں جاجم کا فرش کر دیا گیا تھا۔ حضرت نے فرش ملاحظ فرمایا اور شیخ پیر محمد سے کہا کہ جا جم کے نیچے کنکر محسوس ہو رہے ہیں اس لئے جاجمیں اٹھالی جائیں کنکر چن کر زمین کو ہموار کیا جائے اور پھر سے فرش کیا جائے ایسا نہ ہو کہ کسی صاحب شوق کو تکلیف پہنچے۔ حکم کے مطابق میاں پیر محمد اور دوسرے مریدوں نے صحن سے فرش اٹھایا اور زمین کو ہموار کیا۔ حضرت خود خانقاہ کے اندر بیٹھے رہے حضرت نے بھائی محمد نور الدین کی طرف توجہ فرما کر کہا کہ ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ دردمندوں کیلئے احتیاط کی جائے اگر فرش کے نیچے کنکر ہوں تو ہو سکتا ہے کہ اہل وجد کو ان سے تکلیف پہنچے اسی اثناء میں مؤذن نے مغرب کی اذان دی اور آپ نماز ادا کرنے کیلئے تیار ہوئے۔ نماز ادا کرنے کے بعد آپ حجرہ شریف میں تشریف لے گئے بھائی محمد نور الدین نے حاضرین کے ساتھ ملکر ذکر جہر ادا کیا۔ ذکر جہر کے بعد مطلب خان

کے بھائی مرزا ابو طالب سلام کرنے کیلئے حاضر ہوئے۔ حضرت حجرہ شریف سے باہر آئے ہر طرف مرید آستان بوسی کیلئے حاضر ہوئے۔ چار گھنٹے گزرنے کے بعد عبداللہ خان ذاکر نے آکر سلام کیا اس کو میلاد شریف کا حکم دیا گیا۔ حضرت پیر مرشد کے صدقے میں اکثر مرید شوق وذوق سے مستفید ہوئے۔ ان میں سے مرزا بندہ علی اور مرزا ناصر علی کا شوق اور ذوق اس مجلس مبارک میں حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ اور وہ بے ہوش ہوگئے جب اُن کی وجد کی کیفیت میں کچھ کمی آئی وہ زمین پر بیٹھ گئے۔ حضرت پیرو مرشد نے اس کمترین کی طرف چہرہ کر کے فرمایا کہ رات کتنی گزر گئی ہوگی۔ خاکسار نے عرض کیا اس وقت رات کے تین بجے ہونگے حضرت نے فرمایا کہ عبداللہ خان سے کہو کہ میلاد ختم کریں۔ حکم کے مطابق میلاد شریف ختم کردیا گیا۔ تمام صاحب شوق مرید اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر حضرت صاحب کے قدموں میں گر پڑے حضرت نے ہر مرید کو اٹھا کر گلے سے لگایا اور اس کی عزت افزائی کی اس کے بعد حافظ کو حکم دیا گیا کہ پنج آیات پڑھے قرأت کے بعد بزرگان سلسلہ قادریہ، نقشبندیہ چشتیہ بزرگوں کی ارواح کے لئے فاتحہ دی گئی اور مجلس ختم ہوئی۔ آپ نے اپنے مریدوں اور دوسرے لوگوں کو گھر جانے کی اجازت دی اور خود خانقاہ میں تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ حضرت نے فضیلت پناہ میاں محمد فاضل جیو کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ میلاد شریف کی رات کو بہت سے اجنبی لوگ جمع ہوجاتے ہیں اور خلوت کی مجلس میسر نہیں ہوتی۔ آج رات دو تین

مریدوں پر شوق اور ذوق ظاہر ہوا اور ان کی بے قراری حد سے زیادہ بڑھ گئی وہ آکر ہم سے لپٹ گئے مجبوراً ہم نے ان کو گلے سے لگالیا۔ نوعمر مریدوں کو گلے لگانا بظاہر دوسرے مطلب کی طرف لے جاتا ہے لیکن اگر صاحب شوق کے سینے سے سینہ نہ ملایا جائے تو نقصان ہوسکتا ہے ایسی صورت میں ہم مجبور ہیں۔ محمد فاضل جیو نے عرض کیا کہ آج رات آپ کی محفل مبارک میں کتنے اجنبی لوگ ہوں گے آپ نے فرمایا کہ حلقہ مجلس میں اجنبی لوگ نہیں تھے لیکن حاشیہ پر کھڑے ہوئے تھے اور ہم نے ان کو پہچان لیا تھا اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ شولا پور میں بھی اکثر نوعمر مرید اور نوخیز ہمارے پاس آتے اور ہم سے بیعت کی درخواست کرتے تھے اور ہم کبھی ان کو مریدوں میں شامل نہیں کرتے تھے آخر وہ اپنے باپ کو یا دوسرے عزیزوں کو اپنے ساتھ لاتے اور وہ لوگ درخواست کرتے کہ ہمارے بچوں کو سلسلے میں داخل کر لیجئے۔ اور اپنا مرید بنا لیجئے مجبوراً ہم منظور کر لیتے۔ میاں عبداللہ خاں کو ہم نے بیعت کی اجازت دے دی تھی۔ ان دنوں بھی وہ ہمارے پاس حاضر رہتے تھے ہم نے ان سے کہا کہ ان مریدوں کی تربیت کیجئے اور ان کو ذکر و اشغال کی تعلیم دیجئے چنانچہ عبداللہ خاں نے ان لڑکوں کو تعلیم دی تھوڑے ہی دنوں میں وہ سب صاحب شوق اور صاحب وجد ہو گئے وہ جمعہ کی مجلس میں حاضر رہتے تھے۔ ہم نے کنکھیوں سے علماء ظاہر کو دیکھ کر عبداللہ خاں سے کہا کہ ان مریدوں کے آنے کے لئے جمعہ کا دن مناسب نہیں ہے ان کے لئے کوئی

دوسرا دن مقرر کیجئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ شمالی ہندوستان میں ہمارا ایک صوفی مرید تھا اور اس کو سماع کا بہت شوق تھا وہ مجلسوں میں حاضر ہوتا اور جب کسی پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تو اس کے قدموں میں لوٹنے لگتا اور بڑے تکلف سے رقص کرتا تھا ایک مرید نے جو اس کی حالت سے واقف تھے اس سے پوچھا کہ جناب عالی میں جانتا ہوں کہ آپ پر شوق اور ذوق کی حالت طاری نہیں ہوتی پھر آپ کیوں قصداً سماع میں داخل ہو جاتے ہیں؟ اس مرید نے جواب دیا کہ حقیقت میں ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ فرما رہے ہیں لیکن میرے دل میں ہمیشہ وجد کی تمنا رہتی ہے اور اسی وجہ سے میں اہل وجد کے قدموں میں گر جاتا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ کسی روز کسی صاحب شوق کی برکت سے مجھے بھی یہ سعادت حاصل ہو جائے آخر ایسا ہی ہوا اور اس مرید پر بھی وجد کی کیفیت طاری ہونے لگی۔ میاں محمد فاضل نے عرض کیا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ **اِن لَمْ تَبکوا**۔ اس لئے ہم کو کوشش بھی کرنی چاہئے۔ شیخ محمد عارف نے عرض کیا کہ کوشش کرنے سے بھی وجد کی کیفیت طاری ہوسکتی ہے لیکن رونے کی کیفیت بغیر کوشش کے نہیں آسکتی حضرت نے فرمایا کہ کوئی پیغام پہنچانے والا چاہئے تو ممکن ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جائے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **فَلَیضحَکو اقَلِیلاً وَّلِیَبکوا کثیراً** اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کے بعد حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے ایک مسخرے کی کہانی مشہور

ومعروف ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی مجلس میں ایمان کی دعوت دینے کے لئے تشریف لے گئے تو اس مسخرے نے اپنا حلیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح بنالیا پگڑی باندھی جبہ پہنا اور لکڑی ہاتھ میں لیکر موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف پہنچانے لگا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس مسخرے کیوجہ سے بہت تکلیف اٹھانی پڑی فرعون اور اس کے ساتھ کے لوگ ہنسنے لگے اتفاقاً اسی وقت موت کا شاہین پہنچا اور اس کی روح کے پرندے کو بدن کے پنجرے سے لے اڑا۔ اور اپنے آشیانے کی طرف روانہ ہوا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس مسخرے کی موت کی خبر سنی تو بہت خوش ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ مسخرا جنت کے ایک عالی شان مکان میں ٹہل رہا ہے اور اس کو طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا گیا ہے موسیٰ علیہ السلام حیران ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے خدا تو جانتا ہیکہ اس مسخرے نے تیرے نبی کو کتنی تکلیف پہنچائی ہے اور کیا وجہ ہے کہ تو نے اس بدنصیب کو خوش نصیبوں میں شامل کر دیا اور ایک اعلیٰ درجے کا مکان فراہم کیا ندا آئی کہ اے موسیٰ تم ہمارے دوست ہو نبی ہو اور کلیم اللہ ہو۔ جب اس مسخرے نے اپنا حلیہ تمہارے جیسا بنالیا اور تمہارے جیسا لباس پہن لیا تو ہم کو شرم آئی اور آپ کی طرح کا ہونے کی وجہ سے ہم نے اس کو عذاب سے نجات دیدی اور جنت میں داخل کر دیا۔ پھر حضرت نے مریدوں سے کہا کہ اب آپ غور فرمائیے کہ جب دشمن بھی دوست کا حلیہ

بنالیتا ہے تو اس کو نجات مل جاتی ہے تو پھر وہ لوگ جو خلوص دل سے اللہ کے دوستوں کی شکل بنالیتے ہیں تو ان کو نجات کیوں نہیں ملے گی حدیث شریف ہے۔

مَنْ تَشَبَّہ بقومٍ فھو منھم ۔ یہ بات آپ لوگوں کو سمجھا دیجئے۔

اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ ہم چند روز شولا پور میں تھے ۔ پڑوس کے اکثر بچے بھی اپنے والدین کے ساتھ آتے تھے اور صاحب شوق لوگوں کی حالت کا معائنہ کرتے تھے ۔ جب ہم فوج کی طرف روانہ ہوئے تو ہمارے مرید ہر طرف پھیل گئے اور کوئی جگہ خالی نہیں رہی ۔ ایک دن ان لڑکوں کو خیال ہوا کہ وہ بھی ہماری طرح مجلس منعقد کریں آخرانہوں نے ایسا ہی کیا۔ دس پندرہ لڑکے جمع ہوئے اور ان میں سے ایک نے ہمارا نام اختیار کیا ۔ ایک لڑکے کا نام عبداللہ خاں رکھا اور اسی طرح ہر لڑکے کو ہمارے کسی نہ کسی مرید کا نام دیا گیا ۔ دو تین لڑکے گانا بھی جانتے تھے اور ان لڑکوں نے قوالوں کی طرح گانا شروع کیا اور ہماری طرح حلقہ بنا کر بیٹھ گئے ان لڑکوں میں سے ایک قصداً وجد میں آ گیا دولڑکے اس کو سنبھالنے کے لئے کھڑے ہو گئے رفتہ رفتہ ان کی مجلس گرم ہوگئی اور ان کی حالت خراب ہونے لگی وہ زمین اور دیوار سے ٹکریں مارنے لگے اور شور اور فریاد کرنے لگے اطراف واکناف کے لوگ دوڑ کر وہاں پہنچے انہوں نے دیکھا کہ لڑکے اپنے آپ میں نہیں ہیں آخران کو طاقت سے پکڑ کر روکا گیا اکثر لڑکوں کے ہاتھ پاؤں اور سر زخمی ہو گئے اس لئے تقلید بھی آخر میں تحقیق تک پہنچ جاتی ہے۔

اس گفتگو کے بعد حضرت کھڑے ہو گئے مجھے اور بھائی نورالدین کو رخصت فرمایا۔

پیر کے دن حلقہ مراقبہ کے بعد حضرت نظام الدین نے خانقاہ میں جلسہ فرمایا یہ کمترین بحرالاسرار پڑھ رہا تھا اور حضرت سماعت فرما رہے تھے جس مقام پر حضرت شیخ محمد قدس سرہ نے حضرت قدوۃ الابرار فضیل بن عیاض قدس اللہ روحہٗ کے حالات لکھے ہیں یہ بات بھی تحریر کی ہے کہ لوگوں کے ساتھ مہربانی اور حسن خلق سے پیش آنا افضل ہے اس سے کے دن میں یا رات میں عبادت کے لئے کھڑا رہا جائے۔ اس عبارت کے سننے کے بعد حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ اکثر لوگ ہم سے کہتے ہیں کہ فلاں صاحب ہر شخص کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں ان کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر رکھتے ہیں تمام لوگوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کرتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں کرنا چاہئے چنانچہ شہر کے کئی مرشد اور ہمارے مرید ہمارے پاس آئے اور اس بات کا اظہار کیا کہ شہر کے بزرگ اس طرح کہتے ہیں ہم تو اللہ کی مخلوق کی تواضع کے معاملے میں بے اختیار ہیں اس لئے کہ ہمارے مرشد کا بھی یہی طریقہ ہے ہم نے جو کچھ ان کو کرتا ہوا دیکھا ہے اس کی پیروی کرنا ہمارے لئے ضروری ہے اللہ کا شکر ہے کہ پرانے مرشد بھی یہی عمل کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کا طریقہ بھی جو ہماری نظر سے گزرا ہے یہی تھا اب اس کیخلاف کس طرح کر سکتے ہیں ہمارے مرید اس معاملے میں بنو چاہے وہ کہہ سکتے ہیں حقیقت میں تواضع لوگوں کے دلوں کو خوش کرنے کا

ایک ذریعہ ہے۔ اور لوگوں کو خوش کرنا بڑا مرتبہ رکھتا ہے پھر کیوں ہم اپنے آپ کو اللہ کی اس عظیم نعمت سے محروم رکھیں۔ اس کے بعد حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ شہر بیجا پور میں ہمارا ایک مرید تھا وہ ہر ایک کے ساتھ عاجزی سے پیش آتا تھا اس کی اسی عادت کی وجہ سے شہر کے تمام مرشد اس کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ جو عاجزی اللہ کے لئے کی جائے اس کا بڑا ثواب ہے اور ہمارا مقصد اللہ ہے تا کہ لوگ ہمارے پاس آ کر خوش ہوں اور ہم ان کو یادِ الٰہی کے سلسلے میں شامل کریں اس کے بعد حضرت نے اس کمترین کی طرف توجہ فرما کر کہا کہ حال ہی میں حضرت کا ایک خط ہم کو ملا ہے کیا تم کو معلوم ہے اس کمترین نے جواب دیا کہ میں نے بھائی محمد نورالدین سے اس خط کے بارے میں سنا ہے۔

حضرت نے وہ خط اور کتاب طلب فرمائی خط کو اپنے دست مبارک سے کھولا اور اس کمترین کے ہاتھ میں دیا۔ اس خاکسار کو اس خط کے پڑھنے سے جو خوشی اور لذت حاصل ہوئی وہ بیان نہیں کی جاسکتی۔ میں نے وہ خط پڑھ کر حضرت کی خدمت میں پیش کیا حضرت نے وہ مبارک خط لیکر فضیلت پناہ میاں غلام محمد کو دیا اور فرمایا کہ اس خط کو بلند آواز میں پڑھو حضرت کے حکم کے مطابق میاں غلام محمد نے وہ خط پڑھا اور وہ خط یہ ہے۔

شیخ الاسلام شاہ نظام الحق والدین سلمہ اللہ تعالیٰ کو فقیر کلیم عفاہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام محبت انتسام پہنچے آپ کا محبت بھرا خط کئی دن سے وصول نہیں ہوا

آنکھیں آپ کے خط کا انتظار کر رہی ہیں بندہ کی زبان سے اللہ کے لئے کلمہ بھی نکلتا ہے تو اس کا ثواب زمین سے فلک اعظم تک پہنچتا ہے۔ طوبی لِمن قالَ و طوبیٰ لِمن قال من قال و طوبیٰ لمن قال مَن قالَ وھم جر االی اول من قالَ۔

تو پھر یہ تمام ثواب نہ صرف اپنے لئے بلکہ مشائخین کے تمام سلسلوں کے لئے جمع کیا جائے تو وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہ کے برابر ہے۔ آپ پر خدائے تعالیٰ کی رحمت ہو کہ آپ نے اس سلسلے کو جاری کیا اللہ آپ کی کوشش کو قبول فرمائے کہ آپ نے اور پردہ غفلت میں پڑے ہوئے ان لوگوں کو اللہ کے حضور میں پہنچے کی بلندی سے ہمکنار کیا ہے اور مشائخین کی ارواح کو خوش کیا ہے۔ مان لیجئے کہ اگر کوئی شخص کسی مرشد کی اولاد کو ایک خزانہ عطا کرے تو وہ ان کی اتنی رضامندی کا سبب نہیں ہوگا جتنا کہ ان کے سلسلے کو زندہ کرنے کا ہوسکتا ہے۔ فَتَدَبّرو کُنّ مِنَ الشَّاکِرِین۔

آپ اپنی کوششوں کو اور بھی تیز کر دیجئے تا کہ کوئی اور شخص آپ پر سبقت نہ لے جائے لیکن اگر کوئی اس کام کو آپ سے بھی زیادہ اچھی طرح انجام دے سکتا ہے تو وہ یہ کام کر سکتا ہے۔ والسلام!

اس کے بعد آپ نے اپنی چشم مبارک میں آنسو بھر کر کہا کہ جب کبھی حضرت صاحب کا خط ہم کو ملتا ہے تو دل میں عجیب ولولہ ذوق اور شوق پیدا ہوتا

ہے اور کئی دن تک یہ کیفیت باقی رہتی ہے۔ جمعرات کے دن حلقہ ذکر جہر کی ادائی کے بعد اس کمترین کو اس رسالے کے پڑھنے کا حکم ہوا جس میں خواجگان چشت اہل بہشت کے حالات لکھے ہوئے تھے حضرت نظام الدین سماعت فرمارہے تھے اور یہ خاکسار زبدۃ الواصلین حضرت حاجی شریف زندنی کے حالات پڑھ رہا تھا ان کے حالات سننے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ ہم اکثر زیارت کے لئے پہاڑ کی چوٹی پر جایا کرتے تھے۔ ان کی مزار شریف پر زائرین کے دلوں میں ایک عجیب قسم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو لوگ یادالٰہی میں مشغول ہیں وہ وہاں جاتے ہیں اور ان پر بے خودی طاری ہو جاتی ہے اور اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ اندیشہ ہوتا ہے کہ پہاڑی کی چوٹی سے نیچے نہ گر جائیں اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کا فیض کیا ان کی زندگی میں اور کیا ان کی وفات کے بعد اللہ کے فضل سے جاری رہتا ہے لیکن یہ بات ضرور ہے کہ زندگی میں جو بھی ان کا مرید بننے کے لئے آتا ہے اس کو فائدہ پہنچتا ہے اور وہ اپنی استعداد کے مطابق مقام حاصل کرتا ہے لیکن وفات کے بعد صرف انہی لوگوں کو فیض پہنچتا ہے جو یادالٰہی میں مشغول رہتے ہیں اہل غفلت کو زیارت قبور سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

ایک دن عصر کے وقت یہ کمترین آستاں بوسی کے لئے پہنچا تھا حضرت نظام الدین حجرہ شریف کے باہر بیٹھے ہوئے تھے اور مرزا ناصر ان کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت نے مرزا ناصر کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ آج سید قاسم

مرحوم (جو اس شہر کے مرشد تھے) کے بیٹے نے ہمارے پاس آکر بیان کیا کہ چند بیگہ زمین سید قاسم مرحوم کی آپ کے والد منصور خاں کی جاگیر میں تھی آج کل وہ میرے قبضہ میں ہے۔ جاگیر کا منتظم (عامل) سید صاحب مرحوم کے بیٹے سے سند طلب کر رہا ہے۔ سند کی حقیقت یہ ہے کہ ماہِ رمضان المبارک میں چند چور کھانے کے چند مشقاب لائے جن میں بے ہوشی کی دوا ملائی ہوئی تھی وہ سید قاسم مرحوم کے بیٹے سید رضی کو سید قاسم مرحوم کی دوستی کا حوالہ دیکر کہا کہ فلاں شخص نے آپ کے لئے کھانا بھیجا ہے۔ سید رضی نے وہ کھانا گھر بھجوادیا اور کھانے کے برتن خالی کر کے واپس کر دئے۔ گھر کے تمام لوگوں نے وہ کھانا کھایا سید رضی نماز تراویح پڑھتے تھے انہوں نے اپنا حصہ الگ نکال کر رکھا کہ میں نماز کے بعد کھاؤنگا۔ دو تین گھڑی رات گئے وہ تراویح کی نماز کے لئے گھر سے باہر نکلے۔ گھر کے لوگوں پر بے ہوشی کا اثر ہونے لگا اور وہ بے ہوش ہو گئے جو شخص جہاں بیٹھا تھا وہیں لڑھک گیا۔ چوروں نے موقع غنیمت سمجھا گھر کے اندر داخل ہوئے اور جو کچھ بھی ہاتھ آیا اپنے ساتھ لے گئے۔ چوروں کی چیزیں زمین کا پروانہ ائمہ کے اسناد اور روزینہ کی سند چور اپنے ساتھ لے گئے۔ سید رضی تمام تراویح سے فارغ ہو کر اپنے گھر آئے کیا دیکھتے ہیں کہ گھر کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور گھر کے تمام لوگ بے ہوش ہیں انہوں نے بہت چیخ و پکار کی لیکن کوئی اُنکی مدد کو نہیں آیا اُنہوں نے گھر کے لوگو کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے اپنا سر زمین

سے نہیں اٹھایا۔ گھر کے لوگوں کو اسی حالت میں چھوڑ کر وہ ایک مقفل کمرے کی طرف گئے کیا دیکھتے ہیں کہ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور جتنی بھی متاع تھی سب برباد ہوگئی ہے۔ اب ان کے پاس واویلا کرنے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ فریاد کے لئے زبان کھولی حیران و پریشان ہو کر تھانہ پہنچے۔ اسی کو اللہ کی مرضی سمجھ کر صبر اختیار کیا۔ اس بیچارے سید زادہ کے ساتھ یہ حادثہ ہوا۔ حضرت نے مرزا ناصر سے کہا کہ اگر آپ اپنے والد منصور خاں صاحب سے ان کو سند دلا دیں تو بڑا احسان ہوگا۔ مرزا ناصر نے عرض کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں بہت جلد ان صاحب کے لئے سند تیار کر کے لاؤں گا۔ اس واقعے کے سننے کے بعد تمام حاضرین حیران ہو گئے اس کے بعد حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ پرانے زمانے میں سید علی ہمدانی کے دور میں ایک بادشاہ تھا جو حضرت سید علی ہمدانی کی ارادت سے انکار رکھتا تھا۔ ایک دن اس کے دل میں یہ بات آئی کہ وہ حضرت سید علی کی دعوت کرے اور کھانے میں کتے کا گوشت پکا کر پیش کرے اور اس طرح آزمانا چاہئے کہ شیخ اہل باطن ہیں یا نہیں اگر شیخ اہل باطن ہیں تو وہ یہ کھانا ہرگز نہیں کھائیں گے۔ لیکن اگر وہ عام لوگوں کی طرح اندھے ہیں تو وہ بلا تکلف کھالیں گے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا شیخ کی دعوت کی۔ شیخ صاحب نے سنت نبوی کیمطابق دعوت قبول کی اور بادشاہ کے گھر گئے۔ کھانا حاضر کیا گیا۔ کھانے کی رکابی شیخ صاحب کے سامنے رکھی گئی چونکہ شیخ صاحب ولی کامل اور صاحب باطن تھے اس لئے انہوں نے

کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ بادشاہ نے بار بار ان سے کھانے کی درخواست کی شیخ صاحب نے فرمایا کہ اس سے زیادہ فقیروں کا امتحان نہ لو۔ ہم نے آپ کی دعوت قبول کی لیکن اس وقت بھوک نہیں ہے اس لئے ہم کو معاف کیجئے۔ اس کے باوجود شاہ اپنی جہالت سے باز نہیں آیا اور کھانا کھانے کے لئے اصرار کرنے لگا جب سید علی صاحب نے دیکھا کہ یہ شخص اپنی ایزا رسانی سے باز نہیں آرہا ہے تو وہ غصے میں آگئے انہوں نے فرمایا کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حرام کیا ہے تو تم وہی چیز اس کے دوستوں کو کھانے کے لئے دے رہے ہو اگر تم کو انکار ہے تو اب دیکھو یہ کہہ کر آپ نے مشقاب سے سرپوشی ہٹا دیا اور فرمایا: اے مطبوخ مظلوم زندگی کا لباس پہن کر اس ظالم کے سامنے آجا اللہ کے حکم اور سید علی صاحب کی ہدایت پر کتے کا بچہ مشقاب سے فریاد کرتا ہوا نکلا جب بادشاہ نے یہ کرامت دیکھی تو نادم اور شرمندہ ہو کر باورچی کو قتل کرنے کا حکم دیا باورچی قتل کر دیا گیا سید علیؒ کو باورچی کا قتل ہونا نہایت نا گوار گزرا انہوں نے بادشاہ سے فرمایا کہ تم نے کیوں اس بیچارے کو قتل کر دیا جب کہ اس نے تمہارے حکم سے یہ کام کیا تھا اپنا گناہ اس بیچارے بے گناہ پر کیوں ڈال دیا۔ سید علی نے باورچی کا سر طلب کیا اور اس کو گردن سے ملایا اس کا سر بدن سے جڑ گیا اور وہ اصلی حالت میں زندہ ہو گیا جب بادشاہ نے یہ کرامت دیکھی تو اپنا سر حضرت سید علی ہمدانی کے قدموں میں رکھ دیا اور توبہ کی اور ان کے مریدوں میں شامل ہو گیا۔

اکثر بے غیرت لوگ فقیروں کے ساتھ اس قسم کا سلوک کرتے ہیں اور ان کی آزمائش کرتے ہیں۔

بھائی محمد نورالدین نے یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت نظام الدین اولیاء کے کسی مرید نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس درگاہ کے متعلقین سے غیبی واقعات اور حیرت میں ڈال دینے والی تجلیات ظاہر ہوتی ہیں میری بھی یہی خواہش ہے کہ حضرت کی توجہ سے میں بھی اس سعادت کے مقام پر پہنچ جاؤں حضرت نے اس کی بات سن کر فرمایا کہ طالب حق کو ان چیزوں کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ یہ کام طریقت کیراستے پر چلنے والوں کے لئے دلی تعلق کا سبب ہوتا ہے بہتر یہی ہے کہ طالب اس قسم کی جانب رخ نہ کرے اگر اللہ کے فضل وکرم سے ایسا کوئی غیبی واقعہ طالب کی آنکھوں کے سامنے ہو جائے تو بلند ہمتی سے کام لے اور اس کی طرف نہ دیکھے اور جان لیں کہ طالب کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ شعر

ادائے حق محبت عنایت است ز دوست

وگرنہ خاطر عاشق بہیچ خورسندست

(محبت کا حق ادا کرنا دوست کی عنایت ہے ورنہ عاشق کا دل تو ہر بات سے خوش ہو جاتا ہے۔)

اپنی طلب میں ثابت قدم رہو اور اداس نہو مجاہدے میں مصروف رہو ایسا شخص خدا کے فضل سے کبھی نہ کبھی منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے اور اپنی مراد پالیتا ہے۔

چند روز کے بعد یہ کمترین رسالہ مناقب العارفین حضرت کی مجلس مبارک میں پڑھ رہا تھا اس رسالے میں قطب الاولیاء والمحققین مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ کے حالات درج ہیں اسی وقت یہ بحث شروع ہوگئی کہ مولانا روم کے کسی مرید نے اُن سے یہی سوال کیا تھا حضرت پیر و مرشد نے جو جواب اپنے مرید کو دیا تھا وہی مولانا روم نے اپنے اس مرید کو دیا تھا میں نے اس عبارت کے پڑھنے کے بعد عرض کیا کہ اس سے پہلے حضرت نے اپنے مرید کی یہی جواب دیا تھا حضرت نے فرمایا کہ حقیقت میں ایسا ہی ہے طالبانِ حق کو درد و ذوق اور شوق کی زیادہ خواہش ہوتی ہے اور وہ تمام واقعات سے اس کو زیادہ غنیمت سمجھتے ہیں۔ درد شوق الٰہی سے زیادہ بڑی کوئی اور نعمت نہیں ہے لیکن تجلیوں کا مشاہدہ بھی طالب کو اپنے کام میں سرگرم رکھتا ہے۔ اکثر ایسا نہیں ہوتا جیسا کہ وہ چاہتا ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ وہ ایسی باتوں سے رنجیدہ خاطر نہ ہو۔ ان کلمات کے سننے کے بعد بھائی محمد نور الدین نے کہا کہ جو فوائد حضرت پیر و مرشد کی زبان مبارک سے سننے میں آتے ہیں وہ بغیر کسی کمی بیشی کے بزرگوں کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اولیاء اللہ کے مریدوں کو عمل کی توفیق

عنایت فرمائے تا کہ وہ حضرت پیر و مرشد کے حکم کے خلاف کوئی کام نہ کرے اور اپنی منزل مقصود کو پہنچ جائیں اللہ اپنا فضل واحسان کرے۔

پیر کے دن حلقہ مراقبہ کے بعد حضرت نظام الدین نے خانقاہ میں جلسہ فرمایا اس کمترین کو بحرالاسرار پڑھنے کا حکم دیا گیا۔اسی وقت ایک بچھو نکل آیا حاضرین میں سے کسی نے اس کو مار ڈالا حضرت نے فرمایا کہ اس بچھو کو سکھا کر رکھو اور وہ جب خشک ہو جائے تو اس کو باریک پیس کر ایک پڑیا میں باندھ لو تا کہ اگر کسی کے بچھو کاٹ لے تو کام میں لایا جا سکے اس کمترین نے عرض کیا اس کو کس طرح استعمال کیا جاتا ہے حضرت نے فرمایا کہ جس جگہ بچھو کاٹ لے اس جگہ کو لعاب دہن سے تر کر کے اس بچھو کا سفوف مل دینا چاہئے اس کی تکلیف فوراً دور ہو جائے گی یہ دوا مجرب ہے اور کئی مرتبہ آزمائی ہوئی ہے۔اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ دکن میں بچھو بہت زیادہ ہیں۔ ہندوستان میں اتنے زیادہ نہیں ہوتے۔ ہندوستان میں سانپ بہت زیادہ ہوتے ہیں۔طالب علمی کے زمانے میں میں کتاب پڑھ رہا تھا رات کافی ہوگئی تھی اور نیند کا غلبہ تھا میں تھوڑا سا لیٹ گیا میرے ہاتھ میں کتاب تھی ابھی میری آنکھیں بند نہیں ہوئی تھیں کہ ایک سانپ پاجامے میں گھس گیا اور ناف کے قریب پہنچ گیا میں اس کی سرسراہٹ سے ہوشیار ہو گیا۔ میرے سیدھے ہاتھ میں کتاب تھی میں نے بائیں ہاتھ سے سانپ کے سر کو مضبوط پکڑ لیا سانپ میرے پیر سے لپٹ گیا اس نے بہت زور لگایا لیکن میں نے اس کا

سر اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑا اس طرح بہت ساوقت گزر گیا یہاں تک کہ صبح کا ذب قریب آ گئی اس وقت میں نے دیکھا کہ یہ سانپ ہے میں نے سوچا کہ یہ مر چکا ہے ایک طالب علم میرا دوست تھا میں نے اس کو جگایا وہ اٹھا تو میں نے اس سے کہا کہ میری کمر میں چادر باندھو اس نے پوچھا کہ کیا ہوا میں نے کہا کہ میرے پاجامے میں کوئی کیڑا آ گیا ہے میں چاہتا ہوں کہ پاجامہ اتار دوں۔ اگر میں اس سے کہتا کہ سانپ ہے تو ممکن تھا کہ وہ خوف کہ وجہہ سے میرے نزدیک نہ آتا۔ آخر اس دوست نے چادر لائی اور میری کمر میں باندھی میں نے پاؤں کی طرف سے پاجامہ کھینچا۔ سانپ کا سر اسی طرح میرے ہاتھ میں تھا میں تھوڑی دور گیا اور اس کے سر کو کچل ڈالا۔ ابھی اس میں تھوڑی جان باقی تھی جب دوسرے طالب علموں نے یہ منظر دیکھا تو حیران ہو گئے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے اس مصیبت سے نجات دی اور مجھے سانپ کے آسیب سے بچایا۔ اس کمترین نے عرض کیا کہ ایسا حالت میں مستقل مزاجی سے کام لینا بہت مشکل کام تھا لیکن آپ کے استقلال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ فرمایا۔ حضرت نے فرمایا کہ استقلال کے سوا اس وقت کوئی علاج نہیں تھا۔ اگر اس وقت ذرا سی بھی غلط حرکت ہو جاتی تو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ تھا۔

در و دیوار من آئینہ شد از کثرت شوق ہر کجا می نگرم روئے ترا می نگرم

(کثرت شوق کی وجہ سے میرے گھر کے دروازے اور دیواریں آئینہ

بن گئے ہیں۔ جہاں بھی دیکھتا ہوں تیری صورت نظر آتی ہے۔)

اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ جب تک مرید کو اپنے مرشد سے انتہا درجے کی محبت نہیں ہوتی تو اس کو یہ مرتبہ ہاتھ نہیں آتا۔ یہ کمترین اور دوسرے حاضرین اس بات کو سننے کے بعد رونے لگے اور اس رونے میں بڑا لطف آیا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَاھٰذِاہٖ بِحَالَتِہِ الْجَمِیْعَ الطَّالِبِین بِحُرْمَتِ شَیْخَنَا مد ظلمه۔

جمعہ کہ دن قوال آکر جمعہ ہو گئے حضرت نظام الدین حجرے سے باہر تشریف لائے اور خانقاہ میں آکر بیٹھے۔ مریدوں نے قدمبوسی کی سعادت حاصل کی حضرت نے بھائی محمد نورالدین کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ چونکہ کل امان اللہ کا واقعہ درپیش آیا تھا اس لئے آج ہم قوالی نہیں سنیں گے۔ بھائی محمد نورالدین نے عرض کیا کہ جب سماع کے دوران اہل ذوق کو وجد آجاتا ہے تو وہ ان کی خوشی کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے زندوں اور مردوں دونوں کو کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسا ہی ہے لیکن حضرت شیخ محمدؒ نے بحرالاسرار میں آداب سماع کے بارے میں لکھا ہے کہ مصیبت کے دنوں میں سماع نہیں سننا چاہئے۔ جب اس کمترین نے حضرت کی زبان مبارک سے یہ بات سنی تو گھر میں گیا اور بحرالاسرار وہاں لے آیا۔ حضرت شیخ محمدؒ نے لکھا ہے کہ سماع سننے کا مقصد رقت قلب کا حصول ہے اور مصیبت کے دنوں میں دل کا تعلق مصیبت سے ہوتا ہے اور رقت دل کا کام ہے

اور وہ حاصل نہیں ہوتی اسلئے نہیں سننا چاہئے۔ اگرچہ صاحب کمال مرشد مصیبت کے عدم اور وجود سے کوئی تعلق نہیں رکھتا لیکن بہتر یہی ہے کہ وہ سماع نہ سنیں اس لئے کہ اگر وہ سماع سنتا ہے تو اس کی پیروی کرنے والے دوسرے لوگ بھی سنتے ہیں ان کے لئے اپنے مرشد کی پیروی لازم ہے۔ اللہ کا شکر اور احسان ہے کہ ہمارے پیر و مرشد مشائخ سلف کے اقوال سے بال برابر بھی تغاوت اور تجاوز نہیں کرتے۔ قوالوں کو واپس کرنے کے بعد حضرت نے مرزا ناصر کو مخدوم جہانیان کے ملفوظات پڑھنے کا حکم دیا اور حضرت سماعت فرماتے رہے حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا کہ میں سیر کرتا ہوا ایک شہر میں پہنچا میں نے اس شہر کے باشندوں سے سنا کہ فلاں مرشد صاحب کمال ہیں اور شہر کے تمام شرفاء اور وصنعد ارلوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ ان صاحب کے پاس جانا چاہئے جب میں ان کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ صاحب نفس پرست جاہل اور نادان ہیں۔ خود ایک مکان میں رہتے ہیں اور دنیا کو گمراہ کررہے ہیں ان سے۔ بہت سی بے تکی باتیں سننے میں آئی ہیں ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ انہوں نے بھری مجلس میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنے فضل و کرم سے نماز روزہ اور دوسری عبادتیں معاف کردی ہیں اس نے مجھے یہ اختیار دیا ہے کہ میں جو چاہوں کروں۔ آخر اس سے سوال کیا گیا کہ آپ پر یہ بات کس طرح ظاہر ہوئی اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے سفیر حضرت جبرئیل امین میرے

پاس آئے تھے اور انہوں نے مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچایا اس کے بعد اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا کہ میرے جن دوستوں نے میرے لئے جو عبادت کی ہے وہ میں نے قبول کیا اور تجھے سخی بنا دیا اب جو چاہے کھا اور سو جا اور اس کے بعد کسی قسم کی ریاضت مت کر۔ جب میں نے اس کی زبان سے یہ بات سنی تو کہا کہ اے نادان یہ شیطان ہے جو تجھے گمراہ کرتا ہے معلوم ہوا کہ تو کسی قسم کا علم نہیں رکھتا اور جاہل ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کبھی اولیاء اللہ کے لئے۔ نیچے نہیں آئے یہ بات انبیاء علیہ السلام کے لئے خاص ہے اور جس دن خاتم النبین دار فنا سے دار بقا کی طرف تشریف لے گئے اس دن سے روح الامین حضرت جبرئیل علیہ السلام کا دنیا میں آنا موقوف ہو گیا اور اپنے غلط اعتقاد پر استغفار اور توبہ کر اور جان لے کہ تیرے ایمان میں خلل آ گیا ہے۔ اس لئے مرشد کے لئے ضروری ہے کہ وہ صاحب علم ہو۔ بے علم کو مخلوق خدا کی دعوت منع ہے اس کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

حضرت نظام الدین نے یہ بات سننے کے بعد اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک عام آدمی کو مرشد نہیں ہونا چاہئے وہ خود گمراہ ہو جائے تو دوسروں کو کیسے ہدایت دے سکتا ہے اس کے بعد آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ قدیم زمانے میں ایک بادشاہ تھا جو عالموں پر اعتقاد رکھتا تھا فقراء اور اہل علم سے دوستی رکھتا تھا ایک دن بادشاہ کی اپنی بیوی سے بحث ہو گئی بادشاہ نے اہل علم کی تعریف کی اور اس کی بیوی نے چند مفلسوں کی تعریف کی آخر یہ طے پایا کہ دونوں فرقوں کا امتحان لیا جائے۔

بادشاہ نے اپنے ایک درباری کو جو تمام خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ تھا حکم دیا کہ مفلسوں کے درمیان جائے اور یہ ظاہر کرے کہ میں جبرائیل ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے تمہاری ریاضت بارگاہ خداوندی میں قبول کرلی گئی اب تم یہ بتاؤ کہ تمہاری کیا تمنا ہے تاکہ ہم اس کے لئے کوشش کریں جب بادشاہ کا درباری اس حالت میں اس گروہ کے پاس گیا تو خوش ہو کر اس کے قدموں میں گر پڑے ہر شخص نے اس کے سامنے اپنی تمنا بیان کی درباری ان کے پاس سے رخصت ہو کر ایک درویش عالم کے پاس گیا بادشاہ کو اس درویش سے بڑی عقیدت تھی درباری نے اس درویش سے یہی کہا درویش نے جواب دیا کہ شاید تو شیطان ہے جو مجھے دھوکہ دینے کے لئے میرے پاس آیا ہے درویش نے لاحول پڑھنا شروع کیا اور اس کے سر پر لکڑی سے دو چار ضرب لگائی وہ شخص بچ بچا کر بادشاہ کے پاس آیا اور اس سے دونوں قوموں کی کیفیت بیان کی۔ بادشاہ نے اس سے سبق حاصل کیا اور ان مفلسوں سے اپنا اعتقاد توڑ لیا۔ (اسطرح بادشاہ کا خیال صحیح اور اس کی بیوی کا خیال غلط ثابت ہوا۔)

ایک دن نماز کے بعد حضرت نظام الدین نے خانقاہ میں جلسہ فرمایا یہ کمترین بحر الاسرار پڑھ رہا تھا اور حضرت سماعت فرما رہے تھے اسی وقت کوئی مرید اپنے ہاتھ میں ایک رسالہ لے کر آیا اور قدمبوسی کی سعادت حاصل کی اس نے عرض کیا کہ میں یہ رسالہ لے کر آیا ہوں اور میری یہ خواہش ہے کہ حضرت خود اس کا

درس دیں میں اس رسالہ کو پڑھنے کا شوق رکھتا ہوں حضرت نے فرمایا کہ یہ کون سا رسالہ ہے اس نے عرض کیا کہ رسالہ ''جام جہاں نما'' ہے حضرت نے فرمایا کہ اس میں کیا حرج ہے کہ آپ اس کو پڑھیں اور ہم سنیں اس کے بعد اس کمترین کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ تصوف کی کتابوں میں ہر شخص چھپے ہوئے اسرار کے الگ الگ معنیٰ بتاتا ہے لیکن جو سمجھدار ہوتا ہے وہی اس کا مطلب سمجھتا ہے۔ ان مصنفوں کے مطالب بیان میں نہیں لائے جاسکتے اور اگر بیان کئے جائیں تو سننے والوں کی سمجھ میں نہیں آتے۔

فہم سخن گر نہ کند مستمع
قوت طبع از متکلم مجو

(اگر سننے والا بات کو نہ سمجھ سکے تو سمجھانے والے سے سمجھانے کی امید رکھنا بے کار ہے)

اس طرح کہنے والا کیا کہتا ہے اور سننے والا کیا سنتا ہے یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کمترین نے عرض کیا کہ علم تیر اندازی اور علم خوشنویسی ایسے علوم ہیں جو ظاہر ہیں اور دکھائی دیتے ہیں۔ اہل فن لوگوں نے اپنے رسالوں میں ان علوم کے قوانین تصنیف کئے ہیں اور ان کے قائدے ضبط تحریر میں لائے ہیں اس کے باجود اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ رسالہ خوشنویسی پڑھکر خوشنویس بن جائے یا رسالہ تیر اندازی پڑھ کر تیر اندازی میں مہارت حاصل کرے تو یہ ممکن نہیں ہے

جب تک استاد سے نہ سیکھے جائیں ان علوم میں مہارت حاصل نہیں ہو سکتی تو اب سوچئے کہ تصوف کا علم جو سینہ بہ سینہ چلا آرہا ہے کتابیں پڑھنے سے کس طرح حاصل ہو سکتا اور پڑھنے والا اس سے کتنا فائدہ اٹھا سکتا ہے اور لطف حاصل کر سکتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جی ہاں بغیر محنت اور ریاضت کے اہل شوق کا کلام سمجھنا کتنا مشکل ہے اس کے بعد حضرت نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ ہمارے مرشد قطب الاقطاب جب بھی اس علم کا درس دیتے تو سننے کے قابل ہوتا کیسے کیسے موتی لٹاتے تھے اور اس وقت ان کی زبان مبارک سے کس فصاحت اور بلاغت کے ساتھ الفاظ ادا ہوتے اس وقت ان کا باطن شریف موجیں مارنے والے دریا کی طرح جوش میں آجاتا اور معانی کے موتی جو حضرت اپنی فکر کے غوطے سے نکال کر لاتے تھے سننے والوں کی جھولی میں گرتے تھے اس کے باوجود حضرت اپنے مریدوں سے فرماتے تھے کہ یہ علم عمل کرنے سے آتا ہے سننے سے دلنشین نہیں ہوتا۔ جب طالب عمل کے میدان میں آتا ہے اور منزلیں طے کرتا ہے تو شوق الٰہی خود اس پر غالب آجاتا ہے اور وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔

جمعرات کے دن حلقہ مراقبہ کے بعد اس کمترین کو بحر الاسرار پڑھنے کا حکم دیا گیا حضرت خود سماعت فرمارہے تھے اسی وقت ایک شخص آیا اور اس نے نہایت ادب سے سلام کیا حضرت نے سلام کا جواب دے کر اس سے نام پوچھا۔ اس نے اپنا نام بتایا اور عرض کیا کہ میاں عطاء اللہ مرحوم کے بیٹے شیخ عبد الطیف نے آپ کی

خدمت عالی میں سلام بھیجا ہے ان کے بھائی شیخ محمد صادق کو پیچش کی بیماری ہوگئی ہے۔ انہوں نے آپ سے فاتحہ کی درخواست کی ہے۔ پانی کا کٹورا بھیج کر دعا کا پانی طلب کیا ہے حضرت نے فرمایا کہ پانی کے کٹورے کو مجلس میں گشت کروایا جائے چنانچہ حاضرین نے درود شریف پڑھ کر اس پر دم کیا اس کے بعد خود حضرت نے دعا پڑھ کر پانی پر دم کیا اور کٹورا واپس کر دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ پیچش کی ایک مجرب دوا ہے ہم اس کو یاد کر کے شیخ صاحب سے کہیں گے کہ وہ اس کو ضرور استعمال کریں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ ان کو شفا ہو جائے گی اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک تازہ کگروندہ لا کر اس کی ہتیلی پر ملا جائے جب اچھی طرح نرم ہو جائے تو اس کی گولی بنا کر بیمار کی پیچش کی جگہ میں رکھا جائے فوراً فرق ہو جائے گا۔ اس کے بعد آپ نے اس کمترین کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ اس علاج سے بہت سے لوگوں کو فائدہ ہوا ہے۔ اس کمترین نے عرض کیا کہ عمر بیگ بھی اسی بیماری میں مبتلا تھے۔ حکیموں نے ان کے علاج سے ہاتھ اٹھا لیا تھا۔ آپ کے حکم کے مطابق یہ علاج کیا گیا اور ان کو صحت ہوگئی۔ اور حضرت کے ایک مرید کے بیٹے امان اللہ کو بھی حضرت کے علاج سے فائدہ ہوا اُس کے بعد حضرت نے فرمایا موت کا کوئی علاج نہیں ہے۔ ان صاحب کے چلے جانے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ ہمارے پاس ایک کتاب تھی جس میں اکثر آزمودہ مجربات لکھے ہوئے تھے وہ ہمارے پاس سے گم ہوگئی ہے اس کتاب کی چند دوائیں یاد رہ گئیں

ہیں۔اس کمترین نے عرض کیا کہ ایسی عمدہ کتاب کس طرح گم ہوگئی حضرت نے فرمایا کہ صرف وہی ایک کتاب نہیں تھی بلکہ ایک دوسری کتاب بھی اسی جزدان میں تھی جو گم ہوگئی ہم نے اپنے بھیجتے صلابت خاں کے پاس لشکر میں رکھ دی تھی اور پھر ہم سیر کے لئے چلے گئے ان صاحب کو ہندوستان جانے کا حکم ہوا انہوں نے وہ کتاب خواجہ نعمت اللہ کے پاس رکھی اور چلے گئے جب ہم فوج (لشکر) میں واپس آئے تو ہم کو یہ اطلاع ملی کہ ان کا تبادلہ ہندوستان ہوگیا ہے ہم نے ان کو یہاں سے خط لکھا کہ اگر وہ کتاب آپ اپنے ساتھ لے گئے ہوں تو واپس کردیجئے

صلابت خاں نے جواب دیا کہ میں نے فوج میں خواجہ نعمت اللہ کے پاس آپ کی کتاب رکھ دی ہے آپ وہاں سے حاصل کرلیں۔انہوں نے خواجہ نعمت اللہ کو بھی خط لکھا جب ہم نے اُن کو وہ خط دکھایا اور کتاب واپس کرنے کی درخواست کی ۔پہلے تو انہوں نے انکار کیا پھر چند کتابیں بھجوائیں ہم نے دیکھا کہ وہ کتاب ان کتابوں میں نہیں تھی اور وہ جزدان ایک گلاس کے ساتھ تھی اور اس گلاس کی خاصیت یہ تھی کہ دیگچے میں کھچڑی پکائی جاتی تھی جب کھچڑی تیار ہوجاتی تو اس کو دم دینے کے لئے چولہے پر رکھ دیتے پھر اس گلاس میں قلعی بھر کر کھچڑی کے بیچ میں رکھ دیتے تھے ایک گھنٹے کے بعد وہ قلعی چاندی میں تبدیل ہوجاتی تھی وہ گلاس بھی اس جزدان میں تھا۔دونوں بھی چلے گئے۔اس کمترین نے عرض کیا کہ چاندی بنانے کے کئی طریقے سننے میں آئے ہیں لیکن یہ طریقہ عجیب ہے۔ہم نے

کبھی نہیں سنا ایک نادر چیز ہاتھ سے نکل گئی۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ چاندی ہمارے کیا کام آتی طالب حق کے لئے بے تعلق ہونا اہم ہے۔ لیکن اگر اس طرح کی کوئی چیز ہاتھ آجاتی ہے تو بے فکری اور اطمینان قلب حاصل ہو جاتا ہے اور بے فکری کے ساتھ یادالٰہی کی طرف توجہ کی جاسکتی ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ بے فکری (استغناء) اس قوم کے لئے سب سے اہم چیز ہے۔

بیاں آں کہ صوفی راااز جمیع علوم باید بریدو بعلم باطن باید پیوست:۔

ایک دن عصر کی نماز کے بعد یہ کمترین بحرالاسرار پڑھ رہا تھا اور حضرت سماعت فرمارہے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ شیخ محمد رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت قطب الدین کاکی قدس سرہٗ علوم ظاہری سے نابلد تھے لیکن انہوں نے اپنے جو معمولات مقرر کئے تھے اس کی وجہ سے ان کو لوگوں سے بات چیت کرنے کا وقت نہیں ملتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صوفیوں کے لئے جاہل ہونا عالم ہونے سے زیادہ بہتر ہے۔ اگر وہ بات نہ کرے اور خاموش رہے تو اس کو پہچاننا مشکل ہے اس لئے کے انسان اپنی زبان سے پہچانا جاتا ہے۔ حضرت نظام الدین نے یہ عبارت سن کر اس خاکسار کی طرف توجہ فرمائی اس کے بعد کہا کہ حقیقت میں علم قال صاحب حال کے احوال میں اور اوقات میں خلل پیدا کرتا

ہے۔صوفی کے لئے فرض اور سنت کا علم ضروری ہے۔

علم ظاہر ہست علم قیل وقال

نے ازو کیفیتے حاصل نہ حال

(علم ظاہر سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے جب کہ علم باطن سے حالت اور کیفیت پیدا ہوتی ہے۔)

درفضیلت حفظ قرآن مجید:۔

جمعہ کہ دن محفل سماع کے ختم ہونے کے بعد حضرت نے قوالوں کو رخصت کردیا اور مرزا ناصر کو حضرت مخدوم جہاں نیاں کے ملفوظات پڑھنے کا حکم دیا۔حضرت مخدوم نے لکھا ہے کہ جو شخص کلام اللہ کو حفظ کرتا ہے۔اس کے لئے بڑا ثواب ہے اگراس کے ماں باپ کافر ہیں تو ان کے عذاب میں کمی ہوتی ہے اگر مسلمان ہوں تو ان کے درجے بلند کئے جاتے ہیں حضرت نظام الدین نے اس عبارت کے سننے کے بعد کمترین کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ کیوں کوئی شخص اپنی اولاد کو اس سعادت عظمیٰ سے محروم رکھتا ہے اور پہلے اپنے بچوں کو اس عظیم نعمت سے جس کا نام حفظ قرآن ہے فائدہ نہیں پہنچاتا۔اس کے بعد دوسرے علوم پڑھنے کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

در بیان اثر اسمِ اولیاء اللہ:۔

جمعہ کے دن معمول کے مطابق تمام مریدوں نے آستاں بوسی کی سعادت حاصل کی۔قوال بھی حاضر تھے چونکہ نزلے کی شدت کی وجہ سے حضرت کا مزاج مبارک ناساز تھا اس لئے آپ نے سماع موقوف کردیا۔مرزا محمد ناصر کو رسالہ ''سبع سنابل'' پڑھنے کا حکم دیا گیا اس کتاب میں خواجگان چشت ارباب بہشت کے حالات بیان کئے گئے ہیں حاضرین کو اس کے سننے سے عجیب قسم کی لذت محسوس ہوئی اور اہل مجلس میں سے کئی لوگوں پر رقت طاری ہوگئی حضرت نے رسالہ پڑھنے والے سے فرمایا کہ جہاں کہیں بھی شعر آجائے اس کو تین چار مرتبہ پڑھو اور ترنم کے ساتھ پڑھو تا کہ سننے والے اس کا مطلب سمجھ سکیں اس کے بعد آپ نے اس کمترین اور بھائی محمد نورالدین کی طرف توجہ کرکے فرمایا سبحان اللہ بزرگوں کے اسم مبارک میں عجیب طرح کی تاثیر ہے جب بھی سنا جاتا ہے تو حلاوت میں مزہ آتا ہے حضرت نے اپنا دست مبارک اٹھا کر اور آستین چڑھا کر دکھایا کہ جب میں بزرگوں کے احوال سنتا ہوں تو میرے بدن کے رونگٹھے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

پیر کے دن حلقہ مراقبہ کی ادائی کے بعد اس کمترین کو بحرالاسرار پڑھنے کا حکم ہوا۔اسی وقت میر یعقوب منصبدار آئے اور حضرت کی قدمبوسی کی انہوں نے عرض کیا کہ منصور خاں کا بیٹا آتش خاں اس سے پہلے بھی حضرت کی خدمت میں

آیا کرتا تھا۔ آج کل وہ اسی شہر میں ہے۔ ہم بادشاہ کے لشکر میں گئے تھے حضرت نے فرمایا کہ وہ بیماری کی وجہ سے لشکر میں نہیں جا سکتا میر یعقوب منصبدار نے پوچھا کہ ان کو کونسی بیماری ہے حضرت نے فرمایا کہ ان کو پاگل پن کے دورے پڑتے ہیں اس لئے پہلے وہ دو تین دفعہ ہمارے پاس آئے تھے جب ان سے اس کیفیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ قلعہ خیبر کی طرف ایک مجذوب آ گئے تھے ان سے آتش خاں کی ملاقات ہو گئی۔ دوستی اور محبت میں اتنا اضافہ ہو گیا کہ وہ رات دن ایک ساتھ رہتے تھے اور ان کا جھوٹا کھانا کھایا کرتے تھے ان کا جذب اس حد تک بڑھ گیا کہ اس حالت کے باوجود انہوں نے چند اسمائے جلالی کو اپنا وظیفہ بنا لیا روز بروز ان کا جنون بڑھتا گیا ان کے بھائیوں نے کئی بار ہم سے ان کی صحت یابی کی دعا کی درخواست کی ہم نے ان سے کہا کہ اگر یہ صاحب چند روز ہماری صحبت میں رہیں اور بتلائی ہوئی ترتیب کے ساتھ ذکر جہر کریں اور اسمائے جلالی کا وظیفہ ترک کر دیں تو قوی امید ہے کہ اللہ کے فضل سے صحت یاب ہو جائیں گے۔ اس سے پہلے بھی بہت سے لوگ اس طرح ہوش میں آئے ہیں لیکن اب ان کو اس کام کے لئے آمادہ کرنا مشکل ہے اگر وہ غریب کا بیٹا ہوتا تو زنجیروں میں جکڑ کر لاتے اور ڈانٹ ڈپٹ کر کے ذکر وغیرہ پر مجبور کرتے۔ میر یعقوب نے عرض کیا کہ بزرگوں نے اسی لئے مجذوبوں کے ساتھ دوستی رکھنے کو منع کیا ہے۔ حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ اس میں بڑا نقصان ہے۔ دیوانے

کے ساتھ نہیں بیٹھنا چاہئے اور اگر انفاق سے اس کا ساتھ ہو جائے تو جو بھی دیوانے کی زبان سے نکلتا ہے اور بری باتیں کرتا ہے تو اس سے وہی باتیں کہد ے تو اس کا اثر نہیں ہوتا ورنہ اس کی زبان شمشیر قاطع ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

دربیان فضل حق کہ برائے اہل ذوق اسباب شوق را خود مہیا می کند:۔

محرم کی چودھویں رات کو مجلس کا فرش آراستہ کیا گیا۔ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت نظام الدین نے بھائی نورالدین سے فرمایا کہ حلقہ ذکر جہر کی ادائی کے بعد اگر عبداللہ خان ذاکر آئے تو میلا د شریف شروع کر دیں۔ ہم بھی آجائیں گے۔ حکم کے مطابق حاضرین کے ساتھ حلقہ ذکر جہر ادا ہوا۔ بھائی محمد نورالدین عبداللہ خاں ذاکر کا انتظار کر رہے تھے۔ مرید ہر طرف سے آکر حاضر ہو گئے تھے۔ تین چار گھڑی گزرنے کے بعد ذاکر نہیں پہنچے اور وہ انتظار کرتے رہے حضرت نظام الدین حجرہ کا دروازہ کھول کر مجلس میں تشریف لائے مریدوں نے قدمبوسی بجالائی اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے حضرت نے بھائی محمد نورالدین کی طرف توجہ کر کے فرمایا عبداللہ خاں ذاکر نہیں آئے بھائی صاحب نے عرض کیا کہ کسی ضروری کام کی وجہ سے حاضر نہیں ہوئے۔ دو ایک گھنٹے میں آنے کی امید ہے اس وقت مرزا ناصر نے عرض کیا کہ ایک شخص میرے پاس ملازم ہے اور اس کو ذاکروں کے پڑھنے کا طریقہ یاد ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس بلا لیجئے اس

کو جو بھی یاد ہے وہ پڑھے چنانچہ مرزا ناصر نے اپنے ملازم کو طلب کیا اس نے اشعار پڑھنا شروع کیا اور ذاکروں کی طرح خوش آوازی کے ساتھ پڑھا حاضرین مجلس پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی چنانچہ خواجہ ابدال کی حالت شوق بہت بڑھ گئی اسی وقت محمد شاہ بیگ مغل جو حضرت کے مریدوں میں سے ہیں آگئے۔ انہوں نے قدمبوسی کی حضرت نے فرمایا اگر تم کو کچھ شعر یاد ہوں تو پڑھو۔ ان صاحب نے غمگین آواز میں امیر خسرو دہلوی کے اشعار پڑھنا شروع کیا اکثر مریدوں کو ان کے شعر پڑھنے سے بہت لطف آیا اور وہ بلند آواز سے آہ وفریاد کرنے لگے۔ ان میں سے مرزا اعلاؤ الدولہ کی حالت بہت خراب ہوگئی مجلس میں ایک عجیب قسم کی گرمی پیدا ہوگئی بہت سے مرید دائرہ بنا کر وجد میں آگئے اور رقص کرنے لگے۔ محمد شاہ نے یہ غزل شروع کر دی۔

عشق ورزیدن بخوباں کار ماست　　از طریق عشق گشتن غار ماست

اے مسلماناں مرابادیں چہ کار　　ہر کہ دین عشق ورزدیار ماست

آہ سرد و روئے زرد و چشم تر　　ایں متاع عشق در بازار ماست

جب یہ اشعار پڑھے گئے تو بھائی محمد نور الدین بے تابی سے اپنی جگہ سے کودے اور رقص کرنے لگے۔ حضرت نے ان کو گلے سے لگا لیا اور تسلی دی۔ یہ مجلس دو پہر رات تک چلتی رہی اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ رات بہت گزر چکی ہے اب پنج آیات پڑھی جائیں۔ حافظ محمد باقر نے پنج آیات قرأت

کے ساتھ پڑھنا شروع کیں اور یہ رکوع شروع کیا۔ **الم ترا ان الفلك تجری فی البحر بنعمت الله لیر یکم من آیا ته**

پڑھتے وقت حافظ صاحب پر عجیب رقت طاری ہوگئی جب وہ اس آیت پر پہنچے **ان و عدالله حق فلا تغرنکم الحیوة ادنیا ولا یغر نکم بالله الغرور** وہ اس آیت کریمہ کو بار بار پڑھ رہے تھے اور ان کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے۔ مجلس کے مریدوں پر پہلے سے ہی شوق غالب تھا اب ان کی آتش شوق یکا یک بھڑک اٹھی بے تابی کے ساتھ مجلس میں ہر طرف سے اٹھے اور شوق نئے سرے سے تازہ ہوگیا۔ دو تین گھنٹے کے بعد حافظ صاحب نے رکوع تمام کیا حضرت نے فاتحہ پڑھی اور حاضرین کو رخصت کیا۔ مرزا بندہ علی ابھی تک بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ حضرت نظام الدین اپنے اس مرید کے لئے بیٹھے ہوئے تھے اس کمترین نے عرض کیا کہ مرزا بندہ علی رات کو خانقاہ میں رہینگے اور کل اپنے گھر جائینگے حضرت نے فرمایا کہ اگر وہ جلد ہی بیدار ہو جائیں تو یہاں کیوں رہیں۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔ اسی وقت مرزا بندہ علی اٹھ بیٹھے حضرت نے ان کو رخصت کیا۔ خانقاہ کے باہر برآمدہ تھا۔ بندہ علی نے برآمدہ میں پہنچ کر پھر نعرے لگانا شروع کر دیئے بھائی نور الدین اُن کو دوبارہ خانقاہ میں لے آئے حضرت حجرہ کا دروازہ کھول کر باہر آئے اسی طرح دو تین بار یہ مرید بے ہوش ہوئے حضرت رخصت کر دیتے تھے اور ان پر شوق غالب آجاتا تھا اور لوگ ان کو

خانقاہ میں لے آتے۔ آخر حضرت نے فرمایا کہ ان صاحب کو آج کی رات یہیں رہنے دو ان میں گھر جانے کی طاقت نہیں ہے پھر حضرت نے اس کمترین اور بھائی محمد نورالدین کی طرف دیکھکر فرمایا اگرچیکہ عبداللہ خان نہیں آئے لیکن ایک مدت کے بعد ایسی پرشوق مجلس ہوئی اس کمترین نے عرض کیا کہ یہ سب کچھ حضرت پیرو مرشد کے طفیل سے ہے حضرت نے فرمایا کہ اہل محفل کیلیئے اللہ تعالیٰ خود ہی شوق کے اسباب مہیا کردیتا ہے۔ چاہے اسباب ظاہری موجود ہوں یانہوں۔

دربیان احوال حضرت صاحب کلاں مدظلہ :۔

جمعرات کے دن حلقۂ جہر کی ادائی کے بعد حضرت نظام الدین نے خانقاہ میں جلسہ فرمایا۔ اس کمترین کو بحرالاسرار پڑھنے کا حکم ہوا اسی وقت سید فیض اللہ جو حضرت قطب الاقطاب قدوۃ العارفین زبدۃ الوصلین حضرت شیخ یحٰیی مدنی قدس سرۃ کے خلیفہ ہیں اور کم وبیش بیس سال حضرت شیخ کی خدمت میں بسر کر چکے ہیں تشریف لے آئے۔ فضیلت پناہ میاں محمد فاضل نے عرض کیا کہ کیا آپ ہی فیض اللہ ہیں اتنا سننا تھا کہ حضرت نظام الدین اپنی جگہ کھڑے ہوگئے ان کا استقبال کیا اور ان کو اندر لے آئے گلے ملنے کے بعد حضرت نے میر صاحب کا ہاتھ پکڑا اور حجرہ مبارک میں بیٹھ گئے ان کی خیرت عافیت دریافت کی دونوں صاحبین نے اپنے شوق کا اظہار کیا۔ سید فیض اللہ جیو نے حضرت محبوب اللہ کلیم اللہ شاہ کے بارے میں دریافت فرمایا حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ وہ خیروعافیت

سے ہیں۔ دو تین مہینے ہوئے ان کا خط آیا تھا سید فیض اللہ نے حضرت شاہ کلیم اللہ کی تعریف وتوصیف بیان کرنا شروع کی انھوں نے کہا کہ اکثر اوقات آپ کے مرشد کا ذکر ہوتا رہتا تھا حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ ابتداء میں جب طلب دامن گیر ہوئی تو کئی فقراء کے ساتھ صحبت رہی بہت سے ہم کو دھوکہ باز نظر آئے اگرچیکہ بعض صاحب حضور بھی تھے لیکن ہمارا دل ان کی صحبت سے مطمئن نہیں ہوا لیکن جب سے ہم حضرت شاہ کلیم اللہ کے مرید ہو گئے تو اللہ کے فضل سے ہماری مراد پوری ہوئی۔ سید فیض اللہ جیو نے کہا کہ آپ کے مرشد ظاہری و باطنی کمالات رکھتے ہیں اور ان کو استعداد کا چراغ میسر تھا۔ صرف ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی شخص ان کو نور عرفان سے روشن کر دے۔ جب وہ حضرت شیخ کی خدمت میں پہنچے تو ان کی توجہ سے بتی جل اٹھی اور اس نے دنیا میں روشنی پھیلائی۔ اس گفتگو کے بعد حضرت نے اس کمترین کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ اب کتاب پڑھنا موقوف کر دیجئے۔ میر صاحب کا ہاتھ پکڑ کر حجرے میں لے گئے اور حاضرین کو رخصت کر دیا۔

دربیان فوائد ذکر و یاد حق:۔

جمعہ کے دن مجلس فارغ ہونے کے بعد بزرگان سلسلہ کی ارواح طیبہ کے نام فاتحہ دی مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد ایک جماعت نے حلقہ ذکر کو مکمل کیا۔ حضرت نظام الدین نے خانقاہ میں جلسہ فرمایا۔ سید نور محمد جو حضرت کے ایک

قدیم دوست ہیں۔ حاضر خدمت تھے انھوں نے عرض کیا کہ جن دنوں حضرت صاحب شولاپور میں تشریف رکھتے تھے تو اس وقت آپ کی مجلس مبارک میں بہت اچھا پڑھنے والے آیا کرتے تھے اور وہاں آپ کے مرید بھی بہت زیادہ تھے۔ درد اور شوق کی عجیب مجلس ہوا کرتی تھی حضرت نے فرمایا کہ شولاپور میں بادشاہ کی فوج تھی اور وہاں ہم سیر کیلئے جایا کرتے تھے۔ اسی لئے وہاں زیادہ مرید آتے جاتے تھے۔ اور قوال بھی ہر طرف سے آیا کرتے تھے جب لوگوں کا ہجوم زیادہ ہوگیا اور جگہ کی تنگی پیدا ہوگئی تو ہم نے مجلس کے تین دن مقرر کردئے۔ پیر کے دن ادائی حلقۂ مراقبہ کے بعد ہم سرود سنا کرتے تھے۔ جمعہ کے دن مجلس ہوتی جس میں لوگ جمع ہوتے اور بدھ کے دن خلوت کی مجلس ہوتی تھی۔ مجلس خلوت میں اکثر ایسے ھندو جنہوں نے پوشیدہ طور پر اسلام قبول کیا تھا۔ اور اپنے خاندان کے لوگوں کے ڈر سے خلوت کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے اور ان کے دلوں میں شوق اور درد نے جگہ بنالی تھی۔ ہمارے بعض مرید جو سب کے ساتھ میل جول رکھنا چاہتے تھے اس محفل میں شریک ہوسکتے تھے۔ اور ایسے مریدوں کو آنے کی اجازت نہیں تھی جن کو ہم متعصب سمجھتے تھے۔ تاکہ وہ جماعت میں کوئی گڑبڑ نہ کرسکیں۔ اس کے بعد آپ نے چند ہندوؤں کے نام گنوائے اور کہا کہ فلاں فلاں صاحب ہمیشہ یادالٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ ذکر جہر کرتے ہیں۔ اور مجلس سماع میں ان پر وجد کی ایسی کیفیت طاری ہوجاتی ہے جو بیان نہیں کی جاسکتی ہے ان مقررہ دنوں کے علاوہ

روزانہ عصر کے وقت تمام مرید حلقے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔اور بغیر سماع سنے ہوئے بھی ان پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔سید نور محمد نے عرض کیا کہ آپکو یاد ہوگا کہ ایک بار آپ نے صحن مسجد میں جلسہ فرمایا تھا اور اس محفل مبارک میں ایک حافظ صاحب بھی آگئے تھے آپ نے ان حافظ صاحب کو پنج آیات پڑھنے کا حکم دیا انھوں نے سورہ رحمٰن کی تلاوت شروع کردی اس وقت وہاں پر بہت سے مرید حاضر تھے تمام پر وجد کی حالت طاری ہوگئی اور وہ مسجد کے صحن میں لوٹنے لگے اور کوئی شخص ایسا نہیں بچا جو ایک دوسرے کی خبر لے سکے۔ حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ حقیقت میں اس روز عجب حالت پیدا ہوگئی تھی۔اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ ان دنوں میں مرید یادالٰہی اور ذکر میں زیادہ مشغول رہا کرتے تھے۔ اور یہ اسی کا اثر تھا جو درد اور شوق کی صورت میں ظاہر ہوتا تھا۔اللہ کی عبادت شرط ہے اور اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ مریدوں میں شغل باطنی کی کوشش کا شوق باقی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اس سعادت سے محروم ہیں۔اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا۔

کسا نیکہ یزداں پرستی کنند   بہ آواز دولاب مستی کنند

(جو لوگ خدا کی عبادت کرتے ہیں وہ کنویں کی چرخی کی آواز سے بھی مست ہوکر وجد میں آجاتے ہیں۔)

پیر کے دن حلقۂ مراقبہ کے بعد اس کمترین کو بحرالاسرار پڑھنے کا

حکم ہوا۔ حضرت نظام الدین سماعت فرما رہے تھے۔ اسی وقت پیر محمد نے عرض کیا کہ محمد حسین کی سواری کے گھوڑے کا خریدار مل گیا ہے۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو اُس کو فروخت کر دیا جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ محمد حسین سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے وہ جہاں چاہے چلا جائے کیا یہ کافی نہیں ہے کہ آپ کے کہنے پر ہم نے اس کا قصور معاف کر دیا ہے اس کے بعد حضرت نے اس کمترین اور فضلیت پناہ میاں غلام محمد کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ محمد حسین ایک مدت تک ہمارے ساتھ رہا ہم نے اس کو فارسی کی کئی کتابوں کی تعلیم دی یہاں تک کہ اس نے کتاب ساوادبھی پڑھ لی۔ اس کے بعد اس نے عربی پڑھنا شروع کیا وہ خوب پڑھتا تھا۔ اچانک اس کی طبیعت کتابیں پڑھنے سے اچاٹ ہو گئی اور اس پر دنیا کمانے اور نوکری کرنے کی دھن سوار ہو گئی اس کو تعلیم جاری رکھنے کی بہت کچھ تاکید کی گئی لیکن وہ پڑھنے سے انکار کرتا اور دور بھاگتا رہا آخر یہ معلوم ہوا کہ اس کا ارادہ دنیا کے اسباب حاصل کرنے کا ہے۔ ہم نے اس سے کہا کہ چند روز اور علم حاصل کرنے کی کوشش کرے اس کے بعد ہم کسی شخص سے تیری سفارش کریں گے اور نوکر بھی رکھوا دیں گے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے جو کچھ پڑھ لیا ہے وہی کافی ہے اب اور تعلیم حاصل کرنے سے کیا فائدہ ہے بہت سے اہل علم پریشان پھر

رہے ہیں پھر اس نے علم حاصل کرنے والوں کے بارے میں بڑی حقارت کے الفاظ استعمال کیئے۔اس دن سے ہمارا دل اس کی تربیت کی طرف اداس ہوگیا ہے اور ہم نے اس کو اپنی خانقاہ سے باہر نکال دیا ۔اگرچیکہ اس نے بہت کوشش کی لیکن اس کو نہ دنیا ہی ملی اور نہ وہ علم حاصل کرسکا پھر وہ دوبارہ ہمارے پاس آیا ہم نے اس کو اس لئے آنے کی اجازت دی کہ اس نے علم کی توہین اور بے حرمتی کی تھی وہ پرسوں پھر آیا اور میاں پیر محمد سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ ایسا کچھ کیجئے کہ میرا قصور معاف ہوجائے۔ پیر محمد نے حجرہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی کہ محمد حسین آپ سے ملنے آیا ہے ہم نے سوچا کہ کوئی اور محمد حسین ہوں گے جب ہم نے دروازہ کھولا اور باہر آئے وہ ہمارے قدموں میں گر پڑا جب ہم بیٹھ گئے تو معلوم ہوا کہ یہ وہی محمد حسین ہے ہم کو اس کے حاضر ہونے پر شرم آئی اور ہم نے اس کا قصور معاف کردیا۔ پیر محمد نے ہم کو دھوکے سے باہر بلایا اگر ہم جانتے کہ یہ وہی محمد حسین ہے تو ہرگز باہر نہ آتے اور اس کا سامنا نہ کرتے میاں غلام محمد نے عرض کیا کہ **اَلتَّائب مِنَ الذنب کمن لا ذنب لهٗ** یعنی توبہ کرنے والا گناہ سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں اب وہ آپ کی عنایت اور مہربانی کا اُمیدوار ہے حضرت نے فرمایا کہ

اگرچیکہ ہم نے اس کا قصور معاف کردیا ہے لیکن ہم نہیں چاہتے کہ وہ یہاں رہے۔ ہم جب بھی اس کو دیکھیں گے تو ہم کو اس کے وہی الفاظ یاد آئیں گے اور یہ بات اس کے حق میں بہتر نہیں ہیں۔

پیر کے دن حلقۂ مراقبہ کے بعد اس کمترین کو بحرالاسرار پڑھنے کا حکم ہوا۔ حضرت نظام الدین سماعت فرما رہے تھے بحرالاسرار کے مصنف حضرت شیخ محمد نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہٗ کے مریدوں میں سے ایک شخص دہلی میں رہتا تھا اور اپنا تمام وقت تنہائی میں بسر کرتا تھا لوگوں سے کسی قسم کا میل جول نہیں رکھا تھا اور خلوت میں اکیلا یادِ حق میں مشغول رہتا تھا جب کبھی اس پر شوق کا غلبہ ہوتا تو وہ اپنے دو دوستوں کو طلب کرتا تھا اس کا ایک دوست درزی تھا اور دوسرا کوئی اور کام کرتا تھا۔ یہ مرید دونوں کے گھروں پر جاتا اور ان کو بلا کر لاتا تھا اور چند سیر چاول اور گھی لاکر کھچڑی پکاتا تھا۔ قوالوں کو طلب کرتا اور گھر کا دروازہ بند کرلیتا وہ تین افراد سماع سنتے تھے سماع کے بعد وہ تینوں ملکر کھچڑی کھاتے تھے اور قوالوں کو کچھ دے دلا کر رخصت کردیتے تھے ایک دن حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ اپنے اس مرید سے ملاقات کرنے کے لئے اس کے گھر گئے۔ نوکر نے جواب دیا کہ مالک فلاں باغ کو گئے ہوئے ہیں سلطان جی (شیخ بابا فرید) تلاش کرتے ہوئے

اس باغ میں پہنچے۔ انہوں نے دیکھا کہ باغ کا دروازہ بند ہے اور ان کا مرید سماع میں مشغول ہے۔ حضرت سلطان جی دوسرے راستے سے باغ میں پہنچ گئے جب اس مرید کی نظر حضرت سلطان جی پر پڑی تو اس کا سارا مزہ کرکرا ہوگیا اور قوالوں کو خاموش کیا اس نے حضرت سلطان جی سے کہا کہ آپ کے آنے سے ہماری مجلس میں خلل پیدا ہوگیا ہے اب یہ بات سارے شہر میں پھیل جائے گی کہ حضرت سلطان جی فلاں فقیر کی ملاقات کے لئے گئے ہوئے ہیں اس طرح میری شہرت ہوجائے گی اور لوگ میرے پاس آنے لگیں گے۔ حضرت سلطان جی نے فرمایا کہ میری تم سے ایک درخواست ہے اگر تم قبول کرو تو میں عرض کرتا ہوں مرید نے قبول کرلیا سلطان جی نے فرمایا کہ اب میں ایسے وقت میں اپنے مرید کے پاس نہیں آؤں گا اور تم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا مجھے اُمید ہے کہ تم سماع کو موقوف نہ کرو گے وہ مرید خوش ہوگیا اور قوالوں سے دوبارہ سماع شروع کرنے کی فرمائش کی۔ یہ واقعہ سننے کے بعد حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ حضرت شیخ فرید الدین سلمہٗ اللہ تعالیٰ اسی طریقے پر عمل کرتے ہیں جب کبھی وہ سماع سنتے ہیں تو اپنے دوستوں کے علاوہ کسی اور شخص کو مجلس شریف میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے اور دروازہ بند کرلیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین

محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے عرس کے موقع پر حضرت شاہ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی تشریف لائے وہ جس کمرے میں ہمیشہ ٹھہرا کرتے تھے وہاں کچھ غریب لوگ ٹھہرے ہوئے تھے ان لوگوں کو کوئی تکلیف نہ ہو اس خیال سے آپ نے وہ جگہ چھوڑ دی اوپر بالا خانہ تھا آپ وہاں پہنچ گئے حضرت نے اپنے دوستوں کو حکم دیا کہ خوش آواز قوالوں کو تلاش کر کے لائیں چنانچہ ان کے دوستوں نے قوالوں کو حاضر کیا۔ گھر کا دروازہ اچھی طرح بند کر کے سماع سماعت فرمایا اس وقت ان کے مریدوں کو شوق کا غلبہ حد سے زیادہ ہو گیا اور ان صاحبانِ شوق کے نعرے آسماں تک پہنچے۔ آس پاس کے تمام لوگوں نے دروازے پر ہجوم کر دیا اسی وقت حضرت کا ایک مرید دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا جب حضرت کو اپنے مرید کے آنے کی اطلاع ملی تو حضرت نے حکم دیا کہ دروازہ کھول کر اس مرید کو اندر لے آئیں دروازہ کھلنے کی دیر تھی کہ جو اجنبی وہاں موجود تھے اور جن کی تعداد بیس کے قریب تھی طاقت کے بل پر (زبردستی) اندر داخل ہو گئے۔ جب حضرت قطب الاقطاب نے یہ معاملہ دیکھا تو قوالوں کو گانے سے منع کر دیا اور خود اٹھ کر سیر کے لئے باہر چلے گئے اور مجھے (نظام الدین اولیاء اورنگ آبادی کو) حکم دیا کہ صاحب شوق مریدوں کی خبر گیری کرتے رہو وہ مرید جو آخر میں آیا تھا حضرت کے

پیچھے آنسو بہاتا ہوا ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا ابھی وہ چند ہی قدم چلا ہو گا کہ اس پر شوق کا غلبہ ہوا اور وہ بازار میں گر پڑا کسی شخص نے ہم کو اس کی حالت کی اطلاع دی جب تک لوگ یہاں سے جاتے اور اس کو پکڑ کر لے آتے اس کو عالم شوق میں کئی جگہ چوٹ لگ چکی تھی ۔ بہر حال اس مرید کو اسی جگہ لایا گیا اور ہمارے مرشد شیخ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی اتنے بے لطف ہوئے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے پہلے بھی ہم نے اسی طریقے سے سماع سنا تھا ایک دن ہم نے دروازہ بند کر لیا تھا اور قوال گا رہے تھے اور مریدوں پر شوق اور وجد کی حالت طاری تھی اور مجلس گرم تھی کچھ اجنبی لوگ خانقاہ کے دروازے پر جمع ہو گئے تھے۔ انہوں نے جب صاحبان شوق کی آواز سنی تو وہ بھی وجد میں آ گئے اور زمین پر گر پڑے اور فریاد اور شور کرنے لگے جب ان کے نعروں کی آواز ہمارے کانوں تک پہنچی تو ہم نے دروازہ کھول دیا اور لوگوں کو بھیجا کہ ان کو اٹھا کر اندر لائیں اس دن سے ہمارے دل میں یہ بات آئی کہ ہم بیچ میں ایک قنات باندھ دیں جانے پہنچانے لوگ اندر رہیں اور اجنبی لوگ باہر رہیں ان میں سے بھی جس شخص پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو گا وہ سماع کا لطف اٹھائے گا اور اس سے فائدہ اٹھائے گا۔ اس کے بعد ہماری مجلس اسی طرح مقرر کیجاتی ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے اکثر حاضرین کو

فائدہ پہنچتا ہے جب یہ اطلاع ہمارے مرشد کے گوش مبارک تک پہنچی تو انہوں نے ہمارے اس طریقے کی بہت تعریف کی۔

پیر کے دن حلقۂ مراقبہ کے بعد اس کمترین کو بحرالاسرار پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ بحرالاسرار میں حضرت شیخ محمد نے لکھا ہے کہ روایتوں میں آتا ہے کہ ایک دن حضرت خاتون جنت کے گھر میں فاقہ تھا یہاں تک کہ پورا دن گزر گیا۔ رات بھی انہوں نے اسی طرح گزاری دوسرے دن بھی کوئی چیز فراہم نہ ہو سکی حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس قزح نام کی ایک خادمہ تھی انہوں نے فرمایا کہ اے قزح دو دن سے اپنے گھر میں چولہا نہیں جلا ہے حضرت علی اور رسول اللہ ﷺ کے دونوں نواسوں نے کچھ نہیں کھایا تم جنگل کو جاؤ اور لکڑی لے آؤ تاکہ اس کو بیچ کر کھانے کا سامان منگوایا جائے۔ قزح حضرت سیدہ النساء کے حکم کے مطابق جنگل کو گئی اور لکڑیاں جمع کیں تھوڑی گھاس بھی جس کی اس کو پہنچان تھی اپنے ساتھ لے آئی۔ لکڑی بیچ کر اسکی قیمت حضرت بی بی صاحب کو پیش کر دی تاکہ وہ کھانے کا سامان منگوائیں وہ خود گھر کے ایک کونے میں گئی اور اپنا کڑہ جو کپڑوں کے نیچے تھا نکال لیا اور اس کو اس گھاس میں ڈال کر جو وہ اپنے ساتھ لائی تھی آگ میں ڈال دیا تھوڑی دیر بعد آگ میں سے خالص چاندی نکل آئی اور حضرت بی بی

فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت بی بی فاطمہ نے فرمایا اے فزح تو نے یہ چاندی کہاں سے لائی اس نے تمام حقیقت بیان کردی اور کہا کہ میں نے ایام جاہلیت میں یہ علم سیکھا تھا چونکہ حضرت بی بی کے گھر میں فاقہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا تھا اس لئے میں نے یہ چاندی بنائی ہے تاکہ حسب ضرورت خرچ کی جاسکے۔ حضرت سیدۃ النساء نے فرمایا کہ اس چاندی کو بیچ کر لاؤ۔ جب وہ چاندی بیچ کر لائی تو اس کی قیمت غریبوں اور فقیروں میں تقسیم کردی اور اس میں سے اپنے لئے کچھ نہیں رکھا پھر انہوں نے فزح سے فرمایا کہ فلاں جنگل میں جاؤ اور فلاح جڑی بوٹی لے آؤ۔ فزح گئی اور وہ جڑی بوٹی لے آئی۔ حضرت خاتون جنت اٹھیں اور حضرت علی کا وہ عصاء لائیں جو گھر میں تھا۔ اس عصاء میں کچھ لوہا لگا ہوا تھا آپ نے اس لوہے کو علاحدہ کر کے آگ میں ڈال دیا اور وہ جڑی بوٹی بھی اس پر ڈال دی۔ وہ لوہا سونے میں تبدیل ہوگیا آپ نے وہ سونا فزح کو دیا اور کہا کہ اس کو بیچ کر لاؤ اس رقم سے بھی آپ نے مفسلوں اور مسکینوں کی امداد فرمائی فزح نے حیران ہوکر سوال کیا کہ اے نور چشم رسول اللہ ﷺ اس علم کے جاننے کے باوجود بھی آپ ہر روز کیوں فاقہ کرتی ہیں حضرت بی بی فاطمہ نے فرمایا کہ اے فزح اگر ہم یہ فاقہ اختیار نہ کریں تو تجلیات الٰہی جن کی کوئی گنتی نہیں ہے ہمارے دل

پر کس طرح وارد ہو سکتی ہیں اس لئے ہم نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے اور اپنے وجود کو اس لئے بھوک کی آگ میں جلاتے ہیں کہ اپنے دل کو خالص کریں۔ اس واقعہ کے سننے کے بعد حضرت نظام الدین نے اس کمترین کی طرف چہرۂ مبارک کر کے فرمایا کہ علم کیمیا مفید ہے اور اولیاء اللہ کے لئے مخصوص ہے تا کہ ان کو اطمینان قلب حاصل ہو اور بے فکری کے لئے ان کی امداد ہو سکے۔ اولیاء اللہ کے علاوہ دوسروں کے لئے یہ علم زہر قاتل ہے اور ان کو بہت جلد بدنام کر دیتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص تھا جس کو کہیں سے کیمیا کی ترکیب ہاتھ آ گئی تھی وہ ایک غریب آدمی تھا اس نے پہلے تو دنیا کے اسباب جمع کئے اور پھر عمارت بنوانا شروع کی جب لوگوں کو اس کے بارے میں معلوم ہوا تو انہوں نے حاکم وقت کو اطلاع کر دی حاکم نے اس کو قید کر لیا اور اس کا گھر تباہ و تاراج کر دیا آخر وہ شخص قید میں ہی ہلاک ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت نظام الدین نے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ گزرے ہوئے زمانے میں شیخ محمود نامی ایک شخص تھا اسکی ایک جوگی بچے کے ساتھ بہت دوستی تھی دونوں نے ایک عمر ساتھ ساتھ گزاری تھی جب شیخ محمود کو کچھ مدارج عطا ہوئے تو وہ گھر چھوڑ کر نکل گئے اور ریاضت میں مشغول ہو گئے جوگی بچہ بھی کسی اور مقام پر چلا گیا۔ چالیس سال کے بعد شیخ کو جوگی سے ملاقات کا اتفاق

ہوا وہ دونوں مل کر بیٹھے اور ایک دوسرے کا حال دریافت کیا جوگی نے شیخ محمود سے سوال کیا کہ جب سے آپ نے فقیری اختیار کی ہے تو آپ نے کون سا کمال حاصل کیا شیخ محمود نے بھی جوگی بچے سے اس کے کمالات دریافت کئے جوگی نے جواب دیا کہ میں نے ایسا علم حاصل کیا ہے کہ اگر چاہوں تو تمام دنیا کی سلطنت حاصل کروں پھر اس نے اپنی جھولی میں سے ایک ڈبیا نکالی اور شیخ محمود کو دی شیخ محمود نے دیکھا کہ وہ اکسیر ہے شیخ محمود نے وہ ڈبیا پھینک دی جوگی حیران ہو گیا اور پوچھا کہ آپ کو کوئی حیرت نہیں ہوئی اگر آپ کے پاس اس سے بہتر بھی کوئی چیز ہے تو مجھے دکھایئے شیخ نے کہا ایسا علم رکھتے ہیں کہ مردہ شخص کو پھر زندہ کر دیں جوگی نے کہا آپ کر کے دکھایئے شیخ محمود ایک قبر پر گئے اور کہا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰه ،مردہ قبر سے باہر نکل آیا جوگی نے سر قدموں میں رکھ دیا اور یہ علم سکھانے کی درخواست کی ۔ شیخ نے جواب دیا کہ جب تک تم مسلمان نہ ہو جاؤ تم کو یہ علم نہیں آئے گا۔ جوگی مسلمان ہو گیا اور باطن کی ریاضت میں مشغول ہو گیا شیخ محمود نے اس کا نام سعادت رکھا شیخ کی توجہ کی وجہ سے وہ ایک مدت میں صاحب کمال ہو گیا۔ ایک دن شیخ محمود نے فرمایا کہ بہت دنوں سے تم سے کیمیا نہیں بنائی ہے آج بنا ڈالو جوگی نے عرض کیا کہ وہ جڑی بوٹی اس سرزمین پر نہیں ہے شیخ محمود نے کہا کہ

کسی جڑی بوٹی کی ضرورت نہیں ہے تم قلعی کو آگ میں ڈالو اور اس پر تھوک دو حکم کے مطابق جوگی نے اس پگھلی ہوئی قلعی پر تھوک دیا وہ قلعی خالص چاندی میں تبدیل ہوگئی۔ شیخ محمود نے کہا اب بتاؤ یہ کیمیاء اچھی ہے یا وہ اکسیر بہتر ہے جو تم جانتے ہو جوگی نے حضرت شیخ محمود کے قدموں میں سر رکھ دیا اور شکر بجالایا۔

بھائی محمد نور الدین یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ قدیم زمانے میں ایک قاضی تھا جو اکثر اوقات مجلس سماع کرتا تھا ایک دن اس نے محفل سماع آراستہ کی قوالوں کو طلب کیا اور شہر کے مشائخوں کو جمع کر کے سماع سن رہا تھا۔ ایک گدڑی پوش فقیر اس جگہ حاضر ہوا اُس کو وجد آ گیا قاضی نے کہا کہ اے گدڑی پوش فقیر کیا تجھے مشائخوں کی تعظیم کا لحاظ نہیں ہے؟ ابھی تک کسی شخص کو وجد نہیں آیا تو وجد میں آ گیا۔ بیٹھ جا اور بے ادبی مت کر وہ صاحب حال فقیر اس صاحب قال قاضی کے کہنے پر اپنی کیفیت سے دستبردار ہو کر بیٹھ گیا۔ گھڑی بھر کے بعد قاضی کو وجد آ گیا اور وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ گدڑی پوش نے چلا کر کہا کہ اے قاضی یہ وجد کا مقام نہیں ہے بیٹھ جاؤ قاضی بیٹھ گیا وہ فقیر اٹھا اور چلا گیا۔ جب مجلس ختم ہوئی تو تمام آنے والے لوگ اٹھ کر کھڑے ہو گئے قوال بھی چلے گئے۔ قاضی

اپنی جگہ بیٹھا رہا لوگوں نے قاضی کو اپنی جگہ سے اٹھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ نہیں اٹھا اسی حالت میں ایک بڑی مدت گزر گئی اور کئی سال تک یہی کیفیت رہی اتفاقاً وہی فقیر سیر کرتا ہوا اس مکان پر پہنچا دیکھا کہ قاضی اپنی جگہ بیٹھا ہوا ہے اس کی ہڈی چمڑی سے مل گئی ہے نہ وہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ اس کو کسی دوست کی پروا ہے فقیر قاضی کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا اے قاضی اٹھ قاضی نے کہا کہ میں کئی سال سے یہاں بیٹھا ہوں اب کس لئے اٹھوں فقیر نے کہا کہ اگر تو نہیں اٹھتا تو مر جا۔ اسی وقت قاضی کی روح پرواز ہوگئی اور اپنی جان خدا کے سپرد کر دی۔ فقیر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فقیروں کا ادب کرنا ضروری ہے اور ان لوگوں سے بے ادبی کے ساتھ بات نہیں کرنی چاہئے اور ان لوگوں کی ظاہری حالت دیکھ کر ان کے ساتھ حقارت سے پیش نہیں آنا چاہئے۔ یہ کون جانتا ہے کہ اس کا باطن کیسا ہے۔ ؎

خاکساراں جہاں را بحقارت منگر

توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

(دنیا کے خاکساروں کو حقارت سے مت دیکھو۔ ہوسکتا ہے کہ اسی گرد میں کوئی سوار بھی ہو۔)

جمعرات کے دن حلقۂ مراقبہ کے بعد یہ کمترین بحر الاسرار پڑھ

رہا تھا اور حضرت نظام الدین سماعت فرما رہے تھے حضرت شیخ محمد قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ بے ارادہ فقیری طالب کے لئے باطن میں تفرقہ پیدا کرنے والی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس فقیری سے پناہ دے۔ لیکن ارادے کے ساتھ فقیری طالب کے لئے اطمینان قلب اور حلاوت کا سبب ہوتی ہے۔ یہ اختیاری فقر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو دیا گیا تھا اور سرور عالم کے طفیل میں امت کے تمام اولیاء کو اس کا فائدہ پہنچا۔ اللہ تعالی ہم کو یہ فقر عطا کرے۔ آمین۔

اس گفتگو کے بعد حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ اختیاری فقر رکھتے تھے۔ ایک دن حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ کی ملاقات کے لئے اپنے مکان سے نکل کر روانہ ہوئے چند منزلوں کا فاصلہ تھا جب وہ بغداد کے قریب پہنچے تو ان کے آنے کی اطلاع قدوۃ العارفین شیخ عبد القادر قدس سرہٗ کو ہوگئی۔ وہ بہت خوش ہوئے اور خواجہ صاحب کے آنے کا انتظار کرنے لگے اس زمانے میں خانقاہ کے لوگوں کے اخراجات کے لئے جو بھی عطیات آتے تھے وہ موقف ہو گئے تھے اور صوفیوں پر فاقے گزرنے لگے تھے لوگوں نے حضرت شیخ عبد القادر سے عرض کیا کہ کئی دنوں سے نذرانے نہیں آرہے ہیں اور خانقاہ کے لوگ بڑی تنگی سے گزارہ کر رہے ہیں۔ حضرت محبوب

سبحانی نے فرمایا کہ ہمارا ایک عزیز فقیر جو مفلس ہے اور خدا پر بھروسہ کرتا ہے وہ ہماری ملاقات کیلئے آرہا ہے اور شہر کے قریب پہنچ چکا ہے اس کی فقیری کا اثر یہاں بھی سرایت کر گیا ہے۔ جب تک وہ یہاں رہیں گے یہی حالت برقرار رہے گی اس لئے خانقاہ کے مریدوں کو صبر کرنا چاہئے چنانچہ ویسا ہی ہوا۔ جب حضرت پہنچے اور دونوں اولیاء اللہ میں ملاقات ہوگئی اور جب تک حضرت خواجہ شیخ عبدالقادر کے ساتھ رہے فقر کی وہی حالت برقرار رہی آخر درگاہ کے خادموں نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے بیان کیا کہ فاقہ کرتے کرتے ہماری حالت مرنے کے قریب ہوگئی ہے اگر آپ یہاں سے تشریف لے جائیں تو ہمارے رزق میں کشائش ہوجائے گی۔ حضرت خواجہ مسکرائے اور شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر رخصت ہوگئے ان کے جانے کے بعد عطیات کے دروازے پھر کھل گئے اور ہر طرف سے نذرونیاز آنے لگی۔اس واقعہ کے بعد حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ جب حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہٗ اجمیر تشریف لائے تو وہاں ایک بہت بڑا تالاب تھا حضرت خواجہ نے اس تالاب کے کنارے قیام فرمایا اور وہیں رہنے لگے شہر کے لوگ اور جانور جن کا تعلق اس زمانے کے راجہ کی سلطنت سے تھا اور وہ اس مقام سے تعلق رکھتے تھے وہاں پانی پینے کے لئے آیا کرتے تھے۔ جب

سنگ دل کافروں نے حضرت خواجہ کو دیکھا کہ وہ پانچ وقت اذان دیتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں تو وہ ان کے دشمن ہو گئے اور ان کو پریشان کرنے لگے انہوں نے اپنے راجہ سے کہا کہ ایسا ایک فقیر تالاب کے کنارے آ کر بیٹھا ہوا ہے راجہ نے کہا کہ اس فقیر کو نکال دیا جائے راجہ کے لوگ حضرت خواجہ کی خدمت میں آئے اور راجہ کا پیغام پہنچایا کہ ہمارے راجہ کو آپ کا یہاں قیام کرنا پسند نہیں ہے۔ سرکاری جانور یہاں پانی پینے کے لئے آتے ہیں اور آپ کے مرید اُن کو روکتے ہیں، بہتر یہی ہوگا کہ آپ کسی دوسری جگہ چلے جائیں حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہم اس مقام سے کہیں نہیں جائیں گے اپنے راجہ سے کہد دو کہ ہم کو پریشان نہ کرے اور ہمارے کام میں خلل اندازی نہ کرے جب یہ اطلاع راجہ کو پہنچی تو اسے بہت غصہ آیا اور اس نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ فقیر کوئی جادوگر ہے اور چاہتا ہے کہ مجھ سے اکیلا مقابلہ کرے۔ تم لوگ تمہارے شہر میں تلاش کر کے جادوگروں کو جمع کروتا کہ وہ لوگ اس مفلس شخص کو اس مقام سے نکال دیں۔ راجہ کے وزیروں نے جے پال جوگی کو جو جادوگری کے فن میں سامریٔ ثانی تھا تلاش کر کے لائے۔ راجہ نے اس جادوگر سے کہا کہ اگر تو اس فقیر کو اس مقام سے نکال دے گا تو میں تجھے بہت سے انعامات دوں گا اور تیرے اعزاز میں اضافہ کروں گا

جب جے پال جوگی حضرت خواجہ کے سامنے آیا تو کہا کہ اے فقیر تم راجہ کے حکم پر یہاں سے کیوں نہیں اٹھتے۔ اگر تم جادوگری کا ہنر جانتے ہو اور تم کو اس ہنر پر غرور ہے تو تم ہرگز مجھ سے آگے نہیں جا سکتے کیونکہ میں اس علم میں ماہر ہوں۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ہم جادو کا علم نہیں جانتے یہ ملک خدا کا ملک ہے اور ہم خدا کے بندے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ یہیں رہیں ہم کسی کے حکم پر یہاں سے نہیں جائیں گے۔ جے پال جوگی نے منتر پڑھا اور اس مقام پر سانپ ہی سانپ نظر آنے لگے۔ سانپوں نے حضرت خواجہ پر حملہ کر دیا۔ جب کوئی سانپ خواجہ صاحب کے پاس جاتا تو وہ اس کا سرا اپنے ہاتھ میں لیتے اور زمین میں ٹونچ دیتے وہ درخت کی ڈال کی طرح ہو جاتا انہوں نے کئی سانپوں کو اسی طرح زمین پر ٹونچ دیا۔ خواجہ صاحب کی توجہ اور اللہ کے فضل وکرم سے وہ تمام سانپ ہرے بھرے پودے بن گئے اور درختوں میں تبدیل ہو گئے۔ چنانچہ ابھی تک ان درختوں کی لکڑیوں سے تسبیح بنائی جاتی ہے اور لوگ تبرک کے طور پر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ جب جے پال جوگی نے حضرت خواجہ کی یہ کرامت دیکھی تو دوسرا منتر پڑھا اور زمین سے آسمان کی طرف چھلانگ لگا کر اڑنے لگا ابھی وہ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ حضرت خواجہ نے اپنے نعلین مبارک کو اشارہ کر کے فرمایا کہ

اس کافر کو اوپر سے نیچے لاؤ۔ حضرت خواجہ کے دونوں نعلین اسی حالت میں اڑنے لگے اور ایک لمحہ میں جوگی کافر کے پاس پہنچ گئے اور اس کو مارتے مارتے زمین پر لے آئے اس سلسلے میں اس آیت کریمہ کا مضمون ظاہر ہوتا ہے فرعون کے جادوگروں کی طرح اس جوگی نے اپنی زبان سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا قَالَ اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوسیٰ وھارُون جوگی آیا اور حضرت خواجہ کے قدموں میں سر رکھ کر مشرف بہ اسلام ہوگیا اس نے عرض کیا کہ میری عمر سو سال سے زیادہ ہوگئی ہے اسی وقت حضرت خواجہ کی توجہ سے اللہ تعالی نے مجھے ایمان کی خلعت سے نواز! گیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے حق میں دعا فرمائے کہ میری عمر زیادہ ہو جائے اور میں ان کمالات کو حاصل کرسکوں جو اسلام میں پائے جاتے ہیں چنانچہ حضرت خواجہ نے اس کے حق میں دعا فرمائی ابھی تک وہی جوگی زندہ ہے اور اجمیر کے صحراء میں رہتا ہے لیکن اس کو کسی شخص نے نہیں دیکھا لیکن بعض سیاحوں نے اسے دیکھا ہے۔

ایک دن عصر کے وقت حضرت شاہ نعمت اللہ قدس سرہٗ کا ذکر نکل آیا حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ وہ ایک سچے ولی ہیں اور ان کے کمالات مشہور و معروف ہیں۔ ایک مرید بیٹھا ہوا تھا اس نے عرض کیا کہ بعض ایرانی لوگ ان کی نسبت شیعہ بتاتے ہیں۔ حضرت نے مسکرا کر

فرمایا کہ جب تک کوئی شخص تحقیق کی دنیا میں اپنا راستہ نہیں پاتا تو ہوسکتا ہے کہ وہ گمراہ ہو جائے جب اللہ تعالی کی معرفت اس تک پہنچتی ہے اور وہ بے رنگی کی کیفیت سے آشنا ہو جاتا ہے تو یہ ممکن نہیں کہ اس کے اعتقاد میں کوئی خلل پیدا ہو جائے اہل معرفت بھلائی رکھتے ہیں اور یک رنگ ہوتے ہیں جب یہ گفتگو حضرت پیر و مرشد کی زبان مبارک سے سنی تو مجھے حضرت مولانا روم کا شعر یاد آ گیا۔ اس کا مضمون دل کو چھو کے لگاتا ہے۔

چوں کے بے رنگی اسیر رنگ شد

موسیٰ با موسیٰ در جنگ شد

(جب بے رنگی رنگ کے قید میں آ جاتی ہے تو موسیٰ علیہ السلام خود موسیٰ سے جنگ کرنے لگتے ہیں۔)

جی ہاں ایک رنگ کے لوگ بغیر کسی سرمائے کے بے رنگی کا گھر برباد کر دیتے ہیں۔ طرح طرح کے مذاہب اور قسم قسم کی گفتگو سے اپنی زبان کو کام میں لاتے ہیں لیکن سلامتی سے دامن کو اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ جنگ کے موقع پر اپنی زبان کو قفل لگا لیتے ہیں وہ تمام رنگوں سے آشنا ہوتے ہیں اور جنگ کے مقابلے میں صلح کو ترجیح دیتے ہیں ان کا عمل استاد کے اس شعر کے مطابق ہوتا ہے۔

تا بہ ہفتاد و ملّت نہ گردی واصل نہ

کعبہ پیدا نیست تا باقی بود فرسنگ ہا

(جب تک تم ۷۲ بہتر فرقوں کو ایک جگہ جمع نہیں کر لیتے اس وقت تک تم کو ولایت کا مرتبہ حاصل نہیں ہوسکتا اگر میلوں کا فاصلہ درمیان میں ہو تو کعبہ کیسے نظر آ سکتا ہے۔)

پیر کے دن حلقۂ مراقبہ کے بعد یہ کمترین کتاب ''مرأت'' پڑھ رہا تھا جو رازدار خداوندی حضرت سید محمد گیسو دراز حسینی قدس سرہٗ کی تصنیف ہے۔ حضرت نظام الدین خود سماعت فرما رہے تھے اس وقت تحصیل علم کا ذکر آ گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کوشش کرے تو دو سال کی مدت میں تحصیل علم سے فارغ ہوسکتا ہے۔ پھر آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ قنوج کی طرف ایک قاضی صاحب تھے ان کا ایک لڑکا تھا لڑکپن میں اس نے پڑھنے کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور علم سے محروم اَن پڑھ رہ گیا جب وہ بڑا ہوا تو اپنے ہم عمروں اور طالب علموں کو دیکھکر شرمندہ ہوتا ایک دن اس نے حدیث سنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اَلْعِلْمُ سَنَتَان ۔ اچانک اسی کے دل میں تحصیل علم کی محبت مضبوط ہوگئی وہ اپنے باپ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے دل میں علم حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوگیا ہے میں نے یہ حدیث سنی ہے میں دو سال تک

اسی کام کی کوشش کروں گا اگر یہ حدیث صحیح ہے تو میرے لئے آسانیاں پیدا ہو جائیں گی باپ خوش ہو گیا اور اس کو ایک عالم کے حوالے کر دیا ا س عالم نے لڑکے کو پڑھانا شروع کیا وہ ہر علم کی ایک دو کتابیں پڑھتا تھا اور اس کو دن رات پڑھنے کے سوا اور کوئی کام نہیں تھا دو سال میں اس نے تمام کتابیں پڑھ لیں اور استاد سے سند حاصل کر لی اور پھر اس نے خود پڑھنا شروع کر دیا اور ایک مدرسہ میں استاد مقرر ہو گیا وہ اتنی عمدگی کے ساتھ پڑھاتا تھا کہ اس سرزمین پر اس کے جیسا کوئی دوسرا استاد نہیں تھا۔ مِنْ طلبِ شیئاً وجَدوجد صدق رسول اللہ علیہ الصلواۃ والسلام.

ایک روز کمترین عصر کے وقت آستاں بوسی کے لئے پہنچا۔ نماز کے بعد بھائی محمد نورالدین ایک رسالہ پڑھ رہے تھے اور حضرت سماعت فرما رہے تھے اس رسالے میں لکھا ہوا تھا کہ اللہ کی یاد سے غافل مت ہو اور یادِ الٰہی کا سرا اپنے ہاتھ سے نہ جانے دو اس عبارت کو سننے کے بعد حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ درحقیقت یادالٰہی کا تعلق دل سے ہے اور دل ہمیشہ پاک ہوتا ہے۔ اے عزیز دل کی ناپاکی سُستی ہے اللہ کی یاد سے دل کبھی ناپاک نہیں ہوتا لیکن اللہ کے علاوہ کسی اور کی محبت اس میں ہو تو ناپاک ہو جاتا ہے ایسی حالت میں غسل کر لینا چاہئے یا کم از کم

تیمّم کرنا چاہئے چنانچہ کلام مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے وَاللہ یُحِبُّ التَّوابِیْن ویُحِبُّ المُتطھِرِیْن یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ طہارت کیلئے جتنی بھی کوشش کی جائے افضل ہے مولانا روم مثنوی میں فرماتے ہیں:

لنگ ولوک خستہ شکل و بے ادب

سوئے او می غزواورا می طلب

(ناپاک آدمی لنگڑا لولا، بدشکل اور بے ادب ہو جاتا ہے ۔شیطان اس سے جنگ کرتا ہے اور اسکو اپنے قابو میں لا لیتا ہے۔)

اس کمترین نے حضرت پیرو مرشد کی زبان مبارک سے یہ سنا ہے کہ اسماء الرجال میں لکھا ہیکہ ایک دن حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل کی حاجت ہوگئی تھی اس وقت بہت ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور انہوں نے ٹھنڈے پانی سے غسل کرلیا تھا جب وہ بڑھاپے کو پہنچ گئے تو ان کو ٹھنڈے پانی کی برداشت نہیں رہی اور ان کو بخار آ گیا اور یہی بیماری ان کے لئے مرض الموت بن گئی اس لئے طہارت ایک عظیم نعمت ہے بڑے دیندار اس کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اولیاء اللہ میں سے کسی کو پیچش کی شکایت ہوگئی وہ اجابت کے بعد ہر مرتبہ حوض پر جا کر غسل کرتے یہاں تک کہ انہوں نے ستر مرتبہ غسل

کیا جب وقت آیا تو ان کی روح پرواز کر گئی۔ کسی درویش نے اس پاک ولی کو خواب میں دیکھا کہ ان کو اعلیٰ مدارج عطا ہوئے ہیں اور ستر براقیں نور کی زین اور نور کے لگام کے ساتھ ان کے سامنے کھڑی ہیں درویش نے اس سے پوچھا کہ یہ ساری براقیں آپ کو کس طرح حاصل ہوئیں اور آپ کو یہ مرتبہ کس عمل کی وجہ سے حاصل ہوا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خوشنودی کے لئے طہارت کے ستر غسل کئے تھے۔ اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین واجعلنی من عبادک الصلحین برحمتک یاارحمُ الرحمین.

جمعہ کا دن مجلس کے لئے مقرر ہے۔ حضرت پیرومرشد حجرہ شریف سے باہر نکل کر خانقاہ میں آ کر بیٹھے مریدوں نے آستاں بوسی کی سعادت حاصل کی قوال بھی حاضر ہو گئے۔ حضرت نے بھائی محمد نورالدین سے کہا کہ آج پاؤں کے ناخن میں تکلیف ہونے کی وجہ سے سماع موقوف کر دیا ہے محفل میں کتاب پڑھی جائے حاضرین میں سے کسی شخص نے عرض کیا کہ آپ کے پاؤں میں کیا تکلیف ہے حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ دو تین روز ہوئے ہمارا ایک مرید یہاں آیا تھا وہ اپنے ساتھ ایک قوّال کو بھی لایا تھا اس نے اصرار کیا کہ اس قوّال کی آواز بہت اچھی ہے اُس

کو اجازت دیجئے کہ ہم نے اپنے اِس مرید سے کہا ہم جمعہ کے علاوہ کسی اور دن سماع نہیں سنتے آپ جمعہ کے دن آیئے ہم ضرور سماع سنیں گے اتفاق سے اس وقت چند صاحب شوق مرید موجود تھے ہمارے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر ان مریدوں پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی تو ان کی حفاظت کون کرے گا اس لئے ہم نے منع کیا اس مرید نے اصرار کیا مجبوراً ہم کو قوالی کی اجازت دینی پڑی ابھی قوالی شروع ہو کر ایک منٹ بھی نہیں ہوا تھا کہ حاضرین میں سے ایک مرید پر وجد کی حالت طاری ہوگئی اس کو سنبھالنے والا کوئی نہیں تھا ہم اس صاحب شوق کی حفاظت کی طرف متوجہ ہوئے۔ صاحب وجد مرید کا پاؤں کئی بار ہمارے پاؤں پر پڑا اور کافی کچلا گیا اس کی وجہ سے سوجن چڑھ گئی اور اب پیپ بھی نکل رہا ہے بہت درد ہو رہا ہے ہم دو زانو بھی نہیں بیٹھ سکتے ہیں اس کے بعد آپ نے کتاب پڑھنے کا حکم دیا بھائی محمد نورالدین کتاب پڑھ رہے تھے اور حضرت نظام الدین سماعت فرما رہے تھے اسی وقت حضرت کے ایک نئے مرید جو ہندوستان کی طرف سے آئے تھے وارد ہوئے انہوں نے عرض کیا کہ میں ایک مدت سے سماع کی آرزو رکھتا ہوں چنانچہ قوالوں کو گانے کا حکم دیا گیا۔ اہل مجلس کو حالت شوق کا انتظار تھا لیکن کسی پر کوئی اثر نہیں ہوا یہاں تک کے مؤذن نے عصر کی اذان دے دی حضرت عصر

کی نماز کے لئے اٹھے اور نماز ادا کرنے کے بعد دوبارہ قوالوں کو گانے کا حکم دیا یہاں تک کے مغرب ہوگئی حاضرین مجلس میں سے کسی پر بھی وجد کی کیفیت طاری نہیں ہوئی جب مغرب ہوئی تو آپ نے مجلس ختم کردی۔ فضلیت پناہ میاں محمد فال نے پانچ آیتیں پڑھکر سلسلے کے بزرگوں کی روحوں کے لئے فاتحہ پڑھی اور پھر مغرب کی نماز میں مصروف ہوگئے۔ نماز کے بعد حلقۂ ذکر جہر ہوا حضرت نے مریدوں کو رخصت کیا اٹھتے وقت حضرت نے بھائی محمد نورالدین کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ اگرچیکہ ہم نے اپنے اس نئے مرید کے لئے قوالوں کو گانے کی اجازت دیدی تھی لیکن ہمارے دل میں یہ خیال آیا کہ کسی شخص کو وجد آجائے اور ہمارے دکھتے ہوئے پاؤں کو نقصان پہنچے۔ بھائی محمد نور الدین نے عرض کیا کہ شاید اسی خطرے کے سبب سے آج محفل میں کسی پر وجد کی کیفیت طاری نہیں ہوئی یہ جو کچھ ہے وہ حضرت پیر و مرشد کے فضل و کرم سے ہوتا ہے اور تمام مریدوں کے دل کشادہ ہو جاتے ہیں ۔

شوق ما موقوف وجدانت بود

آنِ عالی جملہ از آنت بود

(ہمارا شوق آپ کے وجد پر موقف ہے آپ کا وقت دوسرے تمام اوقات سے بہتر ہے۔)

بھائی محمد نور الدین بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر تھا اور ایک رسالہ جو حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کی تصنیف ہے پڑھ رہا تھا حضرت شیخ نے عشق و محبت کی فضلیت میں کافی بیان لکھا ہے۔ اس رسالے کی عبارت سننے سے حاضرین میں ایک شور پیدا ہوا اور ایک کیفیت پیدا ہوگئی اس وقف اس احقر نے عرض کیا کہ شاید کافروں کو عشق کے ولولے اور محبت کے سوزش سے محروم رکھا گیا ہے۔ حضرت پیر و مرشد نے فرمایا جو بھی عاشق ہے وہ کافر نہیں ہے اور جو کافر ہے وہ عاشق نہیں ہے جب اس کمترین نے بھائی محمد نور الدین سے یہ واقعہ سنا تو اس پر غور کیا اس میں مجھے کئی فائدے نظر آئے اور عجیب نکتے ظاہر ہوئے جو اتنے نازک ہیں کہ دنیا کے لوگوں کی سمجھ میں اس کا ایک شمہ بھی نہیں آ سکتا۔ اے عزیز کفر ایک پردہ ہے جو خدا اور بندہ کے درمیان حائل ہے۔ عشق ایک روشن شمع ہے جس جگہ شمع ہوتی ہے وہاں کتنے ہی پردے کیوں نہ باندھ دیئے جائیں شمع کی روشنی باہر نکل آتی ہے اور صاحب خانہ کو دکھاتی ہے۔ کفر مقفل دروازوں پر مہر کے مانند ہوتی ہے جو بادشاہ کے حکم سے لگائی جاتی ہے اور یہ مہر مستخفظان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لگائی جاتی ہے۔ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوة. اس آیت

سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ان پر رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں یا کفر کی تاریک رات ان کو دیدی گئی ہے کہ جس کے اندھیرے میں ان کی آنکھوں پر چربی آ گئی ہے اور سیدھا راستہ ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوگیا ہے۔ عشق صبح صادق کے مانند ہے کہ اس کی روشنی سے اہل یقین صادق اپنی منزل مقصود پر پہنچتے ہیں اور کفر ایک لوہا ہے جس کو ازل کے لوہار نے لوہے سے زیادہ سخت بنایا اور اس سے کافروں کا دل بنا دیا عشق ایک مقناطیس ہے جو دلوں کے لوہے کو خود بخود کھینچتا ہے اور اپنے جزبے سے محروم نہیں کرتا اب بات کو میں اور وضاحت سے بیان کرتا ہوں کہ عشق عین مقصود ہے اور مقصود عین عشق ہے جب تک اللہ کا فضل دستگیری کرتا ہے اور اس کا کبھی نہ ختم ہونے والا فیض نصیب ہوتا ہے اسی وقت تک عشق کے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں یا اللہ ہمارے پیر و مرشد کے طفیل میں ہم تمام مریدوں کو عشق کی رہنمائی عطا فرما اور اپنی رحمت سے کافروں کی طرح محروم مت کر۔ بیت

عاشقاں از کفر وایماں فارغ اند اندر جہاں

طالب دیدار معشوق اند ایں محنت گشاں

(اس دنیا میں عاشق کفر وایمان کے جھگڑے سے بے فکر ہیں ۔ یہ محنت کرنے والے تو صرف اپنے محبوب کا دیدار کرنا چاہتے ہیں۔)

ایک دن عصر کی نماز سے پہلے بھائی محمد نور الدین کتاب ''لطائف اشرفی'' پڑھ رہے تھے۔ اس کتاب میں سید محمد اشرف جہانگیری کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت سماعت فرمارہے تھے یہ کمترین بھی حاضر تھا اس کتاب میں لکھا ہوا تھا کہ ایک دن سید محمد اشرف کے دوستوں میں سے کوئی شخص ان کے پاس پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ مرشد اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ حلقۂ جہر فرمارہے ہیں یہ صاحب بھی شریک ہوگئے۔ اسی وقت سید محمد نے ذکر جہر سے سر اٹھا کر کہا کہ میری ناک میں کسی اجنبی کی بو آرہی ہے۔ معلوم کیجئے کہ کون ہے مریدوں نے حاضرین میں کسی اجنبی کو تلاش کیا تمام لوگ مرشد کے مریدوں میں شامل تھے انہوں نے مرشد سے عرض کیا کہ اس حلقے میں کوئی اجنبی نہیں آیا ہے۔ مرشد دوبارہ ذکر میں مصروف ہوگئے دو تین حلقے ادا کرنے کے بعد اپنے مریدوں کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ میرے دل کی بے چینی بڑھ گئی ہے شاید کوئی اجنبی حلقہ میں آگیا ہے مریدوں نے پھر دوبارہ کسی اجنبی کو تلاش کیا اور کہا کہ یہ بات دوسری مرتبہ بیان کی گئی ہے۔ نقل کرنے والا بیان کرتا ہے کہ میں مرشد کی پوستین پہن کر آیا تھا میرے دل میں یہ بات آئی کہ شاید سید محمد اشرف صاحب کو اس پوستین کی وجہ سے مغالطہ ہوا ہو۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور سید

صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے فرمایا یہی پوستین ہماری پریشانی کا سبب ہے میں نے پوستین اپنے بدن سے جدا کردی اور حلقہ میں شامل ہوگیا اور حضرت کو سکون کامل نصیب ہوا۔ اس واقعہ کے سننے کے بعد حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ ایک اجنبی پوستین نے یہ ساری پریشانی کھڑی کردی اسی پر سمجھ لینا چاہئے کہ اجنبی لوگوں کی صحبت ان مریدوں کے لئے کس قدر باطنی خلل کا سبب بن سکتی ہے اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ آج کل بارش ہورہی ہے اس لئے محفل میں پردہ نہیں کھینچا گیا تاکہ برملا سماعت کی جا سکے لیکن جو لطف و حلاوت خلوت یا خاص دوستوں کے مجمع میں میسر آتی ہے وہ عام مجلس میں نہیں پائی جا سکتی حالانکہ اللہ کا فضل شوق اور درد حاضر مریدوں کو حاصل اور میسر ہوتا ہے۔

با عاشقاں نشین و ہمہ عاشقی گزیں
با آں کہ نیست عاشق ہرگز مشو قریں

(عاشقوں کے ساتھ بیٹھو اور عاشقی اختیار کرو۔ جو عاشق نہیں ہیں ان کے قریب بھی مت پھٹکو۔)

ایک دن عصر کے وقت یہ کمترین آستاں بوسی کے لئے پہنچا تھا حضرت نظام الدین خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور بھائی محمد نورالدین

لطائف اشرفی نامی کتاب پڑھ رہے تھے اس وقت سید جلال بخاری کا ذکر نکل آیا اس کمترین نے عرض کیا کہ شاہ جلال ثانی کا مزار دولت آباد کے قلعہ کے حدود میں ہے یہ کتاب شائد انہی کی ہے حضرت نے فرمایا کہ نہیں مخدوم جہانیاں جہاں گشت جو مشہور و معروف ہیں ان کا اسم شریف سید جلال الدین بخاری ہے وہ اپنے وقت کے صاحب کمال اور ولی برحق تھے کہا جاتا ہے کہ مخدوم جہانیاں سے اتنی سیاحت کی جنتی کسی اور شخص نے نہیں کی کوئی ملک اور کوئی شہر ایسا نہیں ہے جس کو ان کے قدموں نے طے نہیں کیا یہاں تک کہ وہ مشرق کی طرف گئے اور اس جگہ پہنچے جہاں سے آفتاب نکلتا ہے۔ان کا ارادہ یہ تھا کہ آفتاب کے نزدیک جاکر اس کو چھولیں۔ جب وہ سورج کے قریب پہنچے تو اس کی حرارت اور تپش سے ان کا رنگ سیاہی مائل ہوگیا۔اس مقام سے وہ مدینہ منورہ کی زیارت کے ارادے سے نکلے اور زیارت کی سعادت حاصل کی حضرت مخدوم کا طریقہ فقیری کا تھا۔ یہ سیاحت کے دوران خیرات مانگ کر اپنا کھانا حاصل کرتے تھے مدینہ منورہ میں فقراؑ و مساکین کیلئے لنگر مقرر ہے وہاں جو بھی سید جاتا ہے اس کو لنگر میں سالن کے دو چمچے دیئے جاتے ہیں اور باقی لوگوں کو ایک چمچہ جب حضرت سید لنگر میں گئے تو کھانا تقسیم کرنے والوں نے ان کو ایک چمچہ سالن دیا حضرت مخدوم نے نہیں لیا

اور بتایا کہ میں سیّد ہوں اس مقام کے لوگوں نے ان سے کہا آپ کے چہرے کا رنگ تو بہت زیادہ کالا ہے اور سیّد ہونے کا ثبوت پیش نہیں کرتا جب حضرت نے ان لوگوں سے یہ بات سنی تو فرمایا کہ میرے ساتھ آؤ اور میری سیادت کی تصدیق کرو وہ حضرت خاتم الانبیاء کے مرقد مبارک کے سامنے کھڑے ہو گئے اور اونچی آواز میں کہا ''دادا حضرت السلام علیک'' مزار مبارک سے آواز آئی ''اے پوتے وعلیک السلام'' جب یہ آواز وہاں کے لوگوں نے سنی تو اپنے سر ان کے قدموں میں رکھ دیئے اور عقیدت مند فرمانبردار ہو گئے۔ شام کے وقت شریف مکہ کو حضرت رسول اللہ ﷺ کا حکم اشرف واعلیٰ ملا کہ ہمارے پوتے سید جلال کو فلاں جبہ اور نعلین عطا کئے جائیں۔ چنانچہ حضرت رسالت علیہ السلام کے حکم کے مطابق مخدوم صاحب کو جبہ اور نعلین پیش کئے گئے اور ان کو پہنائے گئے اس وقت جو زائرین حاضر تھے انہوں نے جبہ کو تار تار کر دیا اور ایک ایک ٹکڑا اپنے ساتھ لے گئے جبہ کے دامن کو لیکر حضرت سید مخدوم نے سیاحت کا ارادہ کیا وہ جس طرف بھی کسی بھی صاحب کمال ولی کی خبر سنتے تو وہاں پہنچ جاتے اور ان سے کپڑا حاصل کر کے جبہ کی گودڑی بناتے چنانچہ اولیاء اللہ کے دیئے ہوئے بہت سے ٹکڑے ان کی گدڑی میں سئے ہوئے ہیں۔ ہم نے (حضرت نظام الدین نے) اس

جبہ اور نعلین کی زیارت کی ہے اب اس جبہ کی حالت اتنی بوسیدہ ہوگئی ہے کہ صرف انگلی لگانے سے پھٹ جاتا ہے لیکن زیارت کے وقت ایسی عجیب رقت طاری ہو جاتی ہے جو بیان نہیں کی جاسکتی صرف اس کو سمجھا جاسکتا ہے۔

ایک دن یہ کمترین دن کے وقت سو رہا تھا اور حضرت نظام الدین کا جمال جہاں آراء کا خیال خدا کے فضل و کرم سے دل میں جگہ بنائے ہوئے تھا میں نے نیند میں دیکھا کہ حضرت پیر و مرشد ایک مکان میں بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ احقر ہاتھ میں ایک رسالہ لئے ہوئے ہے اور اُسے اس رسالے کے پڑھنے کا حکم ملا ہے میں نے رسالہ پڑھنا شروع کیا حضرت پیر و مرشد سن رہے تھے اس رسالے میں لکھا ہے کہ آسمان پر ایک نہایت چمکدار موتی ہے اور ایک مکان میں رکھا ہوا ہے اس گوہر کی حفاظت کیلئے اعلیٰ درجے کے فرشتے مقرر ہیں جب بارش کا موسم آتا ہے اور زمین پر رہنے والوں کو باران رحمت کی ضرورت ہوتی ہے تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے انتہائی فضل و کرم کی امید ہوتی ہے اور التجا کرنے والوں کے لئے پروردگار کا کرم ہوتا ہے۔ کاشتکار پیدا کرنے والے کی رحمت کی امید پر بیج زمین میں بو دیتے ہیں فرشتے عالم افلاک میں جب لوگوں کے توکل کا مشاہدہ کرتے ہیں تو دعا کے لئے اپنے ہاتھ اٹھا لیتے

ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے بندوں کا مسئلہ حل کرنے کا درخواست کرتے ہیں اور جیسا کہ حکم ہے **امن یجیب المضطر اذادعاہ ویکشف السوا۔**

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سمندر اور دریائے مرحمت جوش میں آجاتے ہیں اور شور کرتی ہوئی موجیں فرشتوں کی دعا کے قبول ہونے کا اعلان کرتی ہیں اور پھر اس مقام سے بادِ نسیم چلنے لگتی ہے جس کے چلنے کی آواز بہت خوش آئین ہوتی ہے اس عمدہ آواز کو سن کر وہ موتی پانی بن جاتا ہے اور اس موتی برسانے والے بادل تک پہنچتا ہے جس نے پہلے آسمان پر ڈیرہ لگایا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی حکمت اور حکم سے پانی کے قطرے ایک کے پیچھے ایک برسنے لگتے ہیں۔ اس واقعہ کو سننے کے بعد حضرت پیر و مرشد نے اس کمترین کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ یہ وہی خوش آئین آواز ہے کہ جس سے بدن میں جان آتی ہے اور یہی آواز سنائی جائے گی اور قیامت میں جسموں کا حشر ہوگا۔ اور یہی وہ خوش الحان آواز ہے جو عاشقوں کو اپنے محبوب کی طرف کھینچتی ہے اس کے بعد اس کمترین نے عرض کیا کہ یہ واقعہ جو کتاب میں لکھا ہوا ہے کہیں سننے میں نہیں آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ نقل نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے اور لکھنے کے قابل ہے۔ جب یہ خاکسار نیند سے بیدار ہوا تو دل میں خیال آیا کہ

خواب وخیال کی ان باتوں کو کس طرح لکھا جائے لیکن چونکہ مجھے یہ عجیب وغریب تحریر لکھنی تھی اس لئے اسکو قلمبند کر لیا اور ایسے واقعات جو حضرت پیر و مرشد کی زبان با کرامت ترجمان سے کانوں تک پہنچے اور ذہن میں محفوظ ہو جائے اور اس طرح گزرے ہوئے بزرگوں کے اقوال اور ان کے حالات جو حضرت نے بیان فرمائے اسی آواز میں جس سے بدن میں جان آتی ہے ۔اس کلام کرامت نظام کی سند یہ ہے کہ حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ کسی سائل نے ان سے پوچھا کہ حضرت مخدوم ہمیشہ ''راگ پوربھی'' سنتے ہیں اس کے سننے سے اکثر وجد میں آجاتے ہیں ان کی مبارک توجہ دوسرے راگوں کی طرف زیادہ نہیں ہے حضرت نے فرمایا کہ ہم نے عالم ارواح میں ''الستُ بربکم'' کا سوال اسی آواز میں سنا تھا اور تمام بندوں کی روحوں نے بھی اس آواز میں اس کا جواب دیا تھا اسی دن سے یہ آواز کانوں میں پڑی ہوئی ہے اور اسی وجہ سے ہم کو بہت پسند ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ وہی خوش الحان آواز ہے جو مردے کو زندہ کرے گی اور پھر جسموں کا حشر ہوگا۔ سیرت اور تاریخ کی اکثر کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جب حضرت میکائیل علیہ السلام کو صور میں ہوا بھرنے کا حکم دیا جائے گا اور اسرافیل علیہ السلام اس کو پھونکیں گے تو ایسی میٹھی آواز آئے گی جو

کسی نے کبھی نہیں سنی اور روحیں دوبارہ اپنے بدن میں داخل ہو جائیں گی اور قیامت قائم ہو جائے گی پھر حضرت پیرومرشد نے فرمایا کہ یہی وہ خوش الحان آواز ہے جو عاشقوں کو اپنے محبوب کی طرف کھینچتی ہے۔ یہی آواز ہے جو گیت اور نغمہ سننے سے دل میں اللہ تعالیٰ کا شوق ولولہ اور یاد پیدا کرتی ہے کسی عمل میں یہ خوبی نہیں پائی جاتی اور اسی لئے اولیاء اللہ نے سماع کو لازمی قرار دیا ہے اور اس بات پر قدیم وجدید اولیاء کا اتفاق ہے۔ اور یہ اولیاء اللہ سے قریب ہونے کا طریقہِ ہے۔ **اللھم او صلنا اقرب طریقک بحرمت شیخنا** اے میرے عزیز ایک لطیفہ سنو۔ انسانی دل صدف الٰہی کا ایک گوہر ہے اور ربوبیت کے جواہر خانے کا ایک جوہر ہے اور اس گوہر بے بہا کا پانی بے حد قیمتی ہے اللہ تعالیٰ کے رسول نے اس کی خود تعریف فرمائی ہے۔ کہ **لا یسفے ارض ولا سماء ولکن یسعے قلب عبدی المومنین** ایسے گوہر کو ہر انسان کے سینہ کے صندوق میں رکھ دیا گیا ہے۔ مسلسل ہر گھڑی دو گھڑی کے بعد اللہ تعالیٰ اس کان گوہر کا نظارہ کرتے ہیں اور اس کی چمک میں اپنے جمال کا معائنہ فرماتے ہیں۔ جوہری بازار کے جوہری اور چراغ الوہیت کے دیکھنے والے یعنی اولیاء اللہ اس گوہر کو پہچانتے ہیں۔ اور اللہ کی مخلوق کو اس کی طرف توجہ دلاتے ہیں لیکن جس کسی کو سعادت ازلی

کی رہبری مل جاتی ہے اسی کے ہاتھ گوہر مقصود ہاتھ آتا ہے اور وہ دونوں جہان کا مالدار شخص بن جاتا ہے۔ جس شخص کی رہبری ابدی بدبختی کرتی ہے اس کو دونوں جہان کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ کسی عارف نے یہ بات بیان کی ہے کہ

دریا تن است و دل صدف وحق دران درست

زیں بحر ہر کہ در بکف آرد بہادرست

(بدن کی مثال ایک دریا کی ہے۔ دل ایک سیپی ہے اور اللہ تعالیٰ موتی ہے۔ اس دریا سے جو موتی اپنی مٹھی میں لائے گا وہی بہادر ہے۔) جب کبھی اس قسم کا گوہر پانی کی غمگین آواز نکالتا ہے اور اس کی میٹھی آواز اور گیت اپنی تب وتاب دکھلاتے ہیں اور اگر آسمان کا موتی استجب لکم کی آواز اپنے سب سے خوبصورت لحن میں نکالتا ہے اور اُس سے اُداس دل میں پگھلنے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو اُس میں حیرت کی کونسی بات ہے کہ دل کے گوہر کا پانی دریا کی آنکھوں سے بہہ کر عاشقوں پر نثار ہوتا ہے اور باطن کی دنیا کو سیراب وآباد کرتا ہے۔ آسمان کے گوہر کا پانی ابرِ رحمت برساتا ہے اور ظاہری دنیا کو مسرور اور خوشحال کرتا ہے اور جَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلِّ شَيْئٍ اس کا ثبوت ہے۔ پانی کا اصلی خمیر دل کا گوہر ہے جس نے رحم مادر کی سیپی میں اس گوہر کو چھپایا

اور آسمانی پانی کا خمیر نیساں ہے جو دریا کی سیپی میں قیمتی بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے اچھا پیدا کرنے والا ہے۔

ایک دن کمترین حضرت کو آستاں بوسی کے لئے حاضر ہوا۔ بھائی محمد نورالدین لطائف اشرفی پڑھ رہے تھے اور حضرت سماعت فرما رہے تھے مصنف نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ مرشد کو اس بات کا احتیاط کرنی چاہئے کہ اس کے مرید دوسرے کسی مرشد کے ساتھ نہ بیٹھیں اور اس کو خود بھی دوسرے مرشد کے مریدوں کے ساتھ نہیں بیٹھنا چاہئے۔ اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ اس مرید کے خیالات مخالفت میں چل رہے ہوں مشائخ کے لئے ضروری ہے کہ مرید کی خواہشات کی مخالفت کرے جب ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھیں اور ان کی خواہشات مرشد کے حکم کے خلاف ہوں تو ممکن ہے کہ دوسرے کے خیالات اس سے متفق ہوں اگر ایسا ہو جائے تو یہ عمل اس جماعت کیلئے ارتداد معنوی ہے اور یہ ارتداد اصول کے لحاظ سے بُعد قطعی ہے جب مرید کسی دوسرے مرشد کی طرف توجہ کرتا ہے تو اس کا اپنا مرشد اس کی نظروں میں گر جاتا ہے اور وہ دوسرے مرشد کی صحبت میں رہنا پسند کرتا ہے۔ اور مرید ہو جاتا ہے۔ اگر یہ دوسرا مرشد ارباب حقیقت میں سے ہو تو مرشد کی حیثیت سے اپنے نئے مرید کو وہ تمام احکام دیتا ہے جو اس کے پرانے مرشد نے دیئے تھے

اور جب مرید دیکھتا ہے کہ اس مرشد کے احکام بھی پرانے مرشد کی طرح میری مرضی کے خلاف ہے تو وہ پھر پہلے مرشد کے پاس واپس چلا جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مرید سچا نہیں تھا اور اس پر یہ مثل صادق آتی ہے کہ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم + نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے اور وہ اپنے مزاج کی بھول بھلیوں میں اپنی مزاج کے الاؤ میں بھٹکتے رہنے والوں کے ساتھ بھٹکتے رہیں گے اللہ تعالیٰ اس گناہ اور گمراہی سے بچائے۔ حضرت پیر و مرشد نے یہ عبارت سن کر فرمایا کہ وہ مرید جو مبتدی ہوتا ہے اور نیا نیا مرشد کے قابو میں آتا ہے اس کے لئے اپنے مرشد اور اپنے ساتھی مریدوں کے علاوہ دوسروں سے ملاقات کرنا انتہائی مضر اور مہلک ہے۔ البتہ اگر وہ اپنے مرشد کی خدمت میں ایک بڑی مدت گزار چکا ہے اور ذوق وشوق باطن سے لطف اٹھا چکا ہے اور اپنے مرشد کی کیفیت جانتا ہے اور وہ دوسری مختلف محفلوں میں جاتا ہے اور دوسرے لوگوں کو اپنا دوست بناتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ اب اس کو اپنے مرشد کے خلاف عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔ جی ہاں مرید جب اتحاد کی منزل پر پہنچ جاتا ہے اور بحر توحید سے آشنا ہو جاتا ہے اور یکتائی کا طریقہ اپنے قابو میں لا لیتا ہے تو پھر وہ جہاں جاتا ہے اپنے مرشد کو دیکھتا ہے جو کچھ سنتا ہے اپنے مرشد سے سنتا ہے اور جو کچھ

جانتا ہے اپنے مرشد سے جانتا ہے مرشد اس کے باطن پر اس قدر تصرف رکھتا ہے کہ دوئی دور ہو جاتی ہے۔

مرشد کے لئے مرید جب مقصد اصلی بن جاتا ہے تو وہ اس کو اپنے سے جدا نہیں کر سکتا۔ ادھر مرید خود شیخ پر فدا ہو جاتا ہے اور شیخ کے حسن جمال میں گم ہو جاتا ہے اور مرشد کے علاوہ کوئی اور اسکی نظر میں نہیں سماتا وہ جہاں بھی جاتا ہے اپنے مرشد کے ساتھ رہتا ہے جہاں بیٹھتا ہے اپنے مرشد کے ساتھ بیٹھتا ہے جہاں جاتا ہے مرشد کے ساتھ جاتا ہے اس نسبت کو علاحدہ کرنا ممکن نہیں ہے اگر مرشد آفتاب ہے تو مرید اس کا پرتو ہے اگر شیخ (مرشد) ماہتاب ہے تو مرید چاندنی ہے اگر مرشد آئینہ ہے تو مرید اس کی تجلی ہے اب اس سے زیادہ میں صاف صاف کیا کہوں اس لئے کہ یہ بات میرے تمام صاحب شوق مرید جانتے ہیں اللھم ارزقنا ھذہ الحالتہ بحرمت شیخنا یہ عبارت جو اس کمترین نے عالم ذوق میں لکھی ہے وہی لطائفِ اشرفی کے مؤلف حاجی نظام یمنی نے بھی لکھی ہے۔ اگرچیکہ تمام مریدوں کے لئے شیخ کی معیت لازم ہے لیکن اپنے اعتقاد کو کسی مصنف کے قول سے ثابت کرنا چاہئے تاکہ عام لوگوں کو کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ میں حضرت قدوۃ الکبری کا کلام پیش کر رہا ہوں اور یہ سید اشرف جہانگیری کی عبارت ہے

فرماتے ہیں کہ مرشد خواجگی کرتے ہیں اب مرید کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اپنی ہمت کو اتنا بلند کرے کہ مرشد کو اپنی جان بنالے اور اپنے جسم کو مرشد کا جسم بنالے۔

دل بتو زندہ است مگر جان توئی

منت جاں چیست کہ جاناں کوئی

(اگرچیکہ دل تیرے دم سے زندہ ہے لیکن تو ہی میری جان ہے میری جان کی تمنا اور کیا ہوگی تو ہی میرا محبوب ہے۔)

جب مرشد مرید کی جان بن جاتا ہے اور مرید مرشد کا قالب اور خرقہ بن جاتا ہے اور اس طرح دل سر سے پاؤں تک تمام جان سے لبالب بھر جاتا ہے اور تمام وجود مرشد کی محبت سے پر ہو جاتا ہے تو جسم خرقہ بن جاتا ہے اور محبوب خرقہ پوش ہو جاتا ہے اس طرح مرید خرقہ ہوتا ہے اور مرشد خرقہ پوش یہ اتحاد اس درجے تک پہنچ جاتا ہے کہ مرید جو بات کرتا ہے وہ مرشد کا کہا ہوا ہوتا ہے اور جو کچھ مرید سنتا ہے وہ مرشد کا سنا ہوا ہوتا ہے اور جو کچھ مرید دیکھتا ہے وہ مرشد کا دیکھا ہوا ہوتا ہے مرید جہاں کبھی جاتا ہے وہاں مرشد بھی پہنچ جاتا ہے۔ مرید جو کچھ بھی حاصل کرتا ہے وہ مرشد حاصل کرتا ہے اسلیئے تمہارے پاؤں کو پاتابے کا دوست ہونا چاہئے اگر تمہارا ہاتھ ہے تو ان کی آستین اور اگر تمہاری

آنکھیں ہیں تو ان کا دریچہ اور جیسا کہ مرشدوں نے لکھا ہے صحبت وہی صحبت ہے اور خرقہ وہی خرقہ ہے کہ جب مرشد اور مرید کے اتحاد کا غلبہ ہے۔ مرشد مرید کی جان بن جائے اور مرید مرشد کا قلب (دل) پیر خرقہ بن جائے اور مرید خرقہ پوش تو اب اگر مرید مرشد کا خرقہ پہن لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن یہ عمل ہر مرید کے لئے مناسب نہیں ہے بلکہ یہ صرف اس مرید کا حق ہے جو پیر کے درجے تک پہنچ چکا ہے۔ اسلئے کہ مرید ایک صفت ہے جو پیر کی ذات پر قائم ہے۔ مرشد دریائے ذات میں غرق ہے اور مرید اپنے مرشد کی صفات کا تابع ہے! اگر وہ کسی مجبوری کی وجہ سے توجہ نہ کرے اور اپنے مرشد سے فیض حاصل نہ کرے تو وہ مرید نہیں ہے۔ جس نے اپنے مرشد سے کچھ بھی حاصل نہیں کیا اس کو اپنے مرشد سے کیا نسبت ہے مرید کے خلوص کی انتہا یہ ہے کہ اگر تھوڑا سا بھی چھوٹ جائے تو بہت بڑا نقصان ہے۔ اگر وہ اس طرح عمل نہ کرے تو یہ اُس کی کوتاہی ہے۔ ؎

کسے کہ درره اخلاص ایں چنیں نہ رود
بگوئے وصل دلارام نازنین نہ رود

(جو شخص خلوص کے راستے میں اس طرح نہیں جاتا اس سے کہو کہ تم کو اپنے محبوب کا وصال نصیب نہیں ہوسکتا۔)

لطائفِ اشرفی میں لکھا ہوا ہے کہ شیخ نجم الدین صغریٰ فرماتے تھے کہ بدیع الدین عرف شاہ مدار نے (زندہ شاہ مدار) اپنے مریدوں کی تربیت اسی انداز میں کی تھی اور یہ بات جب حضرت قدوۃ الکبرٰی کے سامنے بیان کی گئی تو ان کو بہت پسند آئی۔ مراقبے میں موحدِ میدان توحید میں بیٹھتا ہے اور مراقبہ میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتا ہے اور یہ دیدار بے حجاب ہوتا ہے مراقبے کی صورت یہ ہے کہ تنہائی میں جہاں کوئی حالات میں دخل دینے والا یا کوئی بات کرنے والا نہ ہو وہاں قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائے اور اپنی ریڑھ کی ہڈی کو سیدھا رکھے اور یہ سینے کو ابھارے۔ اللہ کے نقش کو سینے کے اندر تصور کرے اور اس طرح سانس لے کہ کسی دوسرے کا خیال نہ آنے پائے اسی طریقے پر عمل کرتا رہے تو ایک ہفتہ میں اس مراقبے کا نتیجہ سامنے آئے گا اور بزم توحید میں اللہ کے پاس بیٹھنے کا اور اس کے نور کے سامنے حاضر ہونے کا موقع ملے گا۔

چو نقش یار را در سینہ دارد
نفس را پاس با آئینہ دارد
شور عالم وصالِ دوست حاصل
کہ ہر دم یار را در سینہ دارد

جو شخص اپنے دوست کے نقش کو سینے میں رکھتا ہے۔ آئینہ کی طرح

اپنے سانسوں کی حفاظت کرتا ہے۔ تو ایسے شخص کو دوست کا وصال حاصل ہوتا ہے جو ہر وقت اپنے دوست کی یاد کو سینے سے لگائے رکھتا ہے

اس عبارت کے سننے کے بعد حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ مشائخین کرام نے مراقبے کی ساٹھ (۶۰) قسمیں مقرر کی ہیں لیکن یہ سب کون کرتا ہے ایک یا دو مراقبے کی اجازت دی جاتی ہے قادریہ اور چشتیہ سلسلے میں پہلے ذکر ریاضت کیا جاتا ہے اور پھر مراقبہ کی اجازت دی جاتی ہے اور یہ وہی طریقہ ہے جس پر طریقہ خواجگان کے مرشد عمل فرماتے تھے۔

اول ما آخر ہر منتہی

زآخر ما جیب تمنا تہی

(ہمارا کام وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں تمام لوگوں کا کام ختم ہو جاتا ہے اور جب ہمارا کام ختم ہوتا ہے تو ہمارے دل سے تمنا رخصت ہو جاتی ہے۔) دوسرے سلسلوں میں جو چیزیں سب سے آخری ہوتی ہے وہ ہمارے پاس پہلے ہوتی ہے۔

ایک دن یہ کمترین عصر کی نماز کے بعد مجلس مبارک میں حاضر تھا بھائی محمد نور الدین کتاب لطائف اشرفی پڑھ رہے تھے اور آپ سماعت فرماتے تھے۔ مصنف نے لکھا ہے کہ حضرت قدوۃ الکبریٰ یعنی حضرت سید اشرف قدس سرہ فرما رہے ہیں کہ بعض مرشد ایسے ہوتے ہیں جو مراقبہ کی

جگہ مقرر کر لیتے ہیں اور اس کی بہت سی قسمیں ہیں اس فقیر کے پاس مراقبہ معنیٰ ہے نہ کہ صورت اس لئے کہ کامیاب سالک ہمیشہ حالت حضور میں رہتا ہے اگر وہ مراقبہ کیلئے کوئی جگہ مقرر کر لے تو اس کو ہر جگہ مراقبہ میسر نہیں آ سکتا اور علیٰ ہذا القیاس اگر وہ کوئی جگہ مقرر نہ کرے تو کہیں بھی مراقبہ کر سکتا ہے بعض مرشدوں نے کہا ہے کہ چند مقامات مراقبہ کے لئے موزوں نہیں ہیں چنانچہ جس مقام پر تہذیب وشائستگی ہو اور لوگوں کی ایک جماعت وہاں موجود ہے تو مصلحت یہی ہے کہ اس مقام سے دور رہا جائے۔ ؎

چو یاد تو گرفتہ تا سرا پائے
نباشم خالی از یادِ تو ہر جائے
چو یاد یار باشد روح سالک
تنِ بے روح چوں گردد ممالک

(تیری یاد نے مجھے سر سے پاؤں تک جکڑ لیا ہے۔ میں کسی جگہ بھی تیری یاد سے غافل نہیں رہتا۔ سالک کی روح دوست کی یاد ہے اور ایک بے جان جسم کس طرح ملکوں کا سفر کر سکتا ہے۔)

ایک شخص نے کسی مولوی سے کہا کہ ناپاک جگہ پر خدا کا نام نہیں لینا چاہئے اور قرآن شریف نہیں پڑھنا چاہئے چنانچہ یہ شرعی حکم بھی ہے۔ ایک دردمند عاشق نے اس کے جواب میں کہا میں کیا کروں میں اس کو اپنے سے

علاحدہ کر ہی نہیں سکتا بادشاہ گھوڑے سے نیچے اُترتا ہی نہیں گھوڑا بیچارہ کیا کرے۔

چو بر خوانی تو ہر دم سورۂ یار

چہ باک از کعبہ واز کوئے خمار

(اگر تو اپنے محبوب کی صورت پر درود بھیجنا چاہتا ہے تو ہر جگہ بھیج سکتا ہے اس کے لئے نہ کعبہ سے ڈرنے کی ضرورت ہے اور نہ شرابی کی گلی سے) اس عبارت کے سننے کے بعد حضرت نظام الدین نے اس خاکسار کی طرف توجہ کرکے فرمایا کہ اگر یہ خوبی سالک کو میسر نہ آئے تو وہ مجبور ہے لیکن جب کبھی اللہ تعالی کی یاد طالب کے پر قبضہ کر لیتی ہے تو پھر اسے نہیں چھوڑتی اگر وہ ارادہ کرکے اس تعلق کو اپنے سے علاحدہ بھی کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا اسی وقت پیر و مرشد کے ایک مرید ملا محبّ اللہ نے عرض کیا کہ عورت سے صحبت کرتے وقت اس بات سے پرہیز کرنا چاہئے حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ اللہ کی یاد کسی حالت میں بھی منع نہیں ہے اور خاص طور پر اس شخص کے لئے جو اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہو۔ اور اب وہ حالات سے مغلوب ہے اور اب اس کو ذکر کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا اور اس کا ذکر سے جدا کرنا دشوار ہے۔ اللہ تعالی رسول کریم کے صدقے میں اور ہمارے مرشد کے طفیل میں ہم جیسوں کو اس مرتبے

تک پہنچا دے ۔ ایک دن عصر کے وقت یہ کمترین آستاں بوی کے لئے پہنچا۔ بھائی محمد نور الدین لطائف اشرفی نامی کتاب پڑھ رہے تھے اور حضرت نظام الدین سماعت فرمار ہے تھے مصنف نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اصحاب تصوف صوفی باصفا اور صوفیہ کا تعلق اصحاب صفہ سے کیا جاتا ہے ۔ صفہ مدینہ منورہ میں ایک مقام ہے جس کو قبا بھی کہتے ہیں وہ مدینہ سے تین میل دور ہے جو درویش رسول اللہ ﷺ کے دوست تھے وہ اس مقام پر رہتے تھے ان کو دنیا اور دنیا کے لوگوں سے کوئی غرض نہیں تھی اصحاب صفہ چالیس (۴۰) لوگ تھے جو ایک کھجور پر قناعت کرتے تھے اور بہت کم لباس پہن کر زندگی بسر کرتے تھے ۔ وہ لوگ جو اس فرقے میں آگئے ہیں ان کو چاہئے کہ اصحاب صفہ کی طرح فقر و فاقہ اختیار کرے ۔حضرت سے یہ بات سن کر اس کمترین نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ جو اصحاب صفہ مشہور و معروف ہیں کیا یہ وہی اصحاب صفہ ہیں ۔ حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ جی ہاں ان لوگوں کو مدینہ چھوڑنے کی وجہ ان کی سستی تھی یہ لوگ مدینہ کے بازاروں میں بھیک مانگتے تھے اور اپنی گزر بسر کرتے تھے ۔ مدینے کے لوگوں نے ان کو اچانک خیرات دینا بند کر دیا اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آنے لگے یہ تمام فریاد لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اور آپ سے مدینہ کے لوگوں

کی شکایت بیان کی حضرت رحمت اللعالمین نے ان صحابی فقیروں کو حکم دیا کہ وہ مدینہ سے نکل جائیں اور اطراف میں سکونت اختیار کریں حضور کے حکم کے مطابق اور آپ کے ارشاد کی تعمیل میں وہ چالیس لوگ مدینہ سے نکل گئے اور حضور کی بتائی جگہ پر سکونت اختیار کر لی۔ چند روز کے بعد شہر مدینہ میں کوئی وبائی بیماری پھوٹ پڑی اور بڑی تعداد میں لوگ مرنے لگے صحابہ کرام نے جمع ہو کر حضرت رسالت پناہ کی مقدس جناب میں دفع بلا کی درخواست کی حضور ﷺ نے حکم دیا کہ جن چالیس لوگوں کو مدینہ کے لوگوں نے نکال باہر کیا ہے وہی فقیر تمہارے بلاؤں کو ٹالنے والے تھے۔ تمام بلائیں ان لوگوں کے قدموں کی برکت سے دور ہو جاتی تھیں اگر تم لوگ ان کو واپس لاؤ تو اللہ تعالیٰ یہ مصیبت دور کر دے گا۔ حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق لوگ گئے اور ان چالیس لوگوں کو واپس لے آئے ان کے آنے کی وجہ سے بلا دفع ہو گئی اور مدینہ کے رہنے والوں کو صحت وعافیت نصب ہوئی۔ اس لئے مالدار لوگوں صاحب استعداد افراد اور صاحب اقتدار اصحاب کو چاہئے کہ فقیروں اور مسکینوں کی خدمت کو اپنا طریقہ بنا لے ان کے کھانے پینے کو اپنی ذمہ داری سمجھیں اور اللہ تعالیٰ جتنی بھی توفیق دے وہ اس جماعت کو دے دیں مگر ان پر کوئی احسان نہ جتائیں بلکہ ان کے شکر گزار

رہیں کہ ان کو خیرات دینے کی وجہ سے ہم کو بلاؤں سے نجات ملی ہے۔بموجب حکم **ان الحسناتِ یذھبن السیات اللھم وفقنا بتو فیق الانفاق واذھب سیاتنا بالحسنات والخیرات بحرمت شیخنا.**

جمعرات کے دن فجر کی نماز کے بعد حضرت پیر ومرشد نے حلقہ جہر ادا کرنے کے بعد خانقاہ میں جلسہ فرمایا اس کمترین کو مولانا روم علیہ الرحمتہ کا دیوان پڑھنے کا حکم دیا گیا اس میں ایک شعر ریاضت کی تعریف میں نکل آیا حضرت نے اس کمترین کی طرف توجہ فرما کر کہا کہ صوفی بغیر ریاضت کے منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا چاہے اس کے لئے کتنی ہی سخت محنت کرنا پڑے لیکن اپنی طاقت کے مطابق اس کے لئے کوشش کرنی چاہئے اس کے بعد حضرت نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ سید فیض اللہ جو مریدوں میں سے ایک تھے اور آخر عمر تک حضرت شیخ قدس سرہٗ (شیخ یحیٰ مدنی) کی خدمت سے جدا نہیں ہوئے اور اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ شیخ کے قدموں کے نیچے گزار دیا۔وہ ہم سے (نظام الدین اولیاء سے) ملنے آئے تھے حضرت شیخ کے حالات اور ریاضت کے بارے میں بیان کررہے تھے ان کی ریاضت کا ایک واقعہ یہ ہیکہ حضرت شیخ شہر گجرات میں تشریف رکھتے تھے ماہ رمضان المبارک کے دن تھے رات کو انہوں

نے تراویح کی نماز ادا کی اور رات کو اپنی عادت کے مطابق نماز تراویح کے بعد باہر نکلے تراویح میں قرآن سنانے والے حافظ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ قرآن مجید ختم ہونے کے لئے کتنے سپارے باقی ہیں حافظ صاحب نے جواب دیا ختم ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنے سعادت مند بیٹے کو جو دوسرے بیٹوں سے بڑا تھا اور حضرت اس کی تربیت فرمارہے تھے اس کو حجرے میں لے گئے اور حجرہ کا دروازہ بند کر دیا اور بڑی دیر تک حجرہ میں بیٹھے رہے تمام مرید فکر مند ہو گئے کہ حضرت نے آج خلاف عادت قرآن مجید کے سپارے سنے اور ختم کئے اور اپنے فرزند کو حجرہ میں لے گئے معلوم نہیں کہ حضرت کا ارادہ شریف کیا ہے ہر شخص اپنی فکر کے مطابق رائے دینے لگا۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت کا ارادہ شریف حضرت سلطان نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہٗ جوان کے دادا حضرت ہیں ان کے روضہ منورہ کی زیارت کرنے کا ہے بعض مریدوں نے کہا کہ ممکن ہے بیت اللہ شریف کے طواف کے لئے گئے ہوں ان کو اس کا بہت شوق ہے اور ممکن ہے اس کے لئے گئے ہوں تمام مرید انہیں فکروں میں تھے کہ صاحبزادہ حجر سے باہر برآمد ہوئے اور اپنے دولت خانہ کو تشریف لے گئے۔

سید فیض اللہ کا بیان ہے کہ میں رات کے آخری حصے میں ہمیشہ

دروازے کے حجرہ پر طہارت کا پانی لے جاتا ہوں قدیم طرز عمل کے مطابق میں نے بدھنا بھرا اور حجرہ کے دروازے پر دستک دی اندر سے کوئی آواز باہر نہیں آئی میں حیران ہوا اور حجرے کے دروازے پر بیٹھ گیا یہاں تک کہ پو پھٹی اور خانقاہ کے حاضرین فجر کی نماز کے لئے حاضر ہو گئے۔ حضرت شیخ باہر نہیں آئے لوگوں نے نماز ادا کرنے کے بعد فریادوزاری شروع کردی اور مریدوں کی حالت خراب ہونے لگی آخر معلوم ہوا کہ حضرت شیخ گھر پر نہیں ہیں اور تفریح کے لئے کسی طرف نکل گئے ہیں مرید ہر طرف دوڑے اور ہر طریقے سے ان کو تلاش کیا پانچ چھ گھنٹے دن گزرنے کے بعد شہر میں شہرت ہو گئی اور حضرت کے جانے کی بات ہر خاص وعام تک پہنچ گئی۔ سب لوگ حیران و بے قرار ہو کر شہر کے دروازے سے جنگل کی طرف آئے آخر چند مریدوں نے حضرت شیخ کو تلاش کرلیا۔ گاؤں والوں کے دو تین گروہ تھے اور حضرت اسی مقام پر سونے کے لئے رک گئے تھے۔ جب یہ خبر گجرات کے لوگوں کو پہنچی تو سب لوگ گھوڑے پالکیاں وغیرہ مختلف سواریاں لے کر اس گاؤں کی طرف دوڑے جو بھی وہاں پہنچتا وہ حضرت کے قدموں میں گر پڑتا اور معافی کا طلبگار ہوتا یہاں تک کہ چوکیدار قاضی اور شہر کے دوسرے تمام حاکم بھی حاضر ہوئے حضرت شیخ نے لوگوں سے کہا کہ ایک زمانے سے

ہمارا جی بیت اللہ شریف کے طواف کیلئے بے چین تھا پچھلی رات ہم نے پکا ارادہ کرلیا کہ کعبہ کی زیارت کے لئے جائیں گے۔ تمام مرید رخصت ہو جائیں اس لئے کہ اب ہم واپس آنے والے نہیں ہیں جب لوگوں نے دیکھا کہ حضرت کا ارادہ اٹل ہے تو عرض کیا کہ ہم کو سواری اور راستے کے خرچ کی اجازت دی جائے لیکن انہوں نے کسی کی درخواست قبول نہیں کی اور بیت اللہ شریف کو روانہ ہو گئے میر راوی بھی ان کہ ہم سفر ہو گئے۔ چند روز میں وہ سورت کی بندرگاہ پر پہنچ گئے اس شہر کے باشندوں نے بھی ان کی خدمت کرنی چاہی ہر جہاز والے کی تمنا یہ تھی کہ حضرت اس کے جہاز پر سوار ہوں اور منزل مقصود پر تشریف فرما ہوں۔ اس معاملے نے اتنی نزاکت اختیار کرلی کہ تاجر آپس میں جھگڑا کرنے لگے آخر فیصلہ شیخ صاحب پر چھوڑ دیا گیا کہ حضرت جس کے جہاز کو قبول فرمائیں یہ اس کی خوش نصیبی ہوگی کہ وہ حضرت کے اخراجات برداشت کرے اور ان کو کعبہ شریف تک پہنچائے جب تاجروں کی گفتگو حضرت شیخ کے گوش مبارک تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ فلاں تاجر پہلے آیا تھا اور اس نے اپنا جہاز ہم کو نذر کیا تھا ہم اسی جہاز پر سوار ہوں گے باقی لوگوں نے بھی کوشش کی لیکن ان کو منع کر دیا گیا حکم کے مطابق وہ تاجر اپنا جہاز لے کر آیا حضرت اپنے تیس ساتھیوں کے ساتھ اس جہاز پر سوار

ہو گئے اس جہاز میں ایک حجرہ تھا حضرت شیخ اس حجرے میں بیٹھ گئے اور اسکو اندر سے بند کرلیا وہ جہاز دو مہینے کی مدت میں منزل مقصود پر پہنچا اس دو ماہ کی مدت میں کبھی حجرے کا دروازہ نہیں کھلا اور حضرت نے کھانے پینے کی کوئی چیز استعمال نہیں کی جب جہاز ساحل پر پہنچا تو لوگ حجرے کے دروازے پر جمع ہو گئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ جہاز ساحل پر پہنچ گیا ہے کیا اس جہاز سے اترنے کی ہم لوگوں کو اجازت ہے حضرت شیخ نے حجرے کا دروازہ کھولا حضرت کے چہرہ مبارک پر کسی بھی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی وہاں سے وہ کعبہ شریف کی طرف تشریف لے گئے کعبہ شریف کا طواف کرنے کے بعد انہوں نے ایک حویلی کرائے پر لے لی اور وہاں پر رہنے لگے۔ چند روز کے بعد انہوں نے مدینہ منورہ جانے کا ارادہ کیا لیکن سفر کے ساتھیوں کا خرچ فراہم نہ ہو سکا اس لئے ارادہ ملتوی کرنا پڑا اسی دوران سورت بندرگاہ کے ایک افسر کا خط ملا جس کا مضمون یہ تھا کہ ہندوستان کے بادشاہ حضرت اورنگ زیب خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کو حضرت کے یہاں تشریف رکھنے کی اطلاع ملی یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاز کے لوگوں نے بڑی احتیاط واحترام کے ساتھ حضرت شیخ کو مکہ پہنچایا۔ بادشاہ سلامت کے ملازمین کو حکم دیا گیا کہ وہ حضرت شیخ کی خدمت کریں لیکن جب بادشاہ کے ملازم بندرگاہ پہنچے تو جہاز روانہ ہو چکا

تھا چنانچہ ایک ہزار روپے بطور نیاز بادشاہ کی طرف سے روانہ کئے گئے ہیں۔ جب سورت کی بندرگاہ کے حاکم کا خط اور بادشاہ کی بھیجی ہوئی نذر کی رقم پہنچی تو حضرت نے اس کو قبول فرمایا اور وہ ایک ہزار روپے اپنے ساتھیوں میں تقسیم کرنے کے بعد مدینہ شریف کی طرف روانہ ہو گئے۔ مدینہ پہنچنے کے بعد انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اس کے بعد ایک حجرے میں آئے اور اعتکاف میں بیٹھ گئے اس لمبی مدت میں حضرت نے شاید ایک سیر یا دو سیر غلہ کھایا ہوگا آپ کے ساتھ جتنے بھی لوگ تھے وہ جدا ہو کر کسی نہ کسی طرف چلے گئے اور صرف چند لوگ آپ کے ساتھ باقی رہ گئے ان میں سے ایک میں بھی تھا۔ ایک دن میں حجرہ شریف کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک ہندوستانی قوال حاضر ہوا اور یہ شعر پڑھا ؂

از بس کہ بزندان غمش دیر بماندم
زنجیر بہ تنگ آمد و زنداں گلہ دارد

(میں غم کے قید خانے میں اتنی مدت گزار چکا ہوں کہ اب زنجیر مجھ سے بیزار ہو گئی ہے اور قید خانہ میری شکایت کرنے لگا ہے۔) اس شعر کے سننے سے میری عجیب کیفیت ہو گئی اور میں زار و قطار رونے لگا تھوڑی دیر کے بعد قوال چلا گیا لیکن مجھ پر رونے کی وہی کیفیت طاری

رہی اسی وقت حضرت شیخ نے حجرے میں سے میرا نام لے کر پکارا میں
نے جواب دیا تو مریدوں نے حجرے کا دراوزہ کھولا اور مجھے حجرے کے
اندر لے گئے میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ پر وجد کی کیفیت طاری ہے
میں نے ان کے قدم مبارک میں اپنا سر رکھ دیا تو مجھے سکون قلب حاصل
ہوا۔مہربانی سے میرے سر کو اپنے قدموں سے اٹھایا اور فرمایا کہ میر فیض
اللہ اداس مت ہو کیونکہ اب ہمارے باہر نکلنے کا وقت نزدیک پہنچ چکا ہے
انہوں نے مجھے حد سے زیادہ تسلی دے کر رخصت کر دیا اور حجرے کا
دروازہ بند کرلیا ایک ہفتہ کے بعد باہر تشریف لائے اور حضرت رسالت
پناہ کے روضۂ منورہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوگئے جب وہ روضہ
مبارک پر پہنچے اور زیارت سے فارغ ہوکر بیٹھے تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا
ایک آفتاب ابر کے پردے سے نکل کر دنیا کو روشن کر رہا ہے عرب کے
جن لوگوں نے حضرت شیخ کا جمالِ جہاں آرا دیکھا تو وہ حیران اور
گرویدہ ہوگئے اور ان کے معتقد ہوگئے اس دن کے بعد سے ہر روز کئی
عرب حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کے ہاتھ پر بیعت
کرتے ۔اس مقام پر رہنے والوں کو حضرت شیخ سے بے انتہا فیض
حاصل ہوا اور تمام لوگ آپ کے مرید اور طالب ہوگئے۔
حضرت نظام الدین نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد میاں محمد

جعفر جیو کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سید فیض اللہ جیو نے حضرت شیخ قدس سرہٗ کی جس ریاضت کا ذکر کیا ہے وہ ہرگز انسانی طاقت کی مجال نہیں کہ ایسی سخت ریاضت کرے حقیقت میں جب تک طالب حق اپنی ہمت کو ریاضت اور محنت کیلئے استعمال نہیں کرتا تو وہ کبھی نہ ختم ہونے والی فتوحات اور کبھی نہ کم ہونے والے فیض سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اللّٰھم ارزقنا بحرمتہ الشیخ.

پیر کے دن حلقہ مُراقبہ کے بعد اس کمترین کو مولانا روم کے دیوان پڑھنے کا حکم صادر ہوا۔ حضرت نظام الدین خود سماعت فرما رہے تھے اس وقت حضرت قدوۃ الواصلین زبدۃ العاشقین حضرت شاہ کلیم اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر جمیل نکل آیا۔ حضرت نظام الدین نے فرمایا کہ ہمارے مرشد انتہائی متوکل اور صاحب استقامت ہیں عالم فقر میں حضرت ولایت مآب کا جو استقلال دیکھنے میں آیا ہے وہ کسی اور شخص میں کم ہی ملے گا اس کے بعد انہوں نے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ جب پہلے پہلے وہ مسند ارشاد پر تشریف فرما ہوئے تو بہت کم لوگ تھے جو ان کی بیعت کی سعادت سے مشرف ہوئے اور ان میں سے میں بھی ایک تھا اس زمانے میں غربت اتنی زیادہ غالب ہوگئی تھی کہ وہ اپنے چھ متعلقین کے ساتھ دو روپے میں گزر بسر کرتے تھے حویلی میں ملگی کا کرایہ دو روپے ملتا تھا

جس سے ان کے اخراجات کی کفالت ہوتی تھی جب مجھے اس کی اطلاع ملی تو مجھے اس کا بہت افسوس اور رنج ہوا۔لیکن اس وقت مجھ پر بھی فقر غالب تھا اتفاق سے چند پڑھے لکھے لوگ جن کو سماع اور حال سے انکار تھا میرے پاس آئے اور شغل باطنی کی درخواست کی جب ان سے کہا گیا کہ ہمارے پیر و مرشد کے ہوتے ہوئے میں اس کام کی جرات نہیں کرسکتا ان لوگوں میں سے ایک شخص کو حضرت ولایت مآب سے سخت نفرت تھی اس نے کہا کہ میں تو ہرگز حضرت کی خدمت میں نہیں جاؤنگا البتہ اگر آپ اس کام کے لئے حکم دیں تو پھر جانا پڑے گا ہم نے اپنے اس معتقد سے کہا کہ ہم کو جو بھی نعمت ملی ہے وہ اپنے مرشد کی وجہ سے ملی ہے اگر آپ میرے ساتھ اعتقاد رکھتے ہیں تو پہلے اپنے اعتقاد کو ہمارے مرشد کے ساتھ درست کیجئے ورنہ آپ کو اس کام سے کوئی فائدہ نہ ہوگا آخر وہ معتقد سیدھے راستے پر آیا ہم اس کو اپنے ساتھ حضرت کی خدمت میں لے گئے اور اس کو سلسلے میں داخل کروایا اس دن کے بعد بہت سے لوگ حضرت کی بیعت سے مشرف ہوئے اور ایک بڑی جماعت اس فقیر کے توسط سے سلسلے میں داخل ہوگئی ہر طرف سے نذرانے آنے لگے اور فی الحال وہ اللہ کے فضل و کرم سے کئی لوگوں کو فیض پہنچا رہے ہیں چونکہ ہم حضرت کے حکم کے مطابق اس طرف آئے ہیں تو بہت سے مرید

ومعتقد ہمارے لئے نذرانے لاتے ہیں ہم نے ان سے کہہ رکھا ہے کہ وہ نقد روپیہ اپنے پاس رکھیں جب کبھی ہم کو ضرورت ہوگی لے لیں گے جب ہمارے مریدوں میں سے کوئی شاہ جہاں آباد دہلی کی طرف جانے کا ارادہ کرتا اوراس کے پاس اخراجات نہ ہوتے تو ہم اس نذرانے میں سے اس کو سفر خرچ دیتے اوراس سے کہتے کہ وہ دہلی پہنچ کر حضرت شاہ کلیم اللہ کی خدمت میں یہ نذرانہ پیش کردے۔ بہت سے لوگ روپیہ کھا گئے اور حضرت کو نہیں پہنچایا بعض لوگوں نے وہاں پہنچکر روپیہ ادا کیا بہر حال اس واقعے کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہیکہ اگر مزاج میں استقلال ہوتو ہر طرف سے آسانیاں پیدا ہوجاتی ہیں اللہ تعالی اپنے پر بھروسہ کرنے والوں کو ناامید نہیں کرتا اور قرآن شریف میں صاف صاف بیان کیا گیا ہے **فاستقم کما امرت** اس لئے استقامت لازمی اور ضروری ہے۔

بھائی محمد نورالدین بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت پیر ومرشد کیلئے رسالہ مناقب چشتیہ پڑھ رہا تھا اس میں حضرت سلطان ابراہیم ادہم قدس سرہٗ کا ذکر شریف آیا ہے رسالے کے مصنف نے لکھا ہے کہ ایک شخص حضرت سلطان ابراہیم ادہم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے تھے اور جنگل وصحرا کا مشاہدہ

کر رہے تھے اس شخص نے قدم بوسی کی سعادت حاصل کی انھوں نے مقصد دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ اگر اجازت ہو تو عرض کروں سُلطان نے فرمایا کہ جو بھی تمہارے دل میں ہے کہہ دو۔ اُس نے عرض کیا کہ کئی سال ہوئے حضور نے بلخ کی سلطنت ترک کر دی اور فقر اختیار کر لیا دنیا اور اس کی تمام لذتوں سے دست بردار ہو گئے آپ کو اس کام سے کوئی فائدہ ہوا ہے یا نہیں سلطان نے فرمایا کہ جب میں بلغ کا بادشاہ اور فرمانروا تھا تو اس وقت صرف اس ملک کے لوگ فرمانبردار تھے اور اب میں تمام مخلوقات کا حاکم بن گیا ہوں فرض کیجئے اگر میں اس پہاڑ کو چلنے کا حکم دوں تو فوراً چلنا شروع کر دے گا جیسے ہی الفاظ حضرت سلطان ابراہیم کی زبان کرامات ترجمان سے ادا ہوئے پہاڑ چلنے لگا اور آگے بڑھنے کا ارادہ کیا سلطان نے فرمایا کہ اے پہاڑ میں نے تجھے چلنے کا حکم نہیں دیا بلکہ اس شخص کو مثال کے طور پر سمجھایا یہ سن کر پہاڑ پھر سے ساکن ہو گیا۔

اس واقعہ کے سننے کے بعد حضرت پیر و مرشد نے مشیخت پناہ میاں ظہور الدین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ پرانے زمانے کے بزرگ باوجود ایسے عمدہ حالات کے اپنی کرامتوں کو چھپاتے تھے اور کبھی زبان پر ان کا ذکر نہیں لاتے تھے آج کل کے لوگ کرامتیں بیان کرنے میں اور

اپنے بڑے پن کو ثابت کرنے کیلئے کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس قول کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ بھائی محمد نورالدین نے کہا کہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر پہاڑ آج کل کے مرشدوں کے فرمانبردار بن جائیں تو اتنی زیادہ کرامتیں ظاہر ہوگی کہ شاید ہی کوئی روئے زمین پر اپنی جگہ باقی رہے۔ حضرت پیرومرشد نے یہ الفاظ سنتے ہی قہقہ لگایا اور بڑی دیر تک ان کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار دکھائی دیتے رہے۔

پیر کے دن نماز اور حلقۂ مراقبہ سے فارغ ہونے کے بعد یہ کمترین دیوان حضرت مولانا روم پڑھ رہا تھا یہ غزل برآمد ہوئی :

ساربانان اشترانت سر بسر اقطارست
میر مست وخواجہ مست ویار مست واغیار مست
حال صورت ہم چناں است حال معنی ہم چنیں
عقل مست وروح مست وفہم مست اسرار مست
ساقیا بادہ بگرداں چند داری عربدہ
موموناں از نورمست وکافراں از نارمت

(اے ساربان تو نے اونٹوں کو اسطرح قطار میں باندھا ہے کہ سب کے سب مست ہو گئے ہیں تیری وجہ سے نوکر، مالک، دوست، دشمن سب مست ہو گئے ہیں۔ حالات کی صورت ایسی ہے اور معنوں کا حال

ایسا ہے کہ عقل، روح، سمجھ اور اسرار سب کے سب مست ہیں۔ اے ساقی شراب کو گردش میں لا کب تک جھگڑے چکا تا رہے گا۔ مسلمان ایمان کے نور سے مست ہیں اور کافر دوزخ کی آگ سے مست ہیں۔)

جب یہ غزل پڑھی گئی تو حاضرین محفل پر شوق کے اثرات ظاہر ہوئے اور حضرت پیر و مرشد کی پیشانی مبارک پر بھی ذوق کے آثار دکھائی دینے لگے۔ جب مریدوں کے حال میں افاقہ ہوا تو حضرت نے میاں محمد فاضل کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مولانا روم کی یہ غزل کاپی میں لکھ لو اور مریدوں کو تاکید کر دو کہ ان اشعار کو یاد کریں اور روزانہ مجلس میں پڑھیں اس کے بعد آپ نے اس کمترین سے فرمایا کہ حضرت مولانا روم کا کلام تمام اثر کرنے والا ہے اور خاص طور پر یہ غزل جو اہل شوق ومستی کے درد کو کھولتی اور ذوق کے میخانے کے شوق ومستی کو بڑھاتی ہے جب اس غزل سے حضرت کی طبیعت بہت محظوظ ہوئی تو اس کمترین کے دل میں یہ خیال آیا کہ میں بھی اس زمین میں چند اشعار کہوں میں نے مولانا روم کی روح پاک سے مدد طلب کی حضرت پیر و مرشد کی برکت اور مولانا روم کی روح طیبہ کی مدد سے میں نے غزل کہی اور جمعرات کے دن حلقہ جہر سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ولایت مآب جناب مقدس پیر و مرشد کی خدمت میں پیش کی غزل خدا کے فضل وکرم سے

مقبول ہوئی اور بہت پسند کی گئی اور اس غزل کے پڑھنے سے اہل مجلس پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اللہ تعالی کا شکر ہے غزل یہ ہے:

صبح دم دلبر برآمد سرخوش وسرشار مست
او زبادہ مست ومن از دیدن دلدار مست
درعجائب مستی ہابودن سراپا مست من
چشمِ مست وغمزہ مست وزلف بررخسار مست
ہر کہ رویش دید شد مست وبپایش سرنہاد
یارمست اغیار مست نظارہ بیں ہشیار مست
جلوہ فرما گشت تا آں گل بدن درصحن باغ
باغبان مدہوش شد بابرگ وگل اشجار مست
عام شد مستی چناں دردور ایں ساقیٔ مست
بزم مست ونغمہ مست وچنگ مست وتار مست
ہر کسے را مستیٔ حاصل شدہ دربزم عشق
صوفی ازاحوال مست وعاشق ازدیدار مست
من فدائے آں کہ اومست ادائے دلبریست
گہہ بود سرشار مست وگہہ بود ہشیار مست
گرچہ مستی فخر دارد لیک نزد عاشقاں

مست آں مست است کوشد از نگاہ یار مست
از طفیل چشم مستت مستی ماوشماست

ورنہ مستی از کجا ماز کجا بیکار مست
شد خراب آباد مست ام جلوۂ معمار مست

خانہ مست وبام مست وہم در و دیوار مست
چونکہ ہم آغوش مستی آمدایں فصل بہا

شہر مست ودشت مست وسبزۂ کہسار مست
ہر کسے مست است اما گرتماشہ بین مست

مسلم از تسبیح مست وکافراز زنار مست
ماہمہ مستیم از یک بادۂ جامِ الست

فرقہ از نور مست وفرقہ از نار مست
صد ہزاراں مست گمنام آمد ویک نامور

درمیان کوچۂ وبازار شد بردار مست
ایں چنیں حسن خدادادی کہ دارد محترم

گر برآیدمی شود ہر جا کہ ہست ہشیار مست
مستی دیگر فزا بد نشۂ دیگر دہد

آب مے باقی کہ دارد وساقی طرار مست

مستیٔ عاشق مقید برجمال واحد است
عارف از نظارۂ خاروخس کہسار مست
اصل عرفاں نشۂ عشق حقیقی بودہ است
مبتلائے شیخ شوتا کردی از آزار مست
من بہ میخانہ شدم زاہد سوئے مسجد دوید
اوفتاد اززینہ من افتادہ بادل دار مست
ایں غزل ازمستیٔ عشق پری روگفتہ ام
سامع وکاتب ہمہ خوانندگاں یک بار مست
گرزمستی حرف مستانہ برآید از زباں
عفو فرما زاں کہ داردلغزش گفتار مست
خوشہ چین مولوی روم تا شد طبع من
شعرمست وخامہ مست وکفرشیریں کارمست
سال ہادر فکر مستی بوددل شکر خدا
ازطفیل ساقی مستاں شدم بسیار مست
چوں کنم تحریر نامِ ساقی مستان زشوق
خامہ مست ونامہ مست وکاغذ اشعار مست
من زمستی نام شخصے می برم

کز شوق او خانقاہ و مسجد وہم کلبۂ خمار ست
شد سراسر کار من مست از طفیل عشق یار
قعدہ مست وقومہ مست از کار مست افطار مست

ترجمہ اشعار فارسی:

۱) میرا محبوب صبح کے وقت باہر آیا وہ بہت خوش وخرم تھا۔ وہ اس لئے خوش تھا کہ اس نے شراب پی رکھی تھی اور میں اس لئے خوش تھا کہ میرا محبوب میرے سامنے تھا۔

۲) میں سر سے پاؤں تک مست ہو گیا ہوں میری مستی کا یہ عالم ہے کہ میری آنکھیں مست ہیں اور میرے محبوب کا انداز اور اس کے رخسار پر زلف کی لٹ بھی مستی کا اظہار کر رہی ہے۔

۳) جس نے بھی میرے محبوب کا چہرہ دیکھا وہ مست ہو کر اس کے قدموں میں گر پڑا اور پھر ایسا ہوا کہ دوست دشمن تماشہ دیکھنے والے اور جتنے لوگ بھی حاضر تھے وہ سب اس منظر کو دیکھ کر مدہوش ہو گئے۔

۴) جب میرا گل بدن محبوب صحن باغ میں آیا تو باغبان مدہوش ہو گیا اور تمام پھول پتے اور درخت مستی سے جھومنے لگے۔

۵) اس زمانے کے ساقی کا دور نہایت مبارک ہے کیوں کہ اس دور میں مستی عام ہو گئی ہے۔ ساقی کی وجہ سے محفل مست ہے۔ نغمہ

مست ہے اور طنبورا اور ستار بھی مست ہے۔

٦) اس بزمِ عشق میں ہر شخص کو مستی حاصل ہوئی ہے صوفی احوال سے خوش ہے اور عاشق اپنے محبوب کے دیدار سے مست ہے۔

٧) میں اپنے محبوب پر اس لئے شیدا ہوں کہ وہ دلبری کی اداؤں میں ماہر ہے۔کبھی وہ شراب پی کر مست ہو جاتا ہے اور کبھی ہوشیاری میں مست رہتا ہے۔

٨) اگرچیکہ مستی فخر کی بات ہے لیکن عاشقوں کے نزدیک وہی شخص مست کہلائے جانے کا حقدار ہے جو محبوب کی آنکھوں سے شراب پی کر مست ہوا ہے۔

٩) ہمارے محبوب کی مست آنکھوں کی وجہ سے ہماری تمہاری مستی ہے ورنہ ہم کہاں اور مستی کہاں یہ سب بے کار کی باتیں ہیں۔

١٠) معمار کے جلوہ نے ایک ویرانے کو آباد کر دیا ہے اور اب اس شہر کے مکانات ان کی چھتیں اور ان کے در و دیوار سب مست ہیں۔

١١) چونکہ یہ بہار کا موسم مستی کو اپنے ساتھ لایا ہے اس لئے شہر جنگل سبزہ زار اور پہاڑ سبھی موسم بہار کی رعنائی سے مست ہیں۔

١٢) یہاں ہر شخص مست ہے لیکن اگر تم مستی کا تماشا ہی دیکھنا چاہتے ہو تو دیکھو مسلمان اپنی تسبیح میں مست ہے اور کافر اپنے زنار میں

مست ہے

۱۳) ہم تمام الست بربکم کا ایک جام پی کر مدہوش ہو گئے ہیں چند لوگ جنت پانے کی خوشی میں مست ہیں تو چند لوگ دوزخ کے خوف سے پریشان ہیں۔

۱۴) لاکھوں مست دنیا میں آئے اور گم نام چلے گئے لیکن ایک نامور ایسا بھی آیا جس نے گلیوں اور بازاروں میں اپنی دھوم مچادی اور سب کو مست کر دیا۔

۱۵) اللہ نے تجھے اتنا حسن دیا ہے کہ ہر شخص اسکا احترام کرنے پر مجبور ہے جب تجھے کوئی ایسا شخص دیکھ لیتا ہے جو شراب کے نشے میں ہو تو تجھ پر نظر پڑتے ہی اس کا نشہ ہرن ہو جاتا ہے اور وہ پھر ہوش میں آ کر تیری تعظیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

۱۶) چنچل ساقی کے پاس جو بچی ہوئی شراب ہے وہ بہت خاص ہے اس شراب کا نشہ الگ ہوتا ہے اور اس کی مستی بھی الگ ہوتی ہے۔

پینے کو تو سب پیتے ہیں جگر میخانۂ فطرت میں لیکن
محروم نگاہ ساقی ہے وہ رند جو درد آشام نہیں

۱۷) عاشق کی مستی اپنے محبوب کے جمال کی حد تک محدود ہے لیکن عارف ہر چیز میں اس کا جلوہ دیکھتا ہے وہ کانٹے میں ہریالی میں

گھاس میں اور پہاڑ پر بھی اپنے محبوب کا جمال دیکھ لیتا ہے۔

۱۸) عشق حقیقی کی پہچان عرفان کا نشہ ہے تم اپنے مرشد پر عاشق ہو جاؤ تا کہ نشہ عرفان کا لطف اٹھا سکو۔

۱۹) میں شراب خانے کی طرف روانہ ہوا اور زاہد مسجد کی طرف بھاگا وہ زینے سے گر گیا اور میں اپنے محبوب کے ساتھ مدہوش ہو کر گر پڑا۔

۲۰) میں نے یہ غزل اپنے محبوب کے عشق کے نشے میں کہی ہے اور اس غزل کے سننے والے لکھنے والے اور پڑھنے والے سب اس سے مست ہو رہے ہیں۔

۲۱) اگر نشے میں میری زبان سے کوئی مستی بھری بات نکل جائے تو مجھے معاف کر دو اس لئے کہ جو شخص نشے میں ہوتا ہے اس کو اپنی زبان پر قابو نہیں رہتا اور اس کی زبان لڑکھڑا جاتی ہے۔

۲۲) میں نے مولانا روم سے فیض حاصل کیا ہے اور اس لئے میری طبیعت میں ایک کیفیت پیدا ہو گئی ہے اب میرا قلم اور میری فکر اور میرے اشعار تمام مستی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

۲۳) میں کئی سال مستی کی فکر میں رہا اور اب خدا کا شکر ہے کہ مجھے ایسا ساقی مل گیا ہے جس نے مجھے بہت مست کر دیا ہے۔

۲۴) جب میں ساقی کا نام لکھنا چاہتا ہوں تو، میرا قلم کاغذ اور اشعار سب مست ہو جاتے ہیں۔

۲۵) میں جب نشے کی حالت میں کسی شخص کا نام لیتا ہوں (اپنے محبوب کا نام لیتا ہوں) تو شوق کی وجہ سے نہ صرف خانقاہ اور مسجد بلکہ شراب خانہ بھی مستی میں جھومنے لگتا ہے۔

۲۶) میرے تمام کام محبوب کے عشق کی وجہ سے نہایت خوبی کے ساتھ انجام پائے جب میں نے نماز پڑھی تو جماعت سے نماز پڑھنے کا لطف بھی ملا اور قعدہ قومہ اور اذکار میں بھی بہت لطف آیا۔

پیر کے دن فجر کی نماز کے بعد حضرت نے حلقہ مراقبہ ادا کیا اور خانقاہ میں جلسہ فرمایا۔ یہ کمترین مولانا روم کا دیوان پڑھ رہا تھا اور حضرت نظام الدین سماعت فرما رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا اہل فقر کو دنیا کے لوگوں کے کام سے پرہیز کرنا چاہئے اور ان لوگوں کے افعال اور اعمال کی تقلید نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ حدیث شریف میں بیان ہوا ہے کہ من تشبہ بقوم فھو منھم اس فقیر پر افسوس جو فقیروں کی جماعت میں شامل ہو گیا ہے لیکن اپنے حالات کی حفاظت نہیں کرسکتا ۔اور دنیا کے لوگوں کی حالت اتنی اچھی ہے کہ وہ بظاہر دنیا کی برائیوں میں گرفتار ہیں پھر بھی وہ اہل فقر کی پیروی کرتے ہیں اور اپنے کاموں کو

فقیروں کے انداز میں انجام دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللھم ارزقنا

بھائی محمد نورالدین نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر تھا اور فضلیت پناہ حقائق آگاہ میاں محمد جعفر جو حضرت کے مرید ہیں محفل مبارک میں حاضر تھے میاں محمد جعفر نے بیان کیا کہ ایک دن بہت بڑا مجمع حضرت نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں سے اکثر شوق اور بے قراری سے متاثر تھے کچھ لوگوں پر رقت طاری ہوگئی تھی اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اتفاق سے ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ مرید بھی ان کے درمیان موجود تھا اور اس کو صاحب شوق لوگوں کے حال کا مشاہدہ کرنے کے علاوہ کوئی اور کام نہیں تھا اس کے دل میں یہ بات آئی کہ حضرت پیر و مرشد جو فیوضات غیبی کا حقیقی سرچشمہ ہیں اور حضورات لاریبی کی کان ہیں اہل ذوق کا یہ شوق انہی کی عنایت اور کرامت کا نتیجہ ہے لیکن ان کی ذات بابرکات پر کسی قسم کی تبدیلی ظاہر نہیں ہوتی اہل محفل پر جو بے قراری طاری ہوجاتی ہے وہ بے قراری پیرو مرشد میں دکھائی نہیں دیتی جب یہ بات اس شخص کے دل میں آئی تو حضرت پیرو مرشد کو اس کا علم ہوگیا اور آپ نے اس تعلیم یافتہ شخص سے مخاطب ہوکر یہ آیت کریمہ

پڑھی ۔ وترى الجبال تحسبها جامدة وهى تمر مر السحاب.
اس تعلیم یافتہ شخص کے لئے ہدایت کا وقت آچکا تھا اس کے دل میں حضرت کا یقین اور اعتقاد مضبوط ہو گیا وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور مرشد کے قدوم مبارک پر گر پڑا اور بیعت کی درخواست کی مریدوں میں شامل ہوکر صاحب ذوق ہو گیا۔

ایک دن درگاہ کے کسی مرید نے عرض کیا کہ میں ایک زمانے سے نوکری کرتا چلا آیا ہوں لیکن میری تقدیر بگڑی ہوئی ہے مجھے نہ دنیا کا کوئی فائدہ ملا ہے اور نہ آخرت کا کوئی فائدہ ملا ہے میں تو اس دنیا میں بھی نقصان اٹھا رہا ہوں اور اس دنیا میں بھی شاید نقصان ہی ہوگا گویا کہ میں زمانے کے حالات میں گرفتار ہوں جب سے میں اس درگاہ کے سالکوں کے حلقے میں شامل ہوا ہوں میں نے دنیا کے کاموں میں جدوجہد کرنا چھوڑ دیا ہے میرا دل دنیا سے بالکل بیزار ہو گیا ہے اور دنیا کے لوگوں سے دوستوں رشتہ داروں اور دنیا کی تمام چیزوں سے نفرت ہوگئی ہے۔

چوں سگ گزیدہ کہ نیارد بہ آب دید
آئینہ می گزد من آدم گزیدہ را

(پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسد۔ ڈرتا ہوں آئینے

سے کہ مردم گزیدہ ہوں)

اور دنیا کے لوگوں سے میں قطعی بیزار ہوگیا ہوں اب میں چاہتا ہوں کہ اپنی ٹوپی پھینک دوں اپنے کپڑے نکال دوں اور صحراء میں جا کر اپنا سر ٹکراؤں بس اب اس کے بعد مجھے کوئی اور کام نہیں کرنا ہے۔

مرا از روز قیامت غمِ کہ ہست این است

کہ روئے مردم دنیا دوبارہ باید دید

(مجھے قیامت کے دن صرف ایک بات کا غم ہے اور وہ یہ کہ مجھے دنیا کے لوگوں کے چہرے دوبارہ دیکھنے پڑیں گے)

اس نفرت بھری گفتگو کو سن کر لوگوں کے پیشوا حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ دنیا اور دنیا کے لوگوں سے اتنی نفرت کا کوئی مطلب نہیں ہے مثل مشہور ہے کہ ''سب کی سنو دل کی کرو'' جو کچھ نوکری سے حاصل ہوتا ہے وہ حقدار لوگوں کے کھانے پینے کے خرچ کیلئے ہے اگر تم دنیا چھوڑ دو گے تو ان تمام نیکیوں سے محروم ہو جاؤں گے۔ اس کے بعد آپ نے یہ مصرعہ پڑھا۔ کمر بخدمت سلطان بہ بند و صوفی باش۔ بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہو اور صوفی بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ حضرت پیر و مرشد کے تمام مریدوں کو جو زمانے کے حالات کے گرفتار ہیں دنیا اور دنیا کے تمام

باتوں سے ان کے دل کو بیزار کر دے اور ان کو ان دردمندوں کا نصیب بنا دے اور ان کو ترک دنیا کے مرتبے پر فائز کر دے۔ بحرمت شیخنا۔

جمعہ کے دن احباب حاضر تھے حکم ہوا کہ یہ شعر پڑھیں۔ حکم کے مطابق قوالوں نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا:

صراحی شد تہی از مئے ہنوزم چشم بر ساقی

دریغا عمر شد ضائع تمنا آں چناں باقی

(اگر چہ کہ صراحی کی شراب ختم ہو چکی ہے لیکن میری آنکھیں ساقی کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ افسوس کہ عمر ضائع ہو گئی لیکن تمنا اسی طرح باقی ہے) اس شعر کے سننے سے اکثر مریدوں میں شوق کا ولولہ پیدا ہوا اور گریہ وزاری کا سلسلہ شروع ہوا۔ مرید دردمندانہ نعرے لگا رہے تھے عین ایسی حالت میں جب کہ اہل محفل پر وجد کی کیفیت طاری تھی حضرت نے قوالوں کو شعر پڑھنے سے روک دیا اور حاضرین کو اہل ذوق کی حفاظت کرنے کی تاکید کی اس خاکسار کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کبھی ایسا تو دیکھنے میں نہیں آیا کہ اہل شوق پر وجد کی کیفیت طاری ہو اور حضرت پیر و مرشد نے سماع کو موقوف کر دیا ہو۔ آج اس بات میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہے جیسے ہی یہ خطرہ اس خاکسار کے دل میں گزرا حضرت نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ سماع بھی نماز کے آداب کی

طرح ہے۔اور جس طرح نماز میں باتیں کرنا منع ہے اسی طرح سماع میں بھی باتیں کرنا مناسب نہیں ہے۔بعض اجنبی لوگ آج مجلس میں موجود ہیں اور انہوں نے آپس میں باتیں کرنا شروع کر دیا ہے اگر ہم ان کو باتیں کرنے سے روک دیتے تو وہ آزردہ ہو جاتے اور ممکن ہے ناراض ہوتے اسی لئے ہم نے قوالوں کو منع کر دیا اس لئے کہ مجلس سماع کے لئے زماں مکان اور اخوان کی شرط ہے۔سبحان اللہ حضرت پیر ومرشد کی ذات بابرکات میں کس قدر شرافت ہے اور ہم غافلوں کی حالت پر افسوس ہے کہ ہم نے ابھی تک کچھ بھی نہیں سیکھا۔اور مجلس مبارک میں شرطِ حضوری کو نظر انداز کر کے اور اپنے باطن کو غافل اور معطل کر کے دنیاوی باتوں کے لئے اپنی زبان کھولتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اور حضرت پیر ومرشد کے صدقے میں ہمارے گنہہ گار دلوں کو پیر ومرشد کی طرف متوجہ کرے دنیا کی بیکار چیزوں سے پاک کرے اور اپنی یاد کے سوا دل میں کچھ نہ چھوڑے۔

رباعی:

دل خود صاف کن تو آئینہ
بعد ازاں روئے اوتماشہ کن

از چه روگشتۂ چنین غافل

چشم خودراز گریہ دریا کن

اپنے دل کو آئینہ کی طرح صاف کرو اور اس کے بعد اس میں خدا کا جلوہ دیکھو اپنی حالت سے اس قدر غافل کیوں ہو گئے ہو اپنی آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہا دو۔

ایک دن عصر کے وقت حضرت پیر و مرشد خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میر عزیز اللہ تفسیر حسینی پڑھ رہے تھے۔ مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے آیت نحن اقرب الیہ من حبل الورید کی تفسیر میں اطمینان بخش بیان تحریر کیا ہے اور اس آیت کے سلسلے میں دوسرے مفسرین کی رائے بھی بیان کی ہے اس عبارت کے سننے کے بعد حضرت پیر و مرشد نے اس کمترین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ حبل الورید کے تحقیق کرنے والوں نے دل کی دھڑکن اور سانسوں کی گنتی کا شمار مقرر کیا ہے جس نے بھی اس رشتے کو مضبوطی سے تھام لیا وہ منزل تک پہنچ گیا۔

نگہہ داری اگر تو پاس انفاس

بلسطانے رسانندت ازیں پاس

اگر تو سانسوں کی حفاظت کرے تو تیری یہ ریاضت تجھے خدا تک پہنچا دے گی۔ (ذکر پاس انفاس) الھم ارزقنا بحرمت شیخنا.

حضرت پیر و مرشد ایک دن خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت کے مریدوں میں سے ایک صاحب جن کا نام خواجہ سیف اللہ ہے حاضر ہوئے اور قدمبوسی کی حضرت نے ان پر عنایت فرمائی اور پوچھا کہ آپ کس طرف سے تشریف لائے ہیں انھوں نے عرض کیا کہ میں حیدر آباد کی طرف سے مبارز خان کے ساتھ آرہا تھا نواب آصف الدولہ نظام الملک بہادر فتح جنگ اور مبارز خان کے درمیان جو جنگ ہوئی تھی میں اس میں حاضر تھا۔ مبارز خان کے مارے جانے کے بعد میرے دل میں حضرت صاحب کی قدمبوسی کا شوق پیدا ہو گیا اور مجھے خجستہ بنیاد اورنگ آباد لے آیا اس جنگ میں تقریباً پانچ ہزار لوگ قتل ہوئے ان میں سے اکثر تیروں اور بندقوں سے مارے گئے ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حضرت کی توجہ سے تندرست اور سالم رہ گیا۔ اور اس مصیبت سے نجات پائی میرے پاس جو کچھ بھی تھا وہ تمام برباد ہو چکا ہے۔ صرف وہ ٹوپی باقی رہ گئی جو بیعت کے وقت حضرت نے اپنے سر مبارک سے اتار کر اس کمترین کو عنایت فرمائی تھی میں نے اس جنگ میں وہی ٹوپی ہمیشہ اپنے سر پر رکھی وہی ٹوپی میری محافظ بن گی اللہ تعالی کے فضل سے میں دو بار بندوق کی گولی سے بچ گیا ورنہ میرے سر میں گولی لگ جاتی پھر انہوں نے وہ ٹوپی اپنے جیب سے نکال کر دکھائی۔ ٹوپی پر بندوق کی

گولی لگی تھی اور گولی لگنے کی وجہ سے وہ پارہ پارہ ہوگئی تھی گولی کی آگ سے ٹوپی جگہ جگہ سے جل گئی تھی۔ میرے سر کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا حاضرین مجلس اس ٹوپی کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے اور اولیاء اللہ کی کرامتوں پر ان کا اعتقاد اور زیادہ مضبوط ہوگیا۔ اس مقولے کو کہ اولیاء اللہ کی کرامت ایک حقیقت ہے اس کا یقین اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کیا۔ اور یہ حضرت پیر و مرشد کے معتقدوں اور مریدوں کے لئے ایک خوشخبری ہے کہ جب کبھی حضرت کی ٹوپی پہنی جاتی ہے۔ تو وہ مقبول شخص دنیا کو جلانے والی آگ سے نجات پا جاتا ہے اس بات کی قوی امید ہے کہ بیعت کے وقت اس حق پرست ہاتھ کی سعادت سے جو بیعت کے وقت مرید کے ہاتھ سے چھو جاتا ہے اس کے بدن پر دوزخ کی آگ اثر نہیں کرے گی اور وہ اللہ کے فضل واحسان سے نجات پا جائیگا۔

بھائی محمد نور الدین بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر تھا اس وقت حضرت رسالت پناہ ﷺ کے دندان مبارک کی شہادت کا ذکر نکل آیا حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ ایک مدت سے میری آرزو تھی کہ میرے دانت بھی نبی کریم ﷺ کی پیروی میں اسی طرح شہید ہو جائیں اس بات کی تمنا ہمیشہ ہی میرے دل

میں رہی ایک دن مجلس سماع میں ایک صاحب شوق میری طرف دوڑتا ہوا آیا اس کی سر کی ضرب سے میرا سامنے کا دانت ٹوٹ گیا۔ میں نے خدا کا شکر بجالایا کہ یہ سنت بھی پوری ہوگئی سبحان اللہ۔ ان مریدوں کی ہمت کس قدر بلند ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی پیروی میں اس قدر مصروف رہتے ہیں کہ ان سے بال برابر بھی غفلت اور کوتاہی نہیں ہوتی اور تب جاکر وہ اس اعلی درجے پر فائز ہوتے ہیں۔

رباعی:

آں کس کہ بہ خود دولت سرمد دارد
سرداریٔ کونین زاحمدؐ دارد
حق را بہ حقیقت او بہ بیند عاؔلی
ہر کس کہ اطاعت محمدؐ دارد

جس شخص کے پاس صوفی سرمد کی دولت ہوتی ہے اس کو حضور اکرم ﷺ کی طرف سے کونین کی سرداری عطا ہو جاتی ہے۔ اے عاؔلی جو شخص نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کے جلوہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔

بھائی محمد نور الدین بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر تھا وہاں ایک رسالہ مجلس میں پڑھا جارہا

تھا اس رسالے میں لکھا تھا کہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرۃ کے رخسار شریف پر زخم کا نشان دیکھائی دیتا ہے آپ کو یہ زخم کیسے لگا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ ایک دن مجلس سماع میں ایک صاحب شوق کو وجد آگیا وہ ایک طرف کو دوڑے، میں اُن کو سنبھالنے کے لئے آگے بڑھا انھوں نے مجھے اپنی گود میں بھینچ لیا اور میرے رخسار کو دانتوں سے کاٹا یہ نشان انہی صاحب سماع کے ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ کل قیامت کے دن میری نجات اسی زخم سے ہوگی جب حضرت نے یہ واقعہ سنا تو اپنا چہرۂ مبارک اس احقر کی طرف کر کے فرمایا کہ ایک صاحب وجد نے سماع کی حالت میں میرے پشت دست کو دانتوں سے پکڑ لیا تھا۔ چنانچہ اس کی نشانی آج بھی میرے ہاتھ پر دیکھی جاسکتی ہے پھر حضرت نے آستین ہٹا کر وہ نشانی دکھائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مشائخوں کی سنت ہمارے نصیب میں تھی ہم نے اس روز حضرت کے دست مبارک کا معائنہ کیا ہم نے دیکھا کہ حضرت کے بائیں ہاتھ کے کف دست پر زخم ظاہر ہے۔

رباعی

تا کہ برخود زخم عالی بر نہ داشت

مرہم ساقی دل ریشاں نہ شد

قدر مجروحاں نداند ہر کسے

تا بدل زخمی نہ شد ذیشاں نہ شد

جب تک خود کوئی زخم نہ کھاتا اس وقت تک چھلنی دل کے مرہم کا ساقی نہیں بن سکتا۔ وہ شخص زخمیوں کی قدر نہیں جانتا جو خود انھیں کی طرح زخمی نہ ہوا ہو۔

جاننا چاہئے کہ قدرت نے آدم کی اولاد کو سینہ تو دیا ہے لیکن ہر شخص کو قلب کی کشادگی نہیں دی گئی ہے جن لوگوں کی شرح صدر حاصل ہے ان کے دلوں سے دوزخ کا خوف اور جنت کی آرزو جاتی رہتی ہے۔

کہتے ہیں کہ خواجہ ذوالنون مصریؒ جن کے قلب کی کشادگی الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن شوق کے غلبے میں میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اے ذوالنوں ہم نے مخلوق کو دس اجزاء سے پیدا کیا ہے اور دنیا کو خوبصورت بنا کر جلوہ گر کیا ہے اور دس اجزاء میں سے نو اجزاء کا تعلق دنیا سے ہے ایک جزو جو باقی رہ گیا تھا اس میں سے ہم نے جنت اور اس کی نہریں بنائی ہیں۔ انسان کو نو اجزاء بہشت کے ایک جزوئی طرف رغبت رکھتے ہیں۔ کچھ خاص لوگ اس ناقابل تقسیم جزو کو ہماری محبت میں لگا دیتے ہیں نہ وہ جنت کی طرف دوڑتے

ہیں اور نہ دوزخ سے دور بھاگتے ہیں اس طرح ان کے اجزاءکل کے ساتھ مل جاتے ہیں۔

در زمین و آسماں جز تو نہ خواہم دیگرے

گر زمین بالا رود ور آسمان پائیں شود

میں زمین اور آسمان میں ہر طرف تیرا جلوہ دیکھنا چاہتا ہوں اور تیرے سوا کسی کو بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔ اب چاہے زمین اوپر چلی جائے یا آسمان نیچے آجائے۔

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ جو چوتھائی دنیا کی مالک ہیں اور اپنے وقت کی زبردست عارفہ تھیں۔ اپنی مناجات میں خدائے بے نیاز کے سامنے اپنی مناجات نیاز اس طرح پیش کرتی ہیں ''یا اللہ اگر میں جنت کے لالچ میں تیری عبادت کرتی ہوں تو مجھ پر بہشت کو حرام کردے اور اگر میں دوزخ کے ڈر سے تیرے سامنے حاضر ہوتی ہوں تو مجھے ہمیشہ کے لئے جہنم مین قید کردے اور اگر میں تیرے لئے تیری عبادت کرتی ہوں اور تجھی سے تجھ کو مانگتی ہوں تو میرے لئے اپنے دیدار میں دیری مت کر''

باوصل وفراق نیست کارے مارا

مابر تو ہم از بہر تو عاشق گشتیم

ہم کو تیرے وصال اور تیرے فراق سے کوئی مطلب نہیں ہے ہم تو بس تیرے لئے تجھ پر عاشق ہوئے ہیں۔

ایک روز حضرت فریدالدین شکر گنج قدس سرہٗ کا عرس تھا حضرت صاحب نے فرمایا کہ مجلس کا فرش بچھایا جائے قوال اور مرید حاضر تھے ۔حضرت کے حکم کے مطابق مجلس ترتیب دی گئی۔ یہ کمترین اور بھائی محمد نور الدین بھی حاضر ہوئے حجرہ کا دروازہ بند تھا اسی وقت چند قوال حاضر ہوئے جب حضرت نے قوالوں کے آنے کی خبر سنی تو حجرے کا دروازہ کھول کر باہر آئے حضرت نے جمال با کمال کے نظارے سے حاضرین کے دلوں میں عجیب طرح کا ولولہ پیدا ہو گیا۔جس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ بھائی محمد نور الدین نے قل کی تلاوت کی اور بزرگانِ سلسلہ ٔ چشتیہ بہشتیہ کے ارواح طیبہ کے نام فاتحہ پڑھی اور قوالوں کو گانے کی اجازت دی گانے والے گانے میں مشغول ہو گئے حضرت پیر و مرشد کے ایک مرید شیخ جنید پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی او روہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے تھوڑی دیر بعد جب حضرت باہر تشریف لائے تو ان کی نظر شیخ جنید پر پڑی جب حضرت نے دیکھا کہ شیخ جنید کی بے قراری بڑھتی ہی جا رہی ہے تو انھوں نے کچھ دیر قوالوں کو رک جانے کے لئے کہا تا کہ یہ صاحب کی حالت متوازن ہو جائے قوال

خاموش ہو گئے دوسرے مرید بھی ہر طرف سے پہنچ گئے۔ قوالوں کے کئی گروہ اور مریدوں کی ایک بڑی تعداد مجلس مبارک میں حاضر ہو گئی۔ قوالوں نے اس محفل میں اپنا کمال پیش کر کے شہرت حاصل کی۔

قوالوں کی ایک چوکی برخواست ہوتی اور دوسری چوکی اپنا فن پیش کرتی یہاں تک کے ظہر کا وقت ہو گیا اہل مجلس میں سے ہر شخص شوق وذوق کا غلبہ ہوا اور اہل شوق کی کیفیت اس شعر کے مطابق ہو گئی۔

زخاموشی بہ تنگی ُدلم اے نالہ فریادی

زسوزسینہ خاکستر شدم اے گریہ امدادی

میں خاموش رہنے کی وجہ سے پریشان ہو گیا ہوں اے نالے فریاد بلند کر۔ میں دل کی جلن سے جل کر راکھ ہو گیا ہوں۔ اے آنسوؤں میری مدد کرو۔

حضرت پیرومرشد وضو تازہ کرنے کے لئے اٹھے مؤذن نے ظہر کی اذان دی مرید نماز میں مصروف ہو گئے۔ حضرت پیرومرشد نے بھی ظہر کی نماز ادا کی اور پھر سماع اور سرود کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس وقت شیخ جنید پر پھر وجد کی کیفیت طاری ہوئی حضرت صاحب اٹھے اور دیوار کا سہارا لے کر کھڑے ہو گئے حضرت کی اٹھنے کی دیر تھی کہ ہر طرف سے مریدوں نے فریاد وآہ وزاری شروع کر دی اور مجلس میں ایک عجیب

طرح کی گرمی پیدا ہوگئی اسی وقت فضلیت کمالات دستگاہ میاں محمد فاضل کو وجد آ گیا وہ مریدوں کے قبلے کی طرف دوڑے اور حضرت نے اُس مغلوب شوق کو گلے سے لگا لیا ٹھیک اسی وقت بھائی نور الدین نعرہ لگاتے ہوئے حضرت کی طرف پہنچے خواجہ ابدال بھی جو صاحبان شوق میں ہیں اور بہت جلد وجد میں آجاتے ہیں فریاد کرتے ہوئے حضرت صاحب کی طرف جانے لگے جو مرید ہوش میں تھے وہ اہل شوق کی حفاظت کے لئے بے چین تھے۔ اس لئے کہ مریدوں میں بہت کم ایسے لوگ تھے جو ہوش میں تھے۔ اور اپنی خبر رکھتے تھے۔ اہل وجد کی ہمدرد محفل میں اس شخص کے پاس پہنچتے جو بے ہوش پڑا ہوتا اور مریدوں کو اسکے سنبھالنے کی تاکید کرتے اکثر مرید بے قراری سے اپنا سر حضرت کے قدموں میں رکھ دیتے تھے۔ ان کی اس کیفیت سے یہ شعر کا مضمون ذہن میں آجاتا ہے ؎

اے زمین برقامت رعنا نگر
زیر پائے کیستی بالا نگر

اے زمین دیکھ کہ تجھ پر کون کھڑا ہے اور اس کا قد کتنا اچھا ہے دیکھ کہ تو کس کے قدموں کے نیچے ہے نظریں اٹھا کر اوپر دیکھ۔

در بیان طریقہ رویہ آں پیر طریقت وشریعت از پوشیدن لباس وخوردن طعام وشراب وکیفتہ سلوک :

ہمارے پیر ومرشد اپنے دوستوں سے سواروں اور سپاہیوں سے ملاقات کرنے اور مریدوں کو اجنبی لوگوں سے حسن سلوک کرنے میں لاجواب اور بے مثال ہیں اور اسی وجہ سے میں یہ چند کلمات لکھ رہا ہوں تاکہ اس درگاہ سے اعتقاد رکھنے والوں اور اس دربار سے وابستہ لوگوں کے لئے حضرت پیر ومرشد کا طریقہ بیان کردیا جائے تاکہ وہ حتی الامکان اس کی پیروی کرنے کی کوشش کریں اور اس کو اپنا طریقہ بنالیں۔ پیر طریقت کی پیروی کرنا مریدوں پر واجب ہے اور خصوصاً ایسے حمیدہ اوصاف کی تقلید کرنا تو فرض عین ہے وفقنی اللہ وایاکُم۔

ہمارے پیر ومرشد تمام کام رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق انجام دیتے ہیں۔ لباس پہننے میں بھی کوئی تکلف نہیں کرتے جو بھی میسر آجائے وہ پہن لیتے ہیں۔ اکثر سفید رنگ کے کپڑوں کو مٹیالا رنگ دیکر استعمال فرماتے ہیں۔ آپ کے پیراہن مبارک کی قیمت ڈھائی تین روپیہ سے زیادہ نہیں ہوتی اور بُنے ہوئے کپڑے بھی اُسی قیمت کے استعمال فرماتے ہیں۔ حضرت کا شملہ (عمامہ) سوسنی کا ہوتا ہے جس کی قیمت دیڑھ یا دو روپے ہوتی ہے۔ اکثر اوقات پیراہن شریف پر پیوند لگاتے ہیں اور پہن لیتے ہیں۔ قیمتی کپڑے کبھی نہیں پہنتے۔ سردی کے موسم میں ایک دن اس کمترین نے اُلگ الگ رنگ اور الگ الگ

ڈیزائن کے چند شالیں نذرانہ کے طور پر پیش کیں جو زیادہ قیمتی نہیں تھیں ۔حضرت نے فرمایا کہ ہم اس قسم کے لباس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے ۔اور نہ ہم ایسا لباس پہنتے ۔جب اس احقر نے دوبارہ اصرار کیا تو ازراہ بندہ نوازی آپ نے فرمایا کہ تم اگر کوئی کم قیمت کی چیز لاؤ گے تو ہم تمہاری خاطر اس کو پہن لینگے اور وہ شالیں واپس کردیں۔

روِیہ دیگر: ہمارے پیرو مرشد کبھی کسی سے کوئی نذرانہ قبول نہیں کرتے البتہ اپنے اعتقاد رکھنے والے مریدوں سے ان کا دل رکھنے کے لئے ان کا نذرانہ قبول کرلیتے ہیں۔اور نذرانہ قبول کرنے کی یہ وجہ ہے کہ پہلے حضرت لوگوں سے کوئی چیز یا نقد چاہے وہ مریدوں کی طرف سے آئے یا غیر لوگوں کی طرف سے ہرگز قبول نہیں کرتے تھے۔جب یہ اطلاع بڑے صاحب یعنی قطب الاقطاب شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کو ملی تو انھوں نے ہمارے پیرو مرشد کو ایک عنایت نامہ لکھا جس کا مضمون جیسا کہ سننے میں آیا ہے یہ تھا کہ آپ مریدوں اور عقیدت مندوں کی نذر قبول نہیں کرتے اگرچہ یہ بہت اچھی بات ہے لیکن اُس سے مریدوں اور عقیدتمندوں کی دل شکنی ہوتی ہے۔اس لئے آپ خلوص اور عقیدت سے پیش کی ہوئی نذر کو قبول کرلیں اور پھر کسی ضرورت مند یا محتاج کو دے دیں اس لئے کہ محتاجوں کا کام نکالنا بہتر اور قابل ترجیح ہے۔

زر کہ ستانی وبیفشانیش
بہتر از آن ست کہ نستانیش

اگر تو یہ پیسہ لیتا ہے اور خرچ نہیں کرتا ہے تو بہتر یہی ہے کہ تو وہ پیسہ نہ لے۔ روپیہ لینے میں الفت ہے اور نہ لینے میں وحشت ہے۔ سچے مریدوں کی دلجوئی سب سے زیادہ قابل ترجیح ہے جب سے بڑے مرشد (حضرت شاہ کلیم اللہ) نے حضرت کو حکم دیا ہے اس وقت سے وہ نذرانے قبول فرماتے ہیں چنانچہ جمعہ کے دن جو مجلس سماع کیلئے مقرر ہے جو بھی نذرانے آتے ہیں تو آپ کی محفل مبارک میں قوالوں اور دوسرے ضرورت مندوں میں تقسیم کردئے جاتے ہیں دوسرے دنوں میں جو بھی نذرانے آتے ہیں وہ محتاجوں کو دئے جاتے ہیں اگر کھانا، پھل، میوے یا مٹھائی وغیرہ کوئی بھیجتا ہے یا اپنے ہمراہ لے کر آتا ہے تو اسی وقت حضرت حاضرین مجلس میں تقسیم فرمادیتے ہیں اور اپنے خصوصی مریدوں کے گھر بھی بھجواتے ہیں۔ اپنے پاس نوکر رکھنے کا پیرومرشد کے پاس کوئی طریقہ نہیں ہے۔ حضرت جب کبھی جمعہ کی نماز کے لئے یا تفریح کے لئے تشریف لے جاتے ہیں تو اکیلے اور پیدل جاتے ہیں۔ البتہ کپڑے بدل لیتے ہیں۔ کبھی کبھی کسی مرید کے گھر سے گھوڑا طلب کرکے سواری کرتے ہیں اپنے گھر میں پالکی یا گھوڑا وغیرہ

نہیں رکھتے ۔ اکثر معتقدوں نے آپ کی خدمت کے لئے چند غلام بچے پیش کئے ۔آپ نے وہ اپنے دوستوں کو دیدئے ۔ان میں سے دو غلام سرود پڑھنے کے لئے مقرر ہیں اور اسی لئے حضرت ان کو اپنے پاس رکھتے ہیں اور خدمت گاروں میں سے دو شخص آپ کے ساتھ ہوتے ہیں ۔ایک کھانا پکانے کے لئے جو خانقاہ کے لوگوں کا کھانا پکاتا اور دوسرا مجلس کا فرش بچھانے اور صفائی کرنے کے لئے اِس دوسرے شخص کو جمعہ کے دن قوالوں کا حصہ تقسیم کرنے کی خدمت بھی انجام دینی پڑتی ہے ۔ یہ دو غلام مستقل نہیں ہیں ۔ بلکہ ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت پیر و مرشد دنیا اور دنیا کے لوگوں سے کتنے زیادہ بے تعلق اور آزار ہیں ۔

رویہ : حضرت صاحب کا رویہ سب کے ساتھ یکساں ہے چاہے وہ اپنا ہو یا پرایا آشنا ہو یا بیگانہ یا کوئی اجنبی ہو ۔حضرت کی خدمت میں بہت چھوٹے بڑے لوگ آتے ہیں ۔اور سب آپ کی توجہ سے فیضیاب ہوتے ہیں ۔ ہر شخص کی تعظیم حضرت کھڑے ہو کر کرتے ہیں آپ چار سال کے بچے کے ساتھ بھی وہی سلوک کرتے ہیں جو ستر (۷۰) سال کے بوڑھے کے ساتھ فرماتے ہیں امیروں اور عالموں یا بڑے لوگوں میں سے جو بھی آتا ہے اس کی انتہائی تعظیم فرماتے ہیں جو شخص آ

پ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے یا آپ کی مریدی کی سعادت حاصل کرے تو اس کی مٹھائی سے تواضع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے اس کو مٹھائی کھلاتے ہیں اور اس کو عطر عنایت فرماتے ہیں جو ہمیشہ ان کے پاس ہوتا ہے اور کبھی ایسا دیکھنے میں نہیں آیا کہ کوئی شخص آیا ہو اور کسی فائدے کے بغیر خالی ہاتھ واپس ہو گیا ہو۔ اس مقام پر ایک حدیث شریف یاد آئی۔

من زارنا ولم یذق شیئافکانه زارمیتا

اکثر لوگوں کو کھلاتے تھے۔ اور حدیث کے مضمون پر عمل کرتے رہتے تھے۔

رویہ:۔ ہمارے پیر ومرشد ایسے ہیں کہ جب تک لوگ بیٹھے رہتے ہیں وہ دوزانو بیٹھے رہتے ہیں کبھی ان کو آلتی پالتی مار کر بیٹھا ہوا نہیں دیکھا گیا اور نہ کسی کے ساتھ حد سے زیادہ بے تکلفی یا خلع ملع کرتے دیکھا گیا۔ اگر کوئی آپ کی مجلس مبارک میں باتیں کرنے میں مصروف ہو جائے تو آپ کو بہت تکلیف ہوتی ہے اسی لئے آپ نے یہ انتظام کیا ہے کہ مریدوں میں سے کوئی کتاب پڑھتا رہے تا کہ حاضرین مجلس باتیں نہ کریں۔ بلکہ بزرگوں کے احوال سن کر ان سے استفادہ حاصل کریں اور جو لوگ مشغول ہوتے ہیں ان کو یہ تاکید ہوتی ہے کہ وہ یاد الٰہی کا سلسلہ اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ حضرت اپنے مریدوں کو

ہمیشہ شغل باطنی کی تاکید فرماتے ہیں۔مجلس سماع میں بھی حاضرین کے ساتھ خود بھی خاموش رہتے ہیں اور اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ اگر اتفاق سے قوالوں میں سے یا حاضرین میں سے کوئی گفتگو کرنے لگے تو اس کو منع فرماتے ہیں اگر کوئی شخص مجلس میں گھٹنے کھڑے کر کے بیٹھے تو آپ اس کو دو زانو بیٹھنے کا حکم دیتے تھے۔سماع کے دن آپ کی محفل مبارک میں جس قدر احتیاط دیکھی گئی وہ اس دور کے مرشدوں میں سے کسی کی محفل میں نہیں سنی اور دیکھی گئی آپ کی زبان کرامت ترجمان سے سنا گیا کہ مجلس سماع میں نہایت باادب رہنا چاہئے۔اور اس کا اتنا ہی احترام کرنا چاہئے جتنا عبادت کی جگہ اور مقام کا احترام کیا جاتا ہے۔اس لئے کہ سماع (قوالی) سننا بھی عبادت کا ایک جز ہے اس لئے جس مقام پر عبادت کی جاتی ہے وہاں بیٹھنا اور غیر ضروری باتیں کرنا منع ہے اور سماع (قوالی) سنتے وقت ادب کا خیال رکھنا لازم اور واجب ہے۔حضرت پیر و مرشد کا سماع سننے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ مسلسل سماع سماعت نہیں فرماتے بلکہ اگر ایک دن سنتے ہیں تو دو تین دن کے فاصلے سے دوبارہ سماعت فرماتے ہیں۔اگر اتفاق سے کسی بزرگ یا مرشد کا عرس شریف جمعہ کے قریب واقع ہو جائے تو آپ جمعہ کی قوالی موقوف رکھتے ہیں اور عرس کی تاریخ پر قوالی سن کر اس سے لطف اٹھاتے ہیں اکثر

آپ کی زبان مبارک سے یہ سننے میں آئی ہے کہ **یانبی لاتکثر السماع ولا تمکث** اس لئے کہ زیادہ سماع سننے سے بھی دل مردہ ہو جاتا ہے۔

رویہ:۔ حضرت صاحب کے کھانا کھانے کا اصول یہ ہے کہ آپ کبھی اکیلے کھانا نہ کھاتے بلکہ چند مخلص مریدوں کو طلب کر کے کھانے میں شریک کرتے ہیں اگر کوئی شخص اس وقت موجود نہ ہوتا تو ازراہ فضل وکرم اسکا حصہ اسکے گھر بھجواتے حضرت کو کھانا کھانے سے کم رغبت ہے آپ ہر شخص کے حال پر شفقت فرماتے ہیں اور اس کی کیفیت پوچھتے ہیں حضرت کے اخلاق اور لوگوں کے ساتھ ان کی محبت اتنی زیادہ ہے جو تحریر میں نہیں لائی جاسکتی جو شخص ایک بار آپ کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہو جاتا ہے وہ خلق عظیم سے سرفراز ہو جاتا ہے ۔ہمارے مرشد کے تمام اقوال، افعال اور احوال درجۂ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں آپکے طور طریقوں میں سنت نبی کا نور نظر آتا ہے اور اس میں کوئی فرق یا کمی بیشی نہیں پائی جاتی۔

رویہ:۔ حضرت پیر و مرشد کا طریقہ ہے کہ آپ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا فرماتے ہیں نماز ادا کرنے کے بعد اپنے حجرے

میں تشریف لے جاتے ہیں اور پانچ گھنٹے تک اللہ کی یاد میں مصروف رہتے ہیں اُس وقت کسی شخص کی مجال نہیں ہوتی کہ آپکے سامنے جا سکے۔ مقررہ اشغال کے بعد حجرہ شریف کا دروازہ کھلتا ہے اور اس وقت جو مرید وغیرہ حاضر ہوتے ہیں ان کو اپنے لطف اور عنایت سے سرفراز فرماتے ہیں اور تقریباً دو گھنٹے بیٹھتے ہیں دوپہر کے بعد نماز ظہر کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ نماز ادا کرنیکے بعد خلوت میں مشغول رہتے ہیں اور حجرے کا دروازہ بند کر لیتے ہیں۔ جب پانچ چھ گھڑی دن باقی رہتا ہے تو آپ حجرہ شریف کا دروازہ کھولتے ہیں اسوقت مرید قدمبوسی کی سعادت حاصل کرتے ہیں اس وقت بھائی محمد نورالدین مشکوٰۃ شریف یا کوئی اور کتاب پڑھتے ہیں یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت ہوتا ہے ۔عصر کی نماز کے بعد یہ کمترین مشائخوں کے احوال پر مشتمل کتابیں پڑھ کر سناتا ہے۔ اس وقت میں پڑھتا ہوں اور حضرت سنتے ہیں اور حاضرین مجلس بھی سنتے ہیں یہ سلسلہ مغرب تک جاری رہتا ہے۔ مغرب کی نماز کے بعد اس حجرہ میں تشریف لے جاتے ہیں اور بھائی محمد نور الدین مریدوں کے ساتھ جو اسوقت حاضر رہتے ہیں حضرت کی قدمبوسی فرماتے ہیں وہ لوگوں کی سفارش بھی کرتے ہیں۔ حضرت غریبوں کے دلوں کو خوش کرتے ہیں اور کسی محتاج کا کام نکالنا کسی بڑی عبادت سے کم

نہیں ہے۔ اور اسی طرح لوگوں کو ہدایت بھی کی جاتی ہے اس وقت کوئی مالدار لوگ آجاتے ہیں تو وہ بھی قدم بوسی کی سعادت سے مشرف ہوتے ہیں۔ اکثر لوگوں کی حاجتیں اور مقاصد حضرت کی توجہ سے پوری ہوتی ہیں اکثر مرید ہدایت کے طریقے سے سلسلے میں شامل ہوتے ہیں اور ابدی سعادت سے یعنی یادِ الٰہی سے مستفید ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ جتنا فیض حضرت پیر و مرشد کی ذات بابرکات سے دنیا کو پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے۔ وہ شاید ہی پرانے بزرگوں میں سے کسی بزرگ سے پہنچا ہو اور فی الحال تو اس امر کا دار و مدار حضرت پیر و مرشد کی ذاتِ فائض البرکات پر منحصر ہے۔

رویہ: ہمارے پیر و مرشد کا طریقہ ہے کہ صوفیا کے معارف اور حقائق کبھی زبان پر نہیں لاتے اور اگر کوئی شخص اس تعلق سے سوال کرتا ہے تو بزرگوں کی کتابوں کے حوالوں کی نشاندہی کر دیتے ہیں کہ فلاں رسالے میں اسکا جواب موجود ہے اور اس کو پڑھ کر تمہاری تشفی ہو جائیگی کبھی یہ سننے میں نہیں آیا کہ آپ نے کلمات حقائق کو تقریر کی شکل میں بیان کیا ہو۔ جی ہاں یہ علم لدُنی ہے جو خاص اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور یہ علم نہ تحریر میں سما سکتا ہے اور نہ تقریر میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے جو بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کی گئی ہو اس کو بیان میں نہیں لایا

جا سکتا۔

ایک دن یہ کمترین قدمبوسی کی سعادت حاصل کرنے کے لئے پہنچا میں نے دیکھا کہ حضرت حجرے میں تشریف رکھتے ہیں اور اکیلے بیٹھے ہوئے ہیں میں سلام کر کے کھڑا ہو گیا۔ حضرت نے مجھے اپنی مہربانی سے حجرے میں طلب فرمایا اور بٹھایا اور حد سے زیادہ شفقت اس غریب کے حال پر فرمائی آپ نے فرمایا کہ سیادت پناہ مرزا محمد جعفر حیدرآباد سے آئے ہیں اور انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ انہوں نے رباب بجانے والے قوالوں کی ایک چوکی اپنے ساتھ لائی ہے اور اس کو وہ آئندہ مجلس میں حاضر کرینگے اس کمترین نے عرض کیا کہ رباب کی آواز اپنی بناوٹ کے اعتبار سے دوسرے سازوں کے مقابلے میں زیادہ مؤثر ہوتی ہے حضرت نے یہ سن کر اپنی زبان مبارک سے یہ شعر پڑھا۔

از کاسۂ رباب مرا نعمتے رسید
شد آفتاب ہر کہ از ان ذرۂ کشید

مجھے رباب کے پیالے سے بڑی نعمت حاصل ہوئی ہے جس شخص نے اس پیالے سے ایک ذرہ بھی چکھا ہے وہ آفتاب بن گیا۔ اس شعر کے پڑھنے سے مجھ پر زبردست رِقّت طاری ہوئی اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اس کے بعد حضرت نے یہ دو شعر پڑھے۔

خشک تار وخشک چوب وخشک پوست

از کجا می آیدی آواز ِ دوست

نے زتار ونے چوب ونے زپوست

خود بخود می آیدایں آواز دوست

(ریشے خشک ہیں لکڑی خشک ہے اور چھال بھی خشک ہے (اسکے باوجود) دوست کی آواز کہاں سے آرہی ہے) (نہ ریشے سے نہ لکڑی سے نہ چھال سے آرہی ہے بلکہ دوست کی آواز خود بخود آرہی ہے) یہ دوشعر پڑھکر حضرت کے آنکھوں سے آنسو آگئے اس عرصے میں یہ کمترین اللہ کے فضل وکرم سے ہمیشہ قدم بوسی کی سعادت حاصل کرنے کے لئے جاتا رہا میں نے حضرت کی زبان سے یہی بات سنی ہے اس کے علاوہ مجھے یاد نہیں ہیکہ آپ کی زبانِ مبارک سے کبھی کوئی بات نکلی ہو اس مقام پر یہ سمجھنا چاہیے کہ جو لوگ معنوں کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکے اور تصوف کی کتابیں پڑھ کر رنگین عبارتیں زبانی یاد کرلیں اور اب وہ ہر محفل اور مجلس میں تقریریں کرتے ہیں اور اپنے علم کو علم مجلس شمار کرتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ علم لدُنی کا زبان سے کوئی تعلق نہیں ہے ظاہری اور مکسوبہ علم قلبی اور باطنی علم سے کیا تعلق رکھتا ہے اور اسکا کیا اعتبار ہے اسی مقام پر تحقیق کرنے والوں نے بیان کیا ہے کہ میری سمجھ میری سمجھ ہے اور میرا

ذوق میرا ذوق ہے لیکن میرا ذوق علم نہ بن سکا۔

رویہ: حضرت پیرومرشد جب بھی وضو کو تازہ کرتے تو وضو سے فارغ ہونے کے بعد اکثر داڑھی میں (تجدید وضو) کنگا کرتے تھے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو بہت پسند کرتے تھے۔ حضرت نفل روزوں اور نفل نمازوں کی پابندی نہیں کرتے ہیں اور اکثر اپنے مریدوں کو یاد الٰہی اور ذکر کی تاکید فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے پیر طریقت کے صدقے میں تمام مریدوں کو ہمیشہ ذکر کے لئے چست وچالاک رکھے اور ہم کو اپنے مرشد کامل کی پیروی کرنا نصیب کرے اور ہم کو اپنی منزل مقصود پر پہنچائے۔ بحرمت النبی ﷺ الامجاد

فصل: سال ایک ہزار یکسو بیالیس ہجری (۱۱۴۲ھ) میں جو درد حضرت کے بدن میں شروع ہوا تھا وہ پھر عود کر آیا اور حضرت پیرومرشد نظام الملت والدین بیمار ہو کر عالم فنا سے عالم بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ رحمت اللہ تعالیٰ اسی سال ماہ ربیع الاول میں آپ کو شہر خجستہ بنیاد اورنگ آباد میں بخار کا عارضہ ہوا اورنگ آباد دکن کے علاقے میں ایک شہر ہے وہاں ہوا کی خرابی کی وجہ سے بخار کا عارضہ عام ہو گیا شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو گا جو اس عارضہ میں مبتلا نہ ہوا ہو اور صحت مند رہا ہو

چھوٹے بڑے جوان اور بوڑھے تمام بخار میں مبتلا تھے ان ہی دنوں میں حضرت کی ذات بابرکات پیر ومرشد کو بخار آ گیا اور تقریباً بیس دنوں تک مسلسل حرارت رہی کمزوری اور ناتوانائی روز بروز بڑھتی گئی ایک دن بخار کی شدت کی وجہ سے ضعف طاری ہوگیا اور آپ بڑی دیر تک بے ہوش رہے جب کچھ افاقہ ہوا تو آپ نے اس خاکسار کو طلب کیا، تسلی اور دلاسہ دیکر زبانِ کرامت ترجمان سے وصیت فرمائی۔ وصیت کا مضمون یہ تھا کہ اگر واقعہ پیش آجائے تو حجرۂ مبارک کے سامنے خانقاہ میں دفن کیا جائے یا اس املی کے درخت کے نیچے جو حجرۂ مبارک کے پہلو میں واقع ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ واقعہ کے بعد لوگوں میں اس کا اعلان نہ کیا جائے جو لوگ اس وقت موجود ہونگے وہ نمازِ جنازہ ادا کرکے دفن کردینگے۔ اُسی وقت موذّن نے مغرب کی نماز کی اذان دی۔ حضرت نے اس خاکسار کو نماز کی اجازت دی، اور خود نماز ادا کرنے میں مصروف ہوگئے۔ تکلیف کی بے چینی انتہا پر تھی اور تکلیف بہت بڑھ گئی تھی اس رات اس خاکسار کو بھی بخار آگیا دوسرے دن حضرت کے بارے میں اطلاع ملی کہ اب پہلے کی بہ نسبت مزاج مبارک بہتر ہے۔ اس خبر کو سن کر یہ کمترین اُداس ہوگیا۔ حضرت نے مجھے دوبارہ طلب فرمایا میں عصر کے وقت حضرت کی آستاں بوسی کے لئے حاضر ہوا۔

آپ نے بہت مہربانی فرمائی۔ حضرت کی بیماری بھی کم ہوتی گئی۔ چند روز میں بخار اُتر گیا اس کمترین نے بھی صحت پائی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ دو مہینے کے بعد حضرت کے ایک مرید شیخ محمد عارف کا خط دہلی سے وصول ہوا۔ اُس خط کا مضمون یہ تھا کہ ۲۴ ؍ ربیع الاوّل ۱۴۱ھ منگل کے دن قطب الاقطاب حضرت شاہ کلیم اللہ کے وصال کا واقعہ پیش آیا۔ شیخ محمد عارف نے بیماری کی حالت اور کیفیت اور اس جانکاہ واقعہ کی تفصیل لکھی تھی۔ اس میں یہ بات بھی لکھی تھی کہ سکرات کی حالت میں بھی آپ کی زبانِ مبارک پر کلمہ طیبہ کا ذکر جاری تھا اور ذکرِ الٰہی کے ساتھ آپ کی روح پرواز کرگئی۔ حضرت شاہ کلیم اللہ کے وصال کی خبر نے پیر و مرشد پر عجیب غم والم طاری کردیا۔ ایک مرتبہ ختم القرآن کرکے آپ نے اس کمترین سے فرمایا کہ ہم کو بھی اسی مہینہ میں بیماری ہوئی تھی چونکہ حیاتِ مستعار کے چند روز باقی رہ گئے ہیں۔ جن کو گذارنا پڑے گا۔ دونوں بزرگوں کے درمیان مجھے عجیب محبت نظر آئی۔ مرید کو اپنے مرشد سے ایسی ہی محبت ہونی چاہئے جیسا کہ ہمارے مرشد کو اپنے مرشد سے تھی۔ وہ روز بہ روز اسی غم میں گھلتے رہے۔ ۱۸ ؍ شوّال ۱۱۴۲ھ کو تقریباً رات کے ۳ ربجے حضرت کے سینے میں اچانک درد شروع ہوا اور حضرت بے ہوش ہوگئے۔ حضرت کے فرزند اُس وقت وہاں موجود

تھے۔ وہ آہ وزاری کرنے لگے جب یہ خبر اس کمترین کو پہنچی تو گرتا پڑتا حجرۂ مبارک کے دروازے تک جا پہنچا۔ آپ کے صاحبزادے میاں عمادالدین ، میاں فخرالدین اور خانقاہ کے چند حاضرین حضرت کے سرہانے اور پائیتی کی طرف حلقہ باندھے کھڑے تھے اور زار و قطار روتے ہوئے نالہ وفریاد کررہے تھے اس حالت کو دیکھ کر کسی میں بات کرنے کی طاقت نہیں رہی۔ حاضرین میں سے کسی کے دل میں یہ خیال آیا کہ حضرت کو زہرمہرہ گھس کر چٹایا جائے۔ اس پانی کو پینے سے جو اس وقت آبِ حیات ہوگیا تھا تھوڑی دیر بعد آپ ہوش میں آگئے۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے سہارا دیکر بٹھاؤ، حکم کے مطابق عمل کیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت نے فرمایا کہ تمام لوگ حجرے کے باہر چلے جائیں سب لوگ حجرے کے باہر چلے گئے اور میں بھی باہر چلا آیا۔ میں باہر بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت نے مجھے یاد فرمایا میں حاضر ہوا اور اپنا سر حضرت کے قدموں میں رکھ کر بے اختیار دہاڑیں مار کر رونے لگا حضرت نے اس گنہگار کا سر اپنے سینۂ مبارک پر رکھا اور وہی وصیت فرمائی جو پہلے بیان کی جاچکی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے سب کچھ یاد ہے لیکن میری تمنا ہے کہ جس طرح میرے بھائی خواجہ نورالدین مرحوم نے اپنی زندگی حضرت پیر و مرشد پر نثار کردی اُسی طرح میں بھی مرشد کی جدائی کی تکلیف میں مبتلا نہ

رہوں۔ اور آپ کے لئے اپنی جان نثار کردوں۔ حضرت نے مجھے بہت تسلی اور دلاسہ دیا اور رخصت کردیا۔ یہ کمترین صبح تک حضرت کے آستانے پر حاضر رہا۔ بار بار خادموں سے حضرت کی کیفیت پوچھتا مسلسل یہ خبر آرہی تھی کہ اب مزاج روبہ اصلاح ہے۔ فجر کی نماز کے بعد حضرت کے ایک مرید میر محمد معصوم جو حکیم تھے اُن کو خبر دیکر طلب کیا گیا ایک گھڑی دن چڑھے طبیبِ مذکور حاضر ہوگئے حضرت نے حجرۂ مبارک کا دروازہ کھولا اور حجرہ کے دروازے پر آکر بیٹھ گئے۔ حکیم صاحب نے نبض کا معائنہ کیا اور حالات دریافت کیے۔ ہم کو جو کچھ معلوم تھا وہ عرض کیا حکیم صاحب نے دوا تجویز کردی۔ حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ اللہ کے فضل سے بدن میں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ لیکن سینے میں جلن ہورہی ہے۔ حضرت نے حکیم صاحب کو رخصت کردیا۔ میں نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو حکیم معصوم کی تجویز کی ہوئی دوا تیار کرکے لائی جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ حکیم کی دوا ہرگز تیار نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی جو کچھ ہو وہ ہوکر رہے گا۔ صبح ہم نے اسبغول کھایا تھا اب طبیعت صاف ہے۔ کچھ دیر بیٹھ کر کھڑے ہوگئے اُسی دن سے حضرت کی غذا چھوٹ گئی۔ اب غذا یا دوا اسبغول اور لعابِ بے دانہ تھی۔ دو تین دن کے بعد عصر کے وقت عصر کی نماز پڑھ کر حضرت نے حجرہ مبارک کا

دروازہ کھولا۔ صاحبزادہ میاں محمد معین الدین کو **نفحات** پڑھنے کا حکم دیا اسی وقت موذّن نے مغرب کی اذان دی۔ حضرت نے جماعت کے ساتھ نماز ادا کی اور حجرہ کا دروازہ بند کر کے سنت و نوافل پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ عین نماز کی حالت میں حضرت پر اُسی قسم کی بے ہوشی طاری ہوگئی چنانچہ آپ جاءنماز پر گر پڑے۔ خادموں کی ایک جماعت حاضر ہوئی اور صاحبزادے دوڑتے ہوئے گئے۔ خادموں کو ہٹا کر حجرے مبارک کا دروازہ کھولا۔ یہ کمترین میاں کرم علی اور سید اسد اللہ وغیرہ جو مغرب کی نماز میں حاضر تھے حجرۂ مبارک کے اندر آ گئے اُسی پرانی حالت کا معائنہ کیا۔ حضرت کو دوبارہ زہرِ مورہ دیا گیا کچھ دیر بعد حضرت ہوش میں آئے اور لوگوں کو رخصت کیا۔ دوسرے دن بھی کمزوری اور ناتوانی چہرۂ مبارک سے ظاہر ہو رہی تھی۔ اِس کے بعد ایک دن یا دو دن کبھی دن کے وقت اور کبھی دن ڈھلے حضرت لوگوں کو رُخصت کر کے حجرہ کا دروازہ بند کر لیتے۔

حضرت کی رحلت کے بعد بغیر اطلاع دئے شہر کے بڑے معززین، صوبے دار عصند الدولہ عوض خاں بہادر وغیرہ حاضر ہو گئے۔ خانقاہ مبارک میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی اور عصر کی نماز کے بعد اُن کو آخرت کی منزل پر پہنچا دیا گیا۔ تیسرے دن ختم قرآن ہوا جس میں حضرت قطب الاقطاب شیخ یحیٰ

مدنی قدس سرہٗ کے پوتے شیخ بخش اللہ اور دوسرے معززین حضرت پیرو مرشد کے مرید اور معتقدین اور حضرت کے صاحبزادے میاں عمادالدین اور میاں فخرالدین موجود تھے۔ ان تمام لوگوں کی موجودگی میں حضرت کے صاحبزادے میاں عمادالدین اور میاں فخرالدین سلمہٗ اللہ تعالیٰ کو حضرت کی کلاہ پہنائی اور رِدا اُڑھائی گئی اور مسندِ سجادگی پر بٹھایا اور رُشد و ہدایات کا چراغ پھر اُسی شان کے ساتھ روشن کیا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

حضرت نظام الدین کی تاریخ وفات جو اِس اثناء میں اِس کمترین کی ناقص فکر میں آئی ہے درجِ ذیل ہے۔

زبدۃ الواصلین نظام الدین بایزیدِ زمانہ بُدّ دانی
سال تاریخ رحلتش ہاتف گفت عالی مراتب الثانی
در ہزار و صد چہل بادو کردہ رحلت ز عالم فانی

تم خود جانتے ہو کہ زبدۃ الواصلین اپنے زمانے کے بایزید بسطامی تھے۔ ہاتف نے اُن کی وفات کی تاریخ کہی ہے اور وہ عالی مراتب الثانی ہے۔ سنہ ایک ہزار ایک سو بیالیس ۱۱۴۲ھ میں عالمِ فانی سے رحلت کی اور وہ ذیقعد کا مہینہ تھا۔

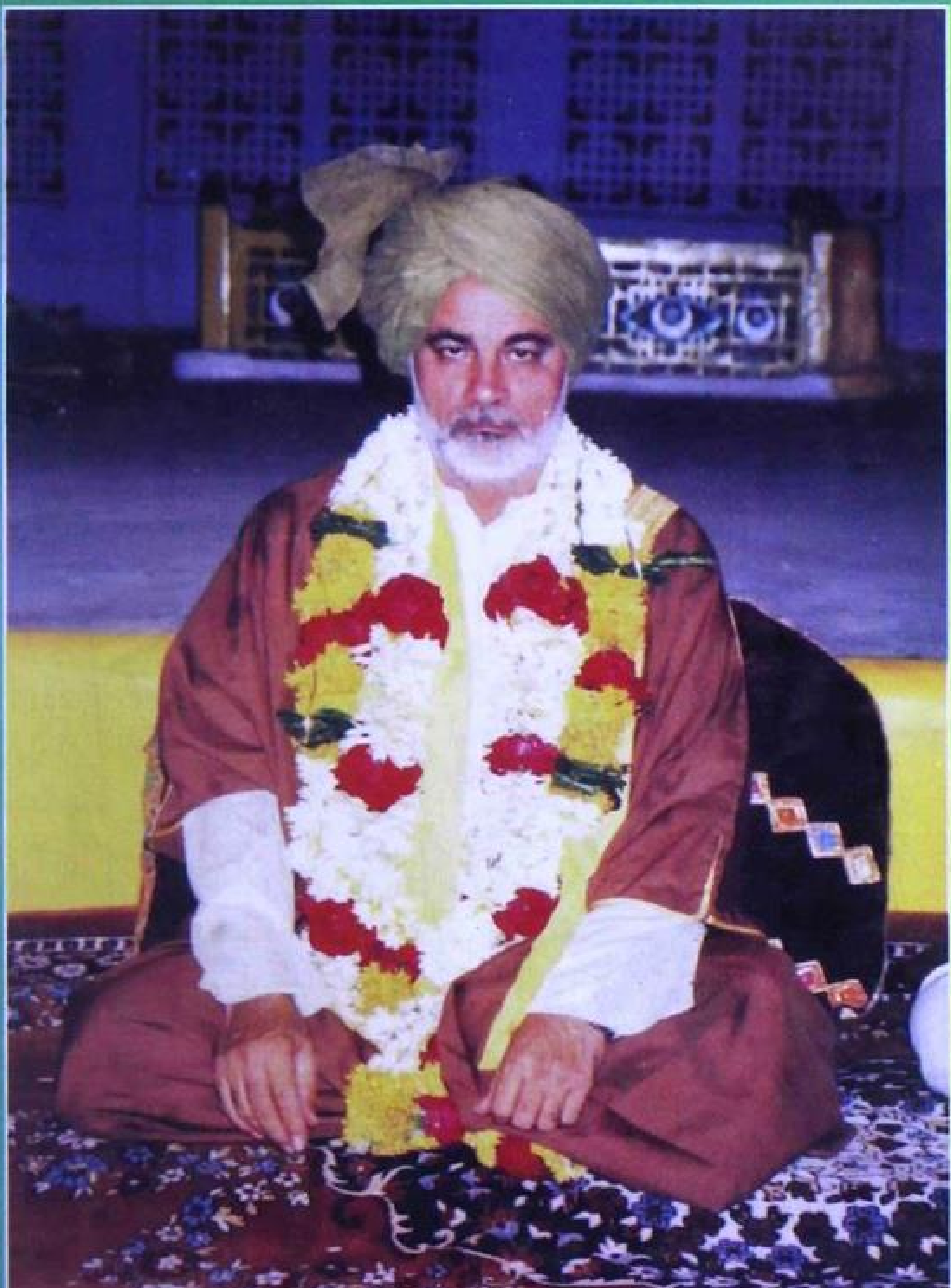
شب چہار شنبہ ماہِ ربیع الاوّل کی دوسری تاریخ کو اللہ کے فضل و کرم سے یہ کتاب مکمل ہوئی۔ اس وقت بادشاہ عالمگیر کے جلوس میمنت مانوس کا چھپن (۵۶) واں سال تھا اور وہ سن ۱۱۵۶ھ میں تحریر کی

گئی۔ یہ رسالہ مولانا محبّ النبی محبوب رب العالمین مولوی محمد فخرالدین خلف و خلیفہ حضرت نظام الدین قدس سرہٗ کی فرمائش پر بندۂ محمد کامگار نے تحریر کیا۔ عفی اللہ عنہ واسلافیہ واخلاقہ آمین۔

تمّت بالخیر

☆☆☆☆☆☆

MAJALIS-E-KALEEMI WA AHSANUSH-SHAMAEL



سید معین الدین عرف محمد میاں فخری نظامی چشتی

(سجادہ نشین درگاہ نظام الدین اولیاؒ اورنگ آبادی)

NPARK TEL: 5623867